فاتحِ شام

سوانح حضرت ابو عبیدہ رض

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

فاتحِ شام

سیرت امین الامت حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

مؤلف

مولانا ابو محمد امام الدین رام نگری

ناشر

انعام الٰہی عثمانی ناظم مکتبۂ ہادی، دیوبند

طبع اول ۱۰۰۰ — ۱۳۶۹ھ / ۱۹۵۰ء — قیمت تین روپے آٹھ آنہ

انتساب

اُن فدا کارانِ دینِ حنیف شہیدوں کے نام جنھوں نے رحمۃ للعالمین کی مقدس نظروں کے سامنے جامِ شہادت نوش فرمایا اور جو آج بھی ہمارے لئے حیات افروزیوں کا سامان مہیا کرنے کے لئے زندہ ہیں۔



فہرست مضامین فاتح شام

عرضِ ناشر

"تاریخ ہماری قومی زندگی میں ایک شاہراہ ایک مشعل ایک مینار ایک بیش بہا سرمایہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ تاریخ کے اوراق اس کی امین قوم کے لئے قابل فخر بھی ہیں اور سامان عبرت بھی۔ ان میں چشمِ بصیرت کے لئے آنسو ہیں، مسرت ہے، سلیقہ ہے، تازہ اور زندگی ہے، مشیت کی منشا اور فطرت کے آئین کی تفسیر ہے۔ ایک مشہور مورخ کے الفاظ میں "تاریخ خدا کی مرضی کا دوسرا نام ہے" اس مقولہ میں جتنی قوت جتنی صداقت اور جتنی بلند بانگ سچائی ہے اس کی شہادت تاریخ کے اوراق ہی نہیں اس کہنہ آسمان کے نیچے رہنے، بسنے اور سانس لینے والی ہر مخلوق دے سکتی ہے۔ وہ پہاڑ اور وہ میدان اس کی شہادت دیں گے جو کل کی فتحمند اور آج کی محکوم قوموں کے گھوڑوں کے سموں کی عرصہ گاہ بنے رہے وہ مستحکم قلعے، وہ مضبوط فصیلیں وہ حکمران قوموں کی عبرت انگیز باقیات اس کی گواہی دیں گی جو اجنتا اور ایلورا کے غاروں، الحمرا اور قرطبہ کے محلوں، عروس البلاد بغداد کی بیہوش کن داستانوں، بابل اور نینوا کے کھنڈروں، چین کے عجائبات، مصر کے اہراموں اور آگرہ کے تاج محل کی صورت میں زمین کی وسعتوں پر آج بھی اپنی عظمت رفتہ کی پر جلال کہانیوں کو زبانِ حال سے سنانے میں مشغول ہیں۔ ان کی ظاہری شان وجاہت ان کی نمایاں عظمت ان کے

گہرے تاثر اور ان کے جلال میں شدت ہے توانائی ہے، مرعوب کن کیفیات ہیں وہ سب کچھ ہے جو عروج مندقوموں زوال پذیر باقیات کے لئے وراثت میں چھوڑ جاتی ہیں لیکن ان کے پیچھے ہمیں فطرت کے وہ اصول بھی اپنی اسی روایتی اور خالی از جذبات مسکراہٹ کے ساتھ کارفرما نظر آتے ہیں۔ جن میں ایک ابدی یکسانیت ہے جو اپنے تاثر، اپنے دائرے اور اپنی دائمی قوت کے انمٹ نقوش تاریخ کے دھندلے اُفق سے لیکر اس روشن اور واضح دور تک کسی نہ کسی شکل میں ثبت کرتے رہے ہیں۔

سب سے بڑی سب سے عظیم اور سب سے اہم میراث جو ایک قوم اپنے بعد آنے والے اخلاف کے لئے چھوڑتی ہے وہ تاریخ ہے۔ تاریخ اپنی قوت، بزرگی، مقصد نصب العین اور زندہ و تابندہ روایات کے پیش نظر قوموں کا واجب التعظیم ترکہ ہے وہ ہمیں کمزوریوں کے اسباب، ان کی ریشہ دوانیوں اور زوال وافتراق کے اٹل نتائج سے آگاہ کرتی ہے۔ اس میں فطری ارتقاء کا وہ معرکۃ الآراء اصول اپنے ہر انتہا انگیز پہلو کے ساتھ عریاں اور بے پردہ نظر آتا ہے جو نسل انسانی کی اجتماعی بقا ان کے زندہ رہنے، بڑھنے، پھلنے اور پھولنے کے لئے خشت بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسلامی تاریخ سے زیادہ صاف، روشن، صحیح اور پُرجلال تاریخ شاید کسی قوم کی نہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ کہ وہ دوسری قوموں کے مقابلے میں سب سے کم ہے۔ نئی ہے۔ اسلامی تہذیب اور اس کے شہری دور کی پروردہ ہے۔ ہزار بارہ سو سال کی مدت قوموں اور ملکوں کے معاملوں میں کوئی طویل مدت نہیں ہوتی۔ اسلام ایک برق و باد کے ہنگامہ طوفان کی طرح اٹھا اور فضائے بسیط پر آناً فاناً چھا گیا۔ اس کے لافانی شامیانے کے نیچے آکر جہاں جلال، عظمت، برگزیدگی اور برتر روحانی قوت

کے علاوہ کچھ نہیں۔ تاریخ نے ایک سلیقہ سیکھا، زمانے نے ایک نئی کروٹ لی، دنیا نے ایک نیا دستور دیکھا۔ اس نے انسانوں کو ایک لامحدود کوشش، ایک دائمی اصول اور ایک برگزیدہ مقصد عنایت کیا اور انسانیت کو ایک لافانی سہارا اور ایک غیر مبہم منزل اور ایک ابدی مسرت بخشی۔ اُس نے آسمان اور زمین کے درمیان رہنے والی عظیم تر نسل انسانی کو وہ سب کچھ تحفہ میں دیا جو زندہ ہونے اور ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے ضروری ہے۔

ہمیشگی خدائے بزرگ و برتر کے علاوہ معرض وجود میں آنے والی کسی بھی حرکت کو نہیں ہے جہاں دنیا نے اس نوزائیدہ مذہب کی یلغار کرتی اور اُبلتی قوت کے سامنے بڑی سے بڑی سربلند طاقتوں پر رعب سلاطین زمین کی چھاتی پر ابھری ہوئی سربفلک چٹانوں اور منتہائے نظر سمندروں کی مہیب وسعتوں کو سرنگوں ہوتے دیکھا ہے یہ عبرت انگیز و لرزہ خیز نظارہ بھی آج دنیا کے سامنے ہے کہ زمانے کے ایک ہی پلٹے میں، ایک ہی تغیر اور ایک ہی کروٹ میں وہ تمام چیزیں، وہ تمام داستانیں، وہ تمام زندہ قومیں تاریخ کے صفحات پر "سندات" بن کر رہ گئیں جن میں پہاڑوں کا جلال اور آسمانوں کی لامحدود رفعتیں تھیں، جن میں آسودگی اور مسرت تھی، جن میں زندگی اور زندگی کی عظمتیں پنہاں تھیں جن کے اصول فطرت کے سب سے زیادہ ہم آہنگ تھے۔

اجتماعی کمزوریاں آپس کی نااتفاقی، اصولی اختلاف، باہمی آویزش منزل سے بے رخی اور نصب العین سے بے توجہی وہ مہلک امراض ہیں جو بے خیالی میں اقبال مند قوموں کی شہ رگ سے عین اُن کے عروج کے زمانے میں چمٹ جاتے ہیں۔

(مطبوعہ مدن موہن پریس دہلی)

اور پھر گھن کی طرح آہستہ آہستہ انھیں کمزور کر کے پستی اور ہلاکت کے گڑھوں میں دھکیل دیتے ہیں اس طرح کہ زوال آمادہ قوموں کو ان کا احساس تک نہیں ہوتا۔ وہ ان کے خواب آور لیکن مہلک ترین اثرات کے سامنے بے بس ہو کر رہ جاتے ہیں۔

آج ہندوستان کے برصغیر میں مسلمانوں کی جو حالت ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ وہ بے چارگی، بے بسی اور احساس کمتری کے جان لیوا احساسات کے درمیان محصور ہو کر رہ گئے ہیں۔ انھیں اپنی موجودہ پستیوں میں رہتے ہوئے یہ خیال تک نہیں آتا کہ انہوں نے پورے ایک ہزار سال تک دنیا کی ہر ممکن رفعتوں پر اپنی مسندیں بچھائی ہیں۔ ان کے اقبال مند اسلاف نے دنیا کے گوشہ گوشہ میں اپنی شان و شوکت، ذہانت، عظمت اور علم و فضل کی قندیلیں ایک عرصہ تک روشن رکھی ہیں۔ ان کے فتحمند پرچموں نے پوری دس صدیوں تک دنیا کی دشوار ترین گذرگاہوں اور ناقابل عبور بلندیوں پر اڑانیں کی ہیں۔ انھیں اسکا احساس ہی نہیں کہ اسلام کے زریں اصول وقتی اور لافانی نہیں ہیں۔ وہ اتنے ہی مضبوط، اتنے ہی قوی، اتنے ہی لامحدود اور اتنے لافانی ہیں جتنے کہ روز اول تھے۔ ان کے جذبات میں زندگی پیدا کرنے اور ان کے تھکے ہوئے اعصاب میں نئے سرے سے روح پھونکنے کے لئے یہ واحد چارہ کار ہے کہ تاریخ کا آئینہ ان کے سامنے رکھ دیا جائے۔ ان کی گذشتہ عظمت و سطوت کے خاکے بلا کسی رنگ آمیزی کے ان کے سامنے رکھ دیئے جائیں تاکہ وہ اپنی مسخ شدہ صورتوں کے مقابلے میں روشن اور تابناک چہرے بھی دیکھ سکیں۔ اپنے اسلاف کی برتری کے مقابلے میں وہ اپنی کمزوریوں کا احساس کریں، احتساب

کریں۔ انھیں فنا کردیں، ان کا گلا گھونٹ دیں اور تب وہ دیکھیں گے کہ ایک بار پھر دنیا کی ویران فضا میں اُن کے نعروں سے وہی ہیبت، وہی تھرتھراہٹ اور وہی مرعوب کن تاثر اسی اپنی گذشتہ عظمت کی یاد کس طرح تازہ کررہا ہے۔

ادارہ ھادی اپنی تہی مائگی، حوصلہ فرسا مشکلات اور ماحول سے گراں بار ہونے کے باوجود یہ اعلان کرتا ہے کہ وہ وقت کی اس سب سے بڑی اور اہم ضرورت کا زیادہ سے زیادہ احساس کرے گا اور ایسا لٹریچر کثرت کے ساتھ شائع کرے گا جس سے تن مردہ میں از سرِ نو جان آجانے کا ذرا سا بھی امکان ہوسکتا ہے "فاتح شام" اس سلسلے کی پہلی کڑی ہے اس کے بعد اس سلسلے کی اور بھی کتابیں شائع ہوں گی۔ ہمارے سامنے ایک بہت بڑا مقصد ہے۔ بڑا ہی سخت اور ہمت آزما مرحلہ۔ ہمیں اعتراف ہے کہ ہم اکیلے بغیر کسی دوسری مدد کے عہدہ برآ نہیں ہوسکتے۔ اس کے لئے ہمیں ان لوگوں کی امداد و تعاون کی بھی ضرورت ہے جن کے لئے ہم یہ سب کچھ کررہے ہیں۔ مسلمان اب بھی سب کچھ کرسکتے ہیں بشرطیکہ ان کو اس کا احساس دلا دیا جائے۔ ہم آپ سے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتے کہ اگر آپ اس سلسلے کو مفید اور کارآمد سمجھتے ہیں۔ اگر آپ کو سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت اور اُن کی اُمت کی بدحالی کا ذرا بھی احساس ہے تو آپ اپنی بساط کے مطابق ہر ممکن کوشش اور ہمت افزائی سے ہمیں متمتع اور بہرہ اندوز ہونے کا موقع عنایت فرمائیں۔ اس تبلیغی پروگرام کی زیادہ سے زیادہ اشاعت اور اس میں حصہ لینے کی سعیٔ بلیغ کو اپنے ساتھ

دوسروں تک بھی زیادہ سے زیادہ وسیع فرماکر یہ ثابت کردیں کہ مسلمان من حیث القوم
اب بھی مردہ نہیں زندہ ہے اور اس زندگی کے لئے وقت پڑنے پر وہ سب کچھ کرسکتا
ہے۔ اگر ہم وقت کی آواز پر لبیک کہہ کر اس کی ضرورت کا صحیح احساس کر کے
ایک ساتھ اس سے عہدہ برآ ہونے اور اس سے نبٹ لینے پر آمادہ ہو جائیں تو
آج بھی ہم "خیرالامم" ہونے کے اسی فخر اور اُسی اعتماد کے ساتھ حقدار ہوں گے
جو خیرالقرون کے مسلمانوں کا خصوصی اور نمایاں امتیاز رہا۔

زیرِ نظر کتاب کی تصحیح اور کتابت میں بڑی کاوش اور جاں سوزی سے
کام لیا گیا ہے۔ لیکن اگر اس کے بعد بھی اگر کوئی غلطی یا فروگذاشت اس
میں نظر آئے تو اس سے مطلع فرما دیجئے۔ انشاء اللہ دوسرے اڈیشن میں
اس کی تلافی کردی جائے گی۔ وما توفیقی الا باللہ۔

انعام الٰہی عثمانی
ناظم مکتبۂ ہادی۔ دیوبند

تقاریظ

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ العلماء ہند دہلی

دنیا میں فاتح بہت سے گذرے ہیں۔ تاریخ ہمارے سامنے سکندر اعظم، اشوک، ہلاکو خاں، چنگیز خاں، نادرشاہ اور نپولین بوناپارٹ جیسے نام پیش کرتی ہے جن کی شجاعت، شوکت وسطوت۔ دلیری اور مردانگی نے ان کو اپنے زمانہ کا فاتح اعظم اور کشورکشا بنایا۔ لیکن ان کی فتوحات کا مقصد کیا تھا؟ ملک گیری، نام آوری زیادہ سے زیادہ اپنے ملک یا اپنی قوم کی سربلندی اور برتری۔

لیکن کیا آپ کو دنیا میں ایسے فاتح بھی ملتے ہیں جنھوں نے فتوحات اس لئے کی ہوں کہ صداقت اور سچائی کا بول بالا ہو عیش پرستانہ ملوکیت کا قلع قمع ہو تاکہ بہادر ہستوں کی نفسانی اغراض کی تختۂ مشق انسانیت۔ اپنی کمر کا بوجھ ہلکا کرسکے۔ اور وہ تباہی اور بربادی اور وہ خسارہ جو ارباب حکومت یا اہل ثروت کی حرص وطمع کے باعث پھیلا ہوا ہے جس سے فلاکت زدہ کمزور انسانوں کی بے شمار جماعتیں انسانی زندگی کی شرافت وعظمت سے محروم کردی گئی ہیں اس کا خاتمہ ہو۔

کیا آپ کو ایسے کشورکشا ملتے ہیں جو تاج وتخت اور خزائن ودفائن کے

مالک بھی ہوں اور دنیا سے متنفر اور کنارہ کش بھی ہوں۔ ان کے یہاں مال غنیمت کے بہترین قالین فرش خاک کے مقابلہ میں حقیر ہوں۔ ایوان کسریٰ کے گلشن نما قالین کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے تقسیم کر دیا جائے مگر یہ گوارا نہ کیا جائے کہ خانۂ خدا یا دربار خلافت کے سنگ ریزوں کا گرد پوش بن سکے۔

جن کو ظلم سے یہاں تک نفرت ہو کہ موسم سرما کی بارش میں رات کو بھیگتے رہیں مگر یہ گوارا نہ ہو کہ مفتوحہ خیموں میں سر چھپائیں۔ کیونکہ جس حکومت نے ان کو بنوایا تھا وہ ظالم تھی۔ جو روپیہ ان میں صرف ہوا وہ ظلم کا روپیہ تھا۔

جن کی فتوحات کا منشا ہرگز یہ نہ ہو کہ مخلوق خدا میں سے کسی کو برتر و بالا اور کسی کو پست و ذلیل کریں بلکہ منشا صرف یہ ہو کہ رب العالمین کی خوشنودیاں حاصل ہوں اور دار آخرت اپنی تمام خصوصیتوں کے ساتھ ان کے حصہ میں آئے۔ جسکے متعلق مالک یوم الدین کا اعلان یہ ہے۔

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا

یہ دار آخرت ہے اس کو ہم انھیں کے لئے مخصوص کریں گے جو زمین میں نہ بڑائی چاہتے ہیں اور نہ فساد چاہتے ہیں۔

یعنی وہ حق و صداقت، عدل و انصاف کی مساویانہ زندگی کے حامل ہیں اور اسی کو قائم اور پائیدار بنانا ان کی تمام جد و جہد کا محور اور ان کی تمام زندگیوں کا مقصود ہے، جو مخلوق کی گردنوں کو اُن آقاؤں کی چیرہ دستیوں سے نجات دلاتے ہیں جو کمزوروں اور زیر دستوں کے معاذ اللہ رب اور خدا بن بیٹھے ہیں۔

نوعِ انسان کے تمام طبقات کے لئے اُن کی دعوت یہ ہوتی ہے :۔

تعالوا الیٰ کلمۃٍ سواءٍ بیننا وبینکم ان لا نعبدَ الا اللہ ولا نشرک بہٖ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ ۔

آؤ ایک ایسے اصول کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مساوی طور پر مُسلّم ہوگا کہ ہم ایک اللہ کے سوا کسی کی پرستش نہ کریں، کسی کو اُس کا شریک نہ بنائیں اور اللہ کے سوا ایک دوسرے کو رب (آقا و مالک) نہ مانیں ۔

اسلام کے دورِ اول کے فاتحین انھیں اصول کے گرویدہ تھے ۔ یہ اصول اُن کی فطرت وطبیعت بن گئے تھے ۔ اُن کے تمام جذبات تمام احساسات انھیں اصول کے لئے وقف ہو گئے تھے ۔ وہ ان کے دوست تھے جن کو ان اصولوں سے محبت تھی ۔ جو ان اصولوں کے مخالف تھے ۔ وہ ان کے ذاتی مخالف تھے ۔ انھوں نے ہر چیز کو ان اصول پر قربان کر دیا ۔ اپنی دولت وثروت، عزت ووجاہت، اپنی راحت وعافیت غرض ہر محبوب چیز کو ان اصول پر قربان کر دیا حتیٰ کہ اگر ضرورت پیش آئی تو اپنی رشتہ داری اور پدری یا مادری شفقت کو بھی ان اصول پر قربان کر دیا ۔

انھوں نے اخوت اور بھائی چارہ ان سے قائم کیا جو ان اصولوں کے حامی ہوئے ۔ مدینہ کے کاشتکار جو تہذیب وتمدن کے لحاظ سے مکہ والوں سے پست مانے جاتے تھے وہ ان کے عزیز دوست ۔ عزیز بھائی اور عزیز رشتہ دار ہو گئے کیونکہ انھوں نے ان اصول کو تسلیم کر لیا تھا ۔ اور مکہ کے خوددار، غیور اور مغرور شرفاء

جوان سے عزیز تھے جو نسل اور خاندان کے لحاظ سے ان کے باپ، بھائی یا چچا تھے ان کے حزب مخالف اور فریق محارب بن گئے کیونکہ انھوں نے ان اصولوں سے اعلان جنگ کیا تھا۔ لہٰذا ان حضرات نے بھی اس کو قبول کیا اور پھر نہ باپ کے ساتھ رعایت برتی۔ نہ بہن اور بھائی کے ساتھ۔

امین الامت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ انھیں فاتحین میں سے ہیں جن کی سیرۃ مقدسہ کے چند اوراق آپ کے سامنے ہیں۔

مولانا ابو محمد امام الدین صاحب نے اس کو مرتب کر کے مسلمانان ہند پر احسان کیا ہے اور امید ہے کہ مسلمان جناب قاری انعام الٰہی صاحب عثمانی کی اس خدمت کی بھی قدر کریں گے کہ آپ نے اس کی طباعت کا بار گراں برداشت کیا۔

محمد میاں

۹ ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ

۲۲ ستمبر ۱۹۵۰ء

حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب عثمانی ناظم ندوۃ المصنفین دہلی

کامل ابن اثیر اور تاریخ کی دوسری کتابوں میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی اور ان کی جگہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے تقرر کے سلسلے میں جب پہلی دفعہ میں نے امین الامۃ کے نام فاروق اعظمؓ کا یہ حکم نامہ پڑھا۔

"خالد کی مشکیں اُن کے عمامے سے باندھو۔ ٹوپی سر سے اُتار کر انھیں مجمع عام میں کھڑا کرو اور جن الزامات کی اُن کے متعلق شہرت ہوگئی ہے ان سے ان الزاموں کا جواب طلب کرو۔"

اور پھر اس حکم کی تعمیل کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کرائی گئی، سیف اللہ اور امین الامۃ دونوں بزرگوں کی جانب سے جذبات اطاعت و احترام اور بے نفسی اور ایثار کا جو بے مثال نمونہ پیش کیا گیا کہ خالد اسی حالت میں برملا اعلان کرتے ہیں وُلِّیَ عَلَیْکُمْ اَمِیْنُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اور ابوعبیدہ بلے جھجک یہ حدیث سناتے ہیں سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اِنَّ خَالِدًا لَسَیْفٌ مِنْ سُیُوْفِ اللہِ اور خالد کے جوابات سن کر اپنے ہاتھ سے ٹوپی اُن کے سر پر رکھتے ہیں، عمامہ باندھتے ہیں اور فرماتے ہیں:-

"ہم اپنے امیر اور والی کے احکام سنتے اور ان کی پیروی کرتے ہیں اور اپنے بھائیوں کی تعظیم و تکریم اور خدمت کرتے ہیں۔"

اسی وقت سے جی چاہتا تھا کہ اس عظیم المرتبہ صحابی رسول اللہ کے سوانح حیات اور کارناموں پر اردو میں کوئی مستقل کتاب لکھی جائے جس کی حیثیت کی

بے سروسامانی اور طرزِ بود و ماند کی سادگی کو دیکھ کر فاروق اعظم جیسا خلیفہ بر حق بھی کہہ اٹھا تھا:۔

"ابو عبیدہ! دنیا کی راحت سامانیوں نے ہم سب کو اپنی جگہ سے ہلا دیا ایک تم ہو کہ ٹس سے مس نہیں ہوئے اور اسی پہلی حالت پر قائم ہو"[۱]

یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ قاری انعام الٰہی صاحب عثمانی نے مولانا ابو محمد امام الدین صاحب کو اس اہم خدمت کے لیئے آمادہ کر لیا اور موصوف نے اس موضوع پر ایک مبسوط اور معتبر سیرت مرتب کر دی۔

انتہائی عدیم الفرصتی کے باوجود میں نے نہایت شوق سے کتاب کے جستہ جستہ حصوں پر نظر ڈالی، یقین ہے "فاتح شام" کے مطالعہ سے

---

[۱] اسد الغابہ جلد ۳ صہ ۲۴۹

اسی کتاب کی تیسری جلد کے یہ جملے بار بار پڑھنے کے لائق ہیں:۔

"لما قدم عمر بن الخطاب الشام فتلقاه امراء الاجناد وعظماء اہل الارض فقال عمر این اخی؟ قالوا من؟ قال ابو عبیدہ قالوا یأتیک الآن، قال فجاء علی ناقۃ مخطومۃ بحبل فسلم علیہ وسألہ ثم قال للناس انصرفوا عنا فسار معہ حتی اتی منزلہ فنزل علیہ فلم یر فی بیتہ الا سیفہ وترسہ فقال عمر لو اتخذت متاعاً فقال ابو عبیدہ یا امیر المومنین ان ہذا سیبلغنا المقیل وقال لوددت انی کنت رماداً تسفینی الریح فی یوم عاصف حثیث"۔

مسلمانوں میں جو اس وقت بے یقینی اور تذبذب کے دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں ایک جدید ولولۂ حیات بیدار ہوگا اور وہ "امین الامت" کی سیرت سے ملکوں کو فتح کرنے کے بجائے دلوں کو فتح کرنے کا راز معلوم کر سکیں گے۔

میں ملت سے اس ایمان افروز تالیف کے مطالعہ کی سفارش کرتا ہوں فاضل مؤلف کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ دوسرے ایڈیشن کے لئے نظر ثانی کے وقت اُن باتوں کا خیال رکھیں جن کا ذکر اس ایڈیشن میں رہ گیا ہے یا کم ہے کم فہرست میں اُن کا عنوان نہیں ملتا۔

عتیق الرحمٰن عثمانی

۹ ر ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ

نقشه سرزمین شام

ملکِ شام کا جغرافیہ

اس کتاب کے اکثر و بیشتر احوال و واقعات ملک شام سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک کا نقشہ اور مختصر جغرافیہ دے دیا جائے۔

جس زمانے کے حالات و واقعات سے اس کتاب کا تعلق ہے شام میں وہ تمام ملک شامل سمجھا جاتا تھا جو دریائے فرات اور بحیرۂ روم کے درمیان واقع ہے، اس کے علاوہ فنقیہ (فینشیا) اور فلسطین کے علاقے بھی اسی میں داخل تھے۔

رومیوں کے قبضہ و تصرف سے پہلے ملک شام میں متعدد آزاد حکومتیں قائم تھیں مگر اب پورا ملک قسطنطنیہ کی رومی شہنشاہیت کے زیر نگیں تھا جس کا تاجدار قیصر ہرقل تھا۔

یہ ملک نہایت سرسبز و شاداب، زرخیز اور خوش منظر تھا۔ صور (ٹائر) اور صیدا (سیڈون) دو بڑے بحری مرکز تجارت تھے۔

شام کا پورا ملک چار حصوں میں منقسم تھا، جن کے نام یہ ہیں: فلسطین اردن، حمص اور دمشق۔

فلسطین کا علاقہ اس خطہ کے جنوب میں واقع ہے جو کوہ کرمل سے لیکر طبریہ جھیل کے انتہائی شمالی گوشہ تک اور دریائے اردن سے لیکر بحیرۂ روم تک

پھیلا ہوا ہے۔ اس علاقے میں قیساریہ۔ اریما۔ بیت المقدس۔ زغار وغیرہ متعدد مستحکم قلعے تھے جو علاقہ بحیرہ لوط کے جنوبی گوشہ سے لے کر خلیج عقبہ تک پھیلا ہوا ہے وہ بھی فلسطین ہی میں داخل تھا۔ اس خطہ کے شمال میں اُردن (جورڈن) کا صوبہ تھا، جس میں عکہ (ایکر) اور صور محفوظ مقامات تھے۔

وادیٔ اردن کے مشرق اور جھیل طبریہ کے جنوب میں حوران کی سطح مرتفع واقع تھی۔

شام کے معرکوں میں سب سے بڑا معرکہ یرموک کے مقام پر واقع ہوا یرموک ایک چھوٹا سا دریا ہے جو حوران کی اسی سطح مرتفع سے نکل کر جھیل طبریہ سے چند میل جنوب میں دریائے اردن سے مل جاتا ہے۔ اس مقام اتصال سے کوئی تیس میل اوپر کی جانب شمال دریا کا موڑ نصف دریا کا موڑ نصف دائرہ کی شکل میں واقع ہوا ہے جس سے ایک ایسا وسیع میدان پیدا ہوگیا ہے جو ایک بڑی فوج کے اُترنے کے لئے کافی ہے۔ دریائے یرموک کے ساحل ڈھلوان نہیں ہیں۔ ناہموار اور کھڑے ہیں۔ اس نصف دائرے کی گردن پر ایک غار ہے جس سے میدان کے اندر جانے کا راستہ ہے جسے واقوصہ کہتے ہیں۔ رومی فوج نے اسی میدان کو اپنا مستقر بنایا تھا۔

فلسطین کے شمال میں وہ زرخیز علاقہ تھا جسے رومی سیریا اور عرب شام یا برالشام کہتے ہیں۔ اس میں حلب، حمص، انطاکیہ وغیرہ بڑے بڑے تاریخی شہر آباد تھے۔ اور ان شہروں میں رومیوں کی زبردست فوجیں متعین تھیں۔ انطاکیہ شام کا پایۂ تخت تھا۔ یہیں رومی وائسرائے

رہا کرتا تھا۔ ہرقل شام آتا تو وہ بھی یہیں ٹھیرتا ا اس علاقہ میں حمص ایک بڑا اور قدیم شہر تھا۔ یہاں سورج کا ہیکل تھا۔ جس کی زیارت کے لئے دُور دراز ملکوں سے لوگ آیا کرتے تھے اسی علاقہ میں حماۃ، لاذقیہ، اور سلمیہ بھی تھے۔ شہر مؤتفکہ جس کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے اور جسے عذاب الٰہی نے اُلٹ دیا تھا۔ اسی سلمیہ کے قریب واقع بتایا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

مقدمہ

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہٖ سیدنا محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین ؕ

اسلام اپنے ہر پیرو سے دو مطالبے کرتا ہے ایک تو یہ کہ جو شخص مدعیٔ اسلام ہو وہ اپنی پوری زندگی کو اسلام کے سانچے میں ڈھالدے، اور دوسرے یہ کہ اس نے جس طرح اسلام کو یہ سمجھکر قبول کیا ہے کہ اسکی اور ساری انسانیت کی فلاح و بہبود کا واحد ضامن و کفیل وہی ہے، اسی طرح وہ اسے دوسرے انسانوں تک پہنچانے کی بھی تا امکان جد و جہد کرنے ۔ اور اس کے تحفظ و بقا کو اپنا فرض سمجھے ۔

یہ دونوں مطالبے کچھ ایسے نہیں جو اسلام کے ساتھ خاص ہوں ہر دین اور ہر نظام زندگی اپنے متبعین سے یہی مطالبات کرتا ہے ۔ مثال کے لئے جمہوریت اور اشتراکیت کو لے لیجیے، کوئی جمہوری نظام اس بات کو گوارا نہیں کر سکتا کہ اس کے ماننے کا دعویٰ کرنے والے اور اپنے کو اس کا پیرو کہنے والے اشترا کی اصول و اعمال کے پابند ہوں، بالکل اسی طرح کوئی اشترا کی نظام اسے جائز نہیں

رکھ سکتا کہ اس کے علمبرداران و متبعین سرمایہ دارانہ اصول و افکار رکھتے ہوں ۔ اور سرمایہ دارانہ زندگی گذارتے ہوں ۔ اگر کسی جمہوری نظام کے حلقۂ اقتدار و تصرف میں اشتراکی عقیدے و عمل کے لوگ ہوں گے تو وہ جمہوریت کے حریف اور مقابل سمجھے جائیں گے ، اور اشتراکی نظام میں جو لوگ جمہوری عقائد و اعمال کے پابند ہوں گے وہ اشتراکیت کے مخالف اور دشمن قرار دیئے جائیں گے ۔

یہ تو بہت واضح منافات ہیں ۔ کسی جمہوری نظام کے نزدیک اس کے پیرو ؤں کی یہ بے راہ روی بھی قابل درگذر نہیں ہو سکتی کہ ان کی زندگی کا کچھ حصہ تو جمہوریت کے مطابق ہو اور کچھ مخالف ۔ مثلاً وہ عقیدے اور کچھ خانگی معاملات میں تو جمہوریت پسند ہوں اور اجتماعی مسائل ، سیاسیات و ادبیات اور معاشیات وغیرہ میں اشتراکی اسی طرح کوئی اشتراکی نظام اپنے متبعین کی اس بے اصولی کو روا نہیں رکھ سکتا کہ وہ اپنی زندگی کے کچھ مخصوص حصوں میں تو اشتراکی ہوں اور باقی معاملات میں اس سے بالکل آزاد کہ ان میں جو طرز عمل چاہیں اختیار کریں ۔

پھر اسلام اسے کیونکر برداشت کر سکتا ہے ، کہ کوئی فرد یا گروہ دعویٰ تو ایمان اور اسلام کا کرتا ہو لیکن اس کے اعمال و افعال اور اخلاق و کردار اسلام کے منافی ہوں اسلام تو دوسرے تمام نظام ہائے زندگی سے کہیں زیادہ باریک بین نقاد ہے اور اپنے پیرؤوں پر کڑی ہی نگاہ رکھتا ہے ۔ وہ ان کی زندگی کو اپنے پیش کردہ نقشے سے سر مو خلاف دیکھنا گوارا نہیں کرتا ۔ اس لئے کہ وہ کوئی انسانی نظام زندگی نہیں بلکہ ربانی نظام حیات ہے ۔"

جہاں تک دوسرے مطالبے کا تعلق ہے ۔ یعنی اسلام کو دوسروں تک پہنچانا اور

اسکی اشاعت و ترقی اور اس کے استحفاظ و استحکام کی سعی کرنا یہ بات بھی ہر نظام میں پائی جاتی ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ جمہوریت و اشتراکیت کے علمبردار ان نظاموں کو دنیا میں پھیلانے کے لئے کیا کچھ نہیں کر رہے ہیں۔ دل و دماغ، زبان و قلم، علم و حکمت، مال و دولت، زور و قوت، جنگ و پیکار، اتحاد و اشتراک، غرض کونسا ذریعہ اور کونسا طریقہ ہے جس سے کام نہیں لیا جا رہا ہے، بہرکیف اپنے پیروؤں سے اسلام کے یہ مطالبات کہ وہ اپنی زندگیوں کو اس کے پیش کردہ نقشے کے مطابق بنائیں اور اس کی ترویج و دعوت اور حفاظت و بقا کے لئے جدوجہد کریں، بالکل فطری ہیں

اب یہ دیکھنا ہے کہ اسلام اپنے پیروؤں کی زندگی کا کونسا نقشہ پیش کرتا ہے اس کے لئے قرآن کریم کے مطالعے کی ضرورت ہوگی، جو اسلامی زندگی کا دستور اساسی ہے۔ اس غرض سے یہاں قرآنِ کریم کے چند مقامات پیش کئے جاتے ہیں ا۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ج وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ج وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ

1 نیکی اور بھلائی کی راہ یہ نہیں ہے کہ تم نے (عبادت کے وقت) اپنا منہ پورب کی طرف پھیر لیا یا پچھم کی طرف کر لیا (یا اسی طرح کی کوئی دوسری بات رسم و رواج کی کر لی) نیکی کی راہ تو ان لوگوں کی راہ ہے جو اللہ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں پر، آسمانی کتابوں پر، اور خدا کے تمام نبیوں پر ایمان لاتے ہیں، خدا کی محبت کی راہ میں اپنا مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سائلوں کو دیتے ہیں اور غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا

۲۰

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○

(البقرۃ. پ ۲)

کرتے ہیں۔ اپنی بات کے پکے ہوتے ہیں. جب قول و قرار لیتے ہیں تو اسے پورا کر کے رہتے ہیں تنگی و مصیبت کی گھڑی ہو یا خوف و ہراس کا وقت ہر حال میں صبر کرنے والے (اور اپنی راہ میں ثابت قدم) ہوتے ہیں تو بلاشبہ ایسے ہی لوگ ہیں جو (نیکی کی راہ میں) سچے ہوئے اور یہی ہیں جو (برائیوں سے) بچنے والے انسان ہیں۔

۲

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَي الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ○ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ○ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ڰ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ڰ اِنَّهَا سَاۗءَتْ مُسْتَــقَرًّا وَّمُقَامًا ○ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا

اور اللہ کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر متانت و سکون کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ (ان سے جہالت و بدکلامی) کی باتیں کرتے ہیں تو وہ انہیں (بدکلامی کے ساتھ جواب نہیں دیتے بلکہ) کہتے ہیں تم سلامت رہو اور جو اپنے پروردگار کے حضور سجدہ اور قیام کی حالت میں رات گذارتے ہیں اور وہ جو دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم سے جہنم کے عذاب کو دور رکھیو، بے شک اس کا عذاب (ایک) مستقل (عذاب) ہے بے شک جہنم برا ٹھکانا اور بدترین مقام ہے اور وہ جو خرچ کرنے میں نہ اسراف سے کام لیتے ہیں، اور نہ کوتاہ دستی سے بلکہ ان دونوں

وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝ وَ
الَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ
اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ
الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ
لَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ
ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝
يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝
اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَ
عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا
فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ
حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا
رَّحِيْمًا ۝ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ
صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ۝
وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ
وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝
وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا
بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا
عَلَيْهَا صُمًّا وَّ

کے درمیان اعتدال کے ساتھ خرچ کرتے ہیں، اور
جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے
اور وہ جو کسی نفس کو جس کے قتل کرنے کو اللہ نے حرام
قرار دیا ہے ناحق قتل نہیں کرتے، اور وہ جو
زنا نہیں کرتے اور جو شخص یہ کام (شرک، قتل ناحق
اور زنا) کرے گا تو وہ سخت گناہ میں مبتلا ہوگا اور
قیامت کے روز اسے ایسا عذاب دیا جائیگا، جو برابر
بڑھتا رہے گا اور وہ بحالت ذلت وخواری ہمیشہ
اسی عذاب میں پڑا رہیگا۔ مگر (ان کاموں کے بعد)
جس نے توبہ کی، ایمان لایا، اور اچھے کام کئے تو ایسے
تمام لوگوں کی بدیوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دیگا۔ اور
اللہ بڑا آمرزگار اور بڑا مہربان ہے، اور جس نے
توبہ کی اور نیک عمل کئے، تو حق یہ ہے کہ وہی اللہ کی
جانب واقعی رجوع کرتا ہے، اور وہ جو غلط اور
باطل کاموں کے پاس نہیں جاتے۔ اور جب اتفاقا
کسی لغو کام کے پاس سے ان کا گذر ہو جاتا ہے تو
وہ شریفانہ طور پر وہاں سے گذر جاتے ہیں اور وہ
لوگ کہ جب ان کے پروردگار کی آیتوں کے ذریعہ ان
کو نصیحت کی جاتی ہے۔ تو وہ ان آیتوں پر بہرے

وَّعُمۡيَانًا ۝ وَالَّذِيۡنَ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا هَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعۡيُنٍ وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِيۡنَ اِمَامًا ۝ اُولٰٓئِكَ يُجۡزَوۡنَ الۡغُرۡفَةَ بِمَا صَبَرُوۡا وَيُلَقَّوۡنَ فِيۡهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۝ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ حَسُنَتۡ مُسۡتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝ (الفرقان پ۱۹)

اور اندھے ہو کر نہیں گرتے (بلکہ انکو غور و فکر سے سنتے ہیں) اور وہ جو دعا مانگتے ہیں کہ اے رب ہماری بیویوں و ہماری اولاد سے ہم کو آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما، اور ہمیں متقیوں کا امام بنا، یہی لوگ ہیں (جو ان اعمال و اخلاق پر) ثابت قدم رہنے کی جزا میں قصر جنت پائیں گے اور اس میں (فرشتے) تحیۃ اور سلام کے ساتھ ان سے ملاقات کریں گے، یہ لوگ اس میں ہمیشہ رہیں گے وہ بہترین مستقر اور مقام ہے۔

۳

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ خُلِقَ هَلُوۡعًا ۝ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوۡعًا ۝ وَّاِذَا مَسَّهُ الۡخَيۡرُ مَنُوۡعًا ۝ اِلَّا الۡمُصَلِّيۡنَ ۝ الَّذِيۡنَ هُمۡ عَلٰى صَلَاتِهِمۡ دَآئِمُوۡنَ ۝ وَالَّذِيۡنَ فِىۡۤ اَمۡوَالِهِمۡ حَقٌّ مَّعۡلُوۡمٌ ۝ لِّلسَّآئِلِ وَالۡمَحۡرُوۡمِ ۝ وَالَّذِيۡنَ يُصَدِّقُوۡنَ بِيَوۡمِ الدِّيۡنِ ۝ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ مِّنۡ عَذَابِ رَبِّهِمۡ مُّشۡفِقُوۡنَ ۝ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمۡ غَيۡرُ مَاۡمُوۡنٍ ۝ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِفُرُوۡجِهِمۡ حٰفِظُوۡنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزۡوَاجِهِمۡ اَوۡ مَا مَلَكَتۡ

بلا شبہ انسان بڑا پست حوصلہ پیدا ہوا ہے، جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے۔ اور جب آسائش حاصل ہوتی ہے تو بخیل بن جاتا ہے۔ مگر نماز گذار جو اپنی نمازوں کی مداومت رکھتے ہیں اور جن کے مالوں میں سائل و محروم کا بھی حصہ مقرر ہوتا ہے اور جو روز جزا کو سچ سمجھتے ہیں اور جو اپنے پروردگار کے عذاب سے خوف رکھتے ہیں، بے شک ان کے پروردگار کا عذاب ہے ہی ایسا کہ اس سے بے خوف نہ ہوا جائے۔ اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں یا لونڈیوں سے کہ (انکے پاس جانے پر) انہیں کچھ ملامت نہیں اور جو لوگ ان کے

وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ۝ (معارج، پ ۲۹)

سوا اور کے خواستگار ہوں وہ حد سے تجاوز کر جانے والے ہیں، اور جو اپنی امانتوں اور اقراروں کا پاس کرتے ہیں اور جو اپنی شہادتوں پر قائم رہتے ہیں اور جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ باغہائے بہشت میں عزت و اکرام سے سرفراز کئے جائیں گے۔

۴

وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝

(شوریٰ، پ ۲۵)

اور جو کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے اجتناب کرتے ہیں اور جب انہیں غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔ اور جو اپنے پروردگار کا حکم قبول کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور اپنے معاملات باہمی مشورے سے انجام دیتے ہیں اور ہم نے انہیں جو کچھ عطا کیا ہے۔ اس میں سے خرچ کرتے ہیں

۵

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ

(فتح پ ۲۶)

محمد خدا کے پیغمبر ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل (اے دیکھنے والے) تو ان کو دیکھتا ہے کہ وہ رکوع اور سجدے کی حالت میں خدا کا فضل اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں (کثرت) سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں۔

۶

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ
أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۭ
يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ
وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ
وَالْإِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ۭ وَ
مَنْ أَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ
فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ
الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ۭ
وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ
التَّاۗىِٕبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ
الْحٰمِدُوْنَ السَّاۗىِٕحُوْنَ
الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ
الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَالْحٰفِظُوْنَ
لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ۭ
وَ
بَشِّرِ

بلاشبہ اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں بھی خرید لیں
اور ان کے مال بھی، اور اس قیمت پر خرید لیں
کہ ان کے لئے بہشت (کی جاودانی زندگی) ہو،
وہ (کسی دنیوی مقصد کی راہ میں نہیں بلکہ) اللہ
کی راہ میں جنگ کرتے ہیں، پس مارتے بھی ہیں اور
مارے بھی جاتے ہیں یہ وعدہ اللہ کے ذمہ ہو چکا،
(یعنی اس نے ایسا ہی قانون ٹھیرا دیا) تورات،
قرآن، انجیل، (تینوں) کتابوں میں (یکساں طور پر)
اس کا اعلان ہے۔ اور اللہ سے بڑھ کر کون ہے
جو اپنا عہد پورا کرنے والا ہو، پس (مسلمانو!)
اپنے سودے پر جو تم نے اللہ سے چکایا، خوشیاں
مناؤ۔ اور یہی ہے جو بڑی سے بڑی فیروزمندی ہے
(ان لوگوں کے اوصاف و اعمال کا یہ ہے کہ وہ
اپنی لغزشوں اور خطاؤں سے) توبہ کرنے والے،
عبادت میں سرگرم رہنے والے، اللہ کی حمد و ثنا
کرنے والے روزہ رکھنے والے یا (سیاحت کرنے
والے)، رکوع اور سجدہ کرنے والے، نیکی
کا حکم دینے والے، برائی سے روکنے والے اور

الْمُؤْمِنِيْنَ ○

(سورۂ توبہ پ ۱۱)

اللہ کی ٹھیرائی ہوئی حد بندیوں کی حفاظت کرنیوالے ہیں (اے پیغمبر! یہی سچے مومن ہیں) اور مومنوں کو (کامیابی وسعادت کی) خوشخبری دیدو۔

۷

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلٰى أَهْلِهَا ۙ وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۗ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ○ يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّأَحْسَنُ تَأْوِيْلًا ○

(النساء - پ ۵)

مسلمانو! خدا تمھیں حکم دیتا ہے کہ جو جس کی امانت ہو وہ اس کے حوالے کردیا کرو۔ اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو چاہئے کہ انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ کیا ہی اچھی بات ہے جس کی خدا تمھیں نصیحت کرتا ہے۔ بلا شبہ وہ سب کچھ دیکھنے اور سننے والا ہے۔ مسلمانو! اللہ کی اطاعت کرو۔ اللہ کے رسول کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی اطاعت کرو جو تم میں حکم اور اختیار رکھتے ہوں، پھر اگر ایسا ہو کہ کسی معاملہ میں باہم جھگڑ پڑو (یعنی اختلاف اور نزاع پیدا ہو جائے) کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو (اور جو کچھ وہاں سے فیصلہ ملے اسے تسلیم کرلو) اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو (تو تمھارے لئے یہی راہِ عمل ہے) اسی میں تمھارے لئے بہتری ہے اور اسی میں انجام کار کی خوبی ہے۔

۸

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

(آلِ عمران پ ۴)

مسلمانو! دیکھو — مل جل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو، اور جدا جدا نہ ہو جاؤ، اور اللہ نے تمھیں جو نعمت عطا فرمائی ہے اس کی یاد سے غافل نہ ہو تمھارا یہ حال تھا کہ آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو رہے تھے۔ پھر اس نے تمھارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے، تمھارا حال تو یہ تھا کہ آگ سے بھری ہوئی ایک خندق ہے اور اس کے کنارے کھڑے ہو، ذرا پاؤں پھسلا اور شعلوں میں جا گرے، لیکن اللہ نے تمھیں اس حالت سے نکال لیا (اور زندگی و کامرانی کے میدانوں میں پہنچا دیا) اللہ اس طرح اپنی کارفرمائیوں کی نشانیاں واضح کر دیتا ہے، تاکہ تم (منزل مقصود کی) راہ پالو، اور دیکھو! ضروری ہے کہ تم میں ایک جماعت ایسی ہو جو بھلائی کی باتوں کی طرف دعوت دینے والی ہو وہ نیکی کا حکم دے برائی سے روکے اور بلاشبہ ایسے ہی لوگ ہیں جو کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔

۹

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ

یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم نے زمین میں انھیں صاحب

اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَ لِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ ؁ (الحج پ ۱۷)	اقتدار کر دیا (یعنی ان کا حکم چلنے لگا) تو وہ نماز کا نظم قائم کریں گے، زکوٰۃ کی ادائیگی میں سرگرم ہوں گے نیکیوں کا حکم دیں گے، بُرائیوں سے روکیں گے اور تمام باتوں کا انجام کار اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔

قرآنِ کریم کی ان تمام تعلیمات کا ماحصل کیا ہے؟

(۱)۔ ایک نظامِ ایمان و عمل،

(۲)۔ اس نظام کی کامل پابندی کا مطالبہ۔

(۳)۔ اس کی دعوت و ترویج اور حفاظت و بقا کی جدوجہد۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پوری زندگیاں قرآنِ کریم کے اسی نقشۂ حیات کی آئینہ دار تھیں۔ ایک طرف تو وہ اپنے اصول و عقائد اور اخلاق و اعمال سے اسلامی زندگی کا صحیح و مکمل نمونہ پیش کرتے تھے، دوسری جانب اپنے دلوں میں اسلام کی دعوت و تبلیغ اور اس کی تعلیم و ہدایت سے ساری دنیا کو معمور کر دینے کا بے پایاں جوش و ولولہ رکھتے تھے، اور اس کے تحفظ و بقا کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دینے کے لئے تیار رہتے تھے، یہی جوش و ولولہ لئے ہوئے وہ عرب سے نکلے اور اقطاع و ممالکِ عالم میں پھیل گئے،

ایک جلیل القدر علمبردارِ اسلام کے حالاتِ زندگی آپ کے سامنے ہیں آپ اُن کا مطالعہ کرتے وقت قرآنِ کریم کے نقشۂ حیات کو پیشِ نظر رکھئے، اور دیکھئے اس پاک زندگی کا ایک ایک لمحہ اور ایک ایک واقعہ اسی نقشہ کے مطابق ہے یا نہیں؟ پھر یہ کہنے کے لئے ایک ذاتِ واحد کے سوانح ہیں، لیکن اس روح پرور

اور ایمان افروز مرقع میں آپ کو پوری ایک قوم کی تصویرِ حیات ملے گی، جو اسی قرآنی سانچے میں ڈھلی ہوئی نظر آئے گی۔

پھر جب صحابۂ کرام کی طرح ہم بھی ایمان و اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں تو کیا ہمارا بھی یہ فرض نہیں ہے کہ ہم بھی قرآنِ کریم کے پیش کردہ نقشۂ حیات پر چلیں۔ یہاں ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ ہم اسلامی نظامِ زندگی کی پابندی کیوں کریں؟ کیا محض اس لئے کہ ہم مسلمان ہیں اور اس بنا پر ہمیں اسلامی نظام کی پیروی کرنی چاہیئے؟ یا اس کی پابندی کے کچھ خاص نعائم و برکات بھی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک ہمیں اسلامی نظامِ زندگی کی اس لئے اور صرف اس لئے پابندی کرنی چاہیئے کہ ہم مسلمان ہیں، اگر ہم ایسا نہ کریں تو آخر ہمارے مسلمان ہونے کے معنیٰ کیا؟ لیکن اسی کے ساتھ اسلامی نظامِ زندگی کے نعائم و برکات بھی ہیں، ہم نے جس طرح قرآن کریم سے اسلامی زندگی کی تفصیلات معلوم کی ہیں اسی طرح ہمیں یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ اسلامی نظامِ زندگی کے نعائم و برکات کیا ہیں۔ اس کے لئے ہم قرآن کریم کے چند مقامات پیش کرتے ہیں۔

۱

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ط	جو لوگ ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے رہے ان کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی۔
لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝	اللہ کے کلمات کے لئے کوئی تبدیلی نہیں (اہل ایمان واتقاء کے لئے) یہ بہت بڑی مراد مندی ہے۔

۳

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ
بِاَفْوَاهِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ مُتِمُّ
نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ
هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ
بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ
لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَ
لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ
عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ
اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ
وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ
وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ
اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ
لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً
فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ

(منکرین) چاہتے ہیں کہ خدا کے نور کو مونہوں (کی پھونک) سے بجھا دیں، حالانکہ خدا اپنی روشنی کو پورا کر کے رہے گا خواہ یہ منکرین کو ناگوار ہی ہو۔

وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق (صحیح طریق زندگی) کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے سب دینوں (تمام طریقہائے زندگی) پر غالب کر دے۔ خواہ یہ مشرکوں کو برا ہی لگے۔ مومنو! کیا میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں عذابِ الیم سے نجات دے؟

وہ یہ کہ خدا پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور خدا کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرو۔ اگر سمجھ سے کام لو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔

خدا تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو باغہائے بہشت میں جن میں نہریں جاری ہیں۔ اور پاکیزہ مکانوں میں جو ہمیشگی کے باغوں میں واقع ہیں داخل کریگا یہ بڑی

۲

الْعَظِيْمُ o وَ اُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَاؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِيْبٌؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ o

(الصف - پ ۲۸)

بہت بڑی مراد مندی ہے (جس نے خدا سے یہ سودا کر لیا) اور (اس کے علاوہ تمہیں) دوسری وہ چیز بھی (عطا کرے گا) جسے تم محبوب رکھتے ہو (یعنی خدا کی جانب سے نصرت اور قریبی فتح - اور (اے پیغمبر) مسلمانوں کو اسکی بشارت دے دو۔

۳

لَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ o (آل عمران)

تم نہ سست ہو اور نہ غم کرو - اگر تم مومن (صادق) ہو تو (بالآخر) تمھیں غالب ہوگے

۴

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ o وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ o ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ o اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْؕ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ٘ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا o ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ o (محمد پ ۲۶)

اے اہل ایمان! اگر تم (دین) خدا کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمھاری مدد کرے گا۔ اور تم کو ثابت قدم رکھے گا۔ اور جو منکر ہیں اُن کے لئے ہلاکت ہے اور خدا ان کے اعمال کو برباد کر دے گا۔ کیا وہ ملک میں چلتے پھرتے نہیں کہ دیکھیں کہ جو لوگ اُن سے پہلے ہو گذرے ہیں ان کا کیا انجام ہوا؟ خدا نے اُن پر تباہی ڈالدی اور ان (موجودہ) منکرین کیلئے بھی ایسی حالات پیش آنیوالے ہیں یہ اس لیے کہ جو لوگ ہیں اُن کا خدا کارساز ہے اور منکرین کا کوئی کارساز نہیں

۵

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۚ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْـًٔا ۚ وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ (النور پ ۱۸)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اُن سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین کا کارفرما بنا دے گا جس طرح اُن لوگوں کو کارفرما بنایا تھا جو اُن سے پہلے گزر چکے ہیں اور انکے دین کو جسے اُس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مستحکم کر دے گا اور اُن کی حالت کو خوف کے بعد امن سے بدل دے گا۔ وہ میری ہی عبادت کریں گے کسی شئے کو میرا شریک نہ ٹھہرائیں گے اور اس کے بعد جس نے کفر کیا تو ایسے ہی لوگ نافرمانی کرنے والے ہیں،

اللہ تعالیٰ کے ان کلمات وارشادات کا حاصل یہ ہے

(۱) ۔ جو لوگ ایمان و اسلام کی زندگی اختیار کریں گے وہ دنیا اور آخرت دونوں میں مراد مند اور کامیاب ہوں گے ۔

(۲) ۔ اسلام کی فطرت اور اس کی غایتِ تخلیق یہ ہے کہ وہ تمام دینوں اور زندگی کے سارے طریقوں پر غالب ہو ۔

(۳) ، جو لوگ اسلام کو اپنا دستورِ حیات بنائیں گے اور اخلاص و راستبازی کے ساتھ اس کے قیام و بقا کے لئے جد و جہد کریں گے اُن سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کا معین و کارساز ہو گا اور اُن کو زمین کا حاکم اور فرمانروا بنا دیگا جن لوگوں نے اسلام کو اپنا دستورِ حیات بنایا اور اللہ و رسول کی اطاعت

و فرمانبرداری کی زندگی اختیار کی اُن سے اللہ تعالیٰ نے کس طرح اپنا وعدہ پورا فرمایا اس پر خود ہماری تاریخ شاہد ہے، صحابہ کرام کی شکستہ حالی اور بے سروسامانی کی انتہا نہ تھی۔ وہ دانہ، ستو اور خشک روٹیاں کھاتے تھے اور پھٹے پرانے کپڑے پہنتے تھے وہ اسی شکستہ حالی اور بے سروسامانی میں گھروں سے نکلے اور اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے ایران و شام اور مصر کے میدانوں کو روند ڈالا اور قیصر و کسریٰ کی عظمتوں کو خاک میں ملا کر اُن کے تاج و تخت اور ملک و مال کے مالک بن گئے۔

خدا کا دین کسی زمانہ کے ساتھ خاص نہیں وہ دائمی ہے اسکی نعمتیں اور برکتیں بھی دائمی ہیں اور خدا کا وعدہ بھی دائمی ہے اس لئے جس عہد اور جس دور میں بھی جو لوگ خدا کے اس دین کو اپنا نظام زندگی بنائیں گے اور خلوص اور راستبازی کے ساتھ اس کا حق ادا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور اسلام کی برکتوں سے سرفراز ہوں گے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہم اپنی زندگیوں کو نفاق اور دورنگی سے پاک کر کے صحیح معنوں میں مومن و مسلم بن جائیں۔ اور جس طرح صحابہ کرامؓ نے اسلام کو اپنا نظام حیات بنا لیا تھا اسی طرح ہم بھی اسے اپنا دستور زندگی بنا لیں تاکہ ہماری نکبت و پستی بھی عزت و سربلندی سے بدل جائے۔

ترتیب و اشاعت

اب سے پندرہ بیس برس پہلے اس کتاب کی ترتیب و تدوین عمل میں آگئی تھی۔ لیکن اسکی اشاعت کی نوبت نہ آئی۔ کبھی خود شائع کرنے کا ارادہ ہوا، کبھی دوسرے ادارے آمادہ اشاعت ہوئے۔ لیکن کوئی صورت ظاہر ہوتی عمل نہ ہوئی۔ اس درمیان

میں مسودہ مختلف تغیر و انقلاب سے دوچار ہوتا رہا۔ جب کبھی کوئی نیا مواد نظر سے گذرا اس سے کام لینے کے لئے مسودے میں ترد و بدل کرنا پڑا۔ اس کے علاوہ مسودہ کبھی پیش نظر رہا اور کبھی دور از نظر ہو گیا، اور دماغ میں اس کی یاد تک محفوظ نہ رہی۔ اس دوران میں مسودہ کا ہدف نقصان و ضیاع ہو جانا کچھ بعید از حال نہ تھا۔ لیکن خدا کا فضل خاص اس کا محافظ رہا۔

اب مولانا انعام الہٰی عثمانی صاحب مدیر ماہنامہ "ہادی" دیوبند کی توجہ و سعی سے اس کی اشاعت عمل میں آرہی ہے۔

اشاعت کی اس تاخیر و تعویق میں بھی قدرت کی ایک خاص مصلحت معلوم ہو رہی ہے۔ ایسی کتابوں کا مطالعہ مسلمانوں کے لئے ہمیشہ مفید اور ضروری رہا ہے، لیکن بحالت موجودہ جب کہ مسلمانوں کے سینوں میں ایمان و یقین کے شعلے سرد پڑ چکے ہیں ان کا جذبۂ سعی و عمل فنا ہو چکا ہے۔ ان کو حال نے مبہوت اور مستقبل نے مایوس کر دیا ہے، وہ اپنی شوکتِ رفتہ اور عظمت گذشتہ کو بھی بڑی حد تک فراموش کر چکے ہیں، اُن میں نہ خودداری باقی ہے نہ خود اعتمادی۔ انقلابات و حوادث نے اُن کے حوصلے پست اور عزائم شکست کر دیئے ہیں۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی سیرت کا مطالعہ مسلمانوں میں ایک نیا ایمان و یقین ایک نیا ولولۂ حیات، اور ایک نیا جوشِ عمل پیدا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری اس حقیر سعی اور مولانا انعام الہٰی صاحب عثمانی کی توجہ کو شرف قبولیت بخشے اور مسلمانوں کو سیرت امین الامت سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ابو محمد امام الدین رام نگر بنارس ۲۷ صفر المظفر ۱۳۶۹ ہجری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ سیدنا محمدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح

رضی اللہ عنہ

نام ونسب

نام عامر، کنیت ابوعبیدہ، دربار رسالت سے ملا ہوا لقب "امین الامت" والد کا نام عبد اللہ تھا، لیکن دادا کی نسبت سے مشہور ہوئے۔ قبیلۂ قریش کے جد اعلیٰ نضر بن کنانہ کے پوتے فہر کی نسل سے تھے، فہر کے تین بیٹے تھے، محارب، حارث، اور غالب۔ حضرت ابوعبیدہ کا خاندان حارث کی اولاد سے تھا۔

سلسلۂ نسب یہ ہے، عامر بن عبد اللہ، بن الجراح بن اہیب بن ضبہ بن الحارث ابن الفہر القرشی، حضرت ابو عبیدہ کی ماں بھی اولاد فہر سے تھیں، عقبہ بن نافع فاتح افریقہ و بانیٔ بلدۂ قیروان اور عبداللہ بن قطبی والیٔ اندلس بنو حارث کے خاندان سے تھے۔

قبول اسلام

حضرت ابو عبیدہ ان اصحاب استعداد و صلاحیت میں سے ہیں جن کے سینے آفتاب اسلام کی اولین ہی شعاعوں سے جگمگا اٹھے تھے۔ آپؓ صدیق امت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تحریک پر حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے، اس وقت چند ہی بزرگوں نے اسلام قبول کیا تھا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تک زید بن ارقم کے مکان میں پناہ گزین نہیں ہوئے تھے۔

ہجرت

جس زمانہ میں حضرت ابو عبیدہؓ نے اسلام قبول کیا اس زمانہ میں اسلام قبول کرنے کے معنی تھے ایک دنیا کو اپنا دشمن بنا لینا اور اپنی عافیت و سلامتی اور اپنی جان سے کھیل کرنا،

جو لوگ مسلمان ہوتے تھے وہ ہر طرح کے ظلم و ستم کا تختۂ مشق بنجاتے تھے، رفتہ رفتہ ان مسلمانوں پر اتنے مظالم ڈھائے جانے لگے کہ ان کا مکہ میں رہنا محال ہو گیا۔ چنانچہ مظلومین کی ایک جماعت جس میں مرد بھی تھے، اور عورتیں بھی تھیں مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ چلی گئی جہاں کا بادشاہ ایک نیک دل عیسائی تھا۔ اس نے مسلمانوں کو یہاں پناہ دی اور انھیں عافیت سے رکھا، یہ خبر مکہ پہنچی تو دوسری بار پہلے سے بھی بڑی جماعت نے ہجرت کی، اس مرتبہ جن شیفتگانِ اسلام اور عاشقانِ خدا نے وطن غریب الوطنی کو ترجیح دی، ان میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ بھی تھے۔ کچھ دنوں

حبشہ میں رہ کر آپ مکہ معظمہ واپس چلے آئے، اور یہاں جو آلام و مصائب پیش آتے رہے ان کا صبر و استقلال کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے، یہاں تک کہ ہجرت مدینہ کا وقت آیا اور دوسرے مہاجرین کے ساتھ آپ بھی مکہ سے ہجرت کر گئے۔

جن مردانِ حق نے اسلام کے لئے اپنا سب کچھ چھوڑ دیا، اگر وہ اسلام سے کنارہ کش ہو جاتے تو اُن کو کسی چیز کے چھوڑنے کی ضرورت نہ تھی، پھر کتنے صادق او راست باز تھے وہ لوگ اپنے ایمان و اسلام میں جنھوں نے اپنی ساری کائنات اسلام پر قربان کر دی؟

مواخات

مہاجرین کرام مدینہ منورہ میں محض بے سرو سامان تھے نہ اُن کے رہنے کا ٹھکانا تھا نہ معاش کا ذریعہ، انصار نے میزبانی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا لیکن مستقل طور پر رہنے والوں کے لئے مستقل انتظام کی ضرورت تھی۔ اس لئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار کو جمع کر کے انصار سے فرمایا "یہ تمھارے بھائی ہیں" پھر دونوں گروہوں میں سے ایک ایک کو بلاتے گئے اور ان میں بھائی چارہ کراتے گئے، اس طرح مہاجرین و انصار بھائی بھائی ہو گئے۔ حضرت ابو عبیدہ کا رشتۂ اخوت حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے قائم ہوا۔

انصار نے رسول خدا کے قائم کئے ہوئے رشتہ کا اس طرح حق ادا کیا کہ اپنی نصف جائداد و دولت مہاجرین کو دیدی، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے دینی بھائی حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ نے تو یہاں تک کہا کہ میری دو بیویاں

ہیں، اُن میں سے ایک کو طلاق دیئے دیتا ہوں، آپ اس سے نکاح کر لیں۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے شکریہ کے ساتھ انکار کر دیا، انھوں نے مال و اسباب میں سے بھی کوئی چیز نہ لی معمولی خرید و فروخت سے کاروبار شروع کرکے مدینہ کے ایک ممتاز تاجر بن گئے۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم جیسے بزرگوں نے بھی کاروبار شروع کر دیا اور موقع ملتے ہی مہاجرین نے انصار کی دولت و جائداد واپس کر دی، انصار نے اخلاص و ایثار اور مہاجرین نے حمیت و خودداری کا جو نمونہ پیش کیا اس سے اقوام عالم کی تاریخ یکسر خالی ہے۔

مہاجرین و انصار کے درمیان اخوت قائم کرنے کا ایک خاص مقصد یہ بھی تھا کہ تربیت یافتگانِ رسالت کے فیضِ صحبت سے انصار بھی ارباب استعداد و صلاحیت ہو جائیں۔ صاحبِ سیرۃ النبی علامہ شبلی مرحوم اس مقصد کی توضیح کے بعد لکھتے ہیں۔

> حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امین الامت کا خطاب دیا تھا۔ جو ایک طرف تو فاتح شام ہونے کی قابلیت رکھتے تھے۔ دوسری طرف اسلام کے مقابلہ میں پدری اور فرزندی جذبات اُن پر کچھ اثر نہیں کر سکتے تھے، چنانچہ غزوۂ بدر میں جب ان کے باپ ان کے مقابلہ میں آئے تو پہلے انھوں نے حقوقِ ابوت کی مراعات کی۔ لیکن بالآخر اسلام پر باپ کو نثار کر دینا پڑا۔ ان کی تربیت میں سعد بن معاذ دیئے گئے جو قبیلۂ اوس کے رئیس اعظم تھے ان میں بھی ایثار کا یہ وصف نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔

بنو قریظہ ان کے حلیف تھے اور عرب میں حلیف کا رشتہ اخوت
ابوت کے برابر ہوتا تھا تاہم غزوۂ بنو قریظہ میں جب اسلام کا
مقابلہ پیش آیا تو انھوں نے اپنے چار سو حلیفوں کو اسلام
پر نثار کر دیا۔ (سیرۃ النبی جلد ۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبوی میں حضرت ابو عبیدہؓ کی استعداد و صلاحیت
کی کیا قدر و منزلت تھی اور آپ کے ایثار و قربانی کا کیا مرتبہ تھا۔ آپؓ کی ناشیم
صحبت نے سعد بن معاذ میں یہ روح پیدا کر دی۔

غزوۂ بدر میں جوشِ ایمانی کا مظاہرہ

بدر مدینہ منورہ سے اسی میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے جہاں رمضان
سنہ ۲ھ میں فرزندانِ اسلام اور مشرکین مکہ کے درمیان پہلی باقاعدہ جنگ
ہوئی۔ اس میں مومنینِ صادقین نے خلوص اور جوشِ ایمانی کا وہ مظاہرہ کیا کہ
خدا کی رضا اور رسول کی خوشنودی کے لئے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں
کو بھی جو کافر تھے تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے لختِ
جگر عبدالرحمٰن کو مقابلہ کے لئے پکارا۔ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
روک لیا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو قتل کر دیا،
حضرت ہمزہ، حضرت علی اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم نے عتبہ
شیبہ، اور ولید کو خاک و خون میں سلا دیا جو ان کے جدی بھائی تھے، حضرت

ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اپنے جوش ایمان میں ان تمام بزرگوں پر فوقیت لے گئے آپ کے والد مسلمان نہیں ہوئے تھے، غزوۂ بدر میں وہ بھی مشرکین مکہ کی صف میں تھے وہ حضرت ابو عبیدہؓ کے مقابلہ میں آئے، پہلے تو حضرت ابو عبیدہ نے طرح دی، لیکن بالآخر جوش ایمانی محبت پدری پر غالب آگیا اور آپ نے باپ کا کام تمام کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی[1]

لا تجد قوماً یؤمنون باللہ	جو لوگ خدا اور روز آخرت پر ایمان لائے ان کو
والیوم الآخر یوادون من	تم ایسا نہ پاؤ گے کہ وہ خدا و رسول کے
حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا	مخالفین سے محبت رکھتے ہوں اگرچہ وہ اُنکے
اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم	اپ بھائی اور اہل خاندان ہی کیوں نہ ہوں
او عشیرتھم اولٰئک کتب	یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کے اندر خدا نے
فی قلوبھم الایمان وایدھم	ایمان نقش کر دیا ہے۔ اور ان کو اپنی رحمت
بروح منہ ویدخلھم	سے مدد دی ہے، وہ ان کو ایسے باغوں
جنت تجری من تحتھا الانھر	میں داخل کرے گا جن میں نہریں جاری
خلدین فیھا رضی اللہ عنھم	ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے
ورضوا عنہ اولٰئک حزب	راضی ہوگا اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے
اللہ الا ان حزب اللہ ھم	یہ لوگ اللہ کے گروہ ہیں اور حق یہ ہے کہ اللہ
المفلحون۔	ہی کا گروہ فلاح پانے والا ہے۔ !

اس جنگ میں تین سو سے کچھ زیادہ مسلمان تھے جن کے پاس نہ کافی اسلحہ تھے

---

[1] سیرۃ النبویہ برحاشیہ سیرۃ حلبیہ جلد ۱ مطبوعہ مصر۔

نہ کافی سواریاں تھیں نہ کافی کھانے پینے کا سامان تھا۔ دشمنوں کی تعداد ایک ہزار تھی اور ان کے پاس ہر طرح کا سامان موجود تھا، مگر مسلمانوں کو خدا کی معیت و نصرت حاصل تھی اس لیے مسلمان ہی فتحیاب ہوئے۔

اللہ تعالیٰ مشرکین قریش کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (پ۹ س انفال ۲۶)	اگر تم لوگ فیصلہ چاہتے ہو تو وہ فیصلہ تمہارے سامنے آموجود ہوا اور اگر تم (دین حق کی دشمنی سے) باز آجاؤ تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تم نے اعادۂ عداوت کیا تو ہم بھی اعادۂ نصرت کریں گے اور تمہاری جمعیت تمہارے کچھ بھی کام نہ آئیگی۔ اگرچہ وہ کثیر التعداد ہو، اور حق یہ ہے کہ اللہ مومنوں کے ساتھ ہے۔

اسی طرح ایک جگہ مسلمانوں سے ارشاد ہوا ہے۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝	(مسلمانو!) اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی حالانکہ تم گری ہوئی حالت میں تھے پس اللہ سے ڈرو تاکہ شکر گزار بن سکو۔

غزوۂ اُحد میں مظاہرۂ حبِ رسول

اُحد مدینہ کے شمال میں ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑ ہے اس کے میدان میں ۳ھ میں مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان جنگ ہوئی۔ مشرکین مکہ بدر کی شکست کا انتقام لینے کے لئے مدینہ پر حملہ آور ہوئے تھے۔ حضرت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب میں ایک ہزار آدمی تھے جن میں تین سو منافق تھے انھوں نے عین موقع پر غداری کی اور اپنے سردار عبداللہ بن ابی کے ساتھ علیحدہ ہو گئے۔

اب مجاہدین کی تعداد صرف سات سو تھی اور دشمن تین ہزار تھے، غازیان اسلام کی صف بندی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح و حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو مقدمۃ الجیش کا افسر مقرر فرمایا۔ ذرا رسالت مآب کی دور بینی دیکھئے سالہا سال کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ فاتح شام اور حضرت سعد فاتح ایران ہونے والے ہیں۔ لیکن نبوت کی دور بین نگاہ اس استعداد و صلاحیت کو ابھی سے دیکھ رہی ہے اور دونوں سپہ سالارانِ اسلام کو مقدمۃ الجیش کی قیادت سے ممتاز فرمایا جا رہا ہے۔

جنگ شروع ہوئی۔ صفِ مشرکین سے بڑے بڑے نامور شجاع آگے آئے اور شکست کھا کر پیچھے ہٹ گئے۔ اس پر مشرکین کے علمبردار طلحہ بن عثمان کو غصہ آیا۔ اس نے آگے بڑھکر کہا "مسلمانو! تمھارا خیال ہے کہ جو شخص تمھارے ہاتھ سے مارا جاتا ہے وہ دوزخ میں جاتا ہے اور تم مارے جاتے ہو تو سیدھے جنت میں پہنچ جاتے ہو۔ پس کون ہے جو میرے مقابلہ میں آئے اور مجھے دوزخ میں پہنچائے یا میرے ہاتھ سے جنت میں پہنچ جائے"؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سنکر آگے بڑھے اور ایک ہی وار میں اُسے دوزخ میں پہنچا دیا۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں تلوار تھی حضور نے فرمایا

من یاخذ ھٰذا بحقہ؟ کون ہے جو اس تلوار کو لے اور اس کا حق ادا کرے؟

حضرت ابو دجانہ نے عرض کیا۔

وَمَا حقہ یارسول اللہ؟ یارسول اللہ! اس کا حق کیا ہے۔؟

حضورؐ نے فرمایا۔

تضرب به العدو حتی ینحنی۔ اس سے اتنے دشمنوں کو قتل کرو کہ یہ ٹیڑھی ہو جائے

حضرت ابو دجانہؓ نے عرض کیا۔

انا اخذہ تو میں اسے لوں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں تلوار عطا فرمادی۔ اور انھوں نے واقعی اس کا حق ادا کر دیا۔

شجاعانِ اسلام کے زبردست حملوں نے دشمنوں کے پاؤں اکھاڑ دیئے مگر ابھی ان کو پورے طور پر شکست نہیں ہوئی تھی کہ مسلمان لوٹ میں مصروف ہو گئے ایک درّہ تھا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن جبیرؓ کو پچاس تیراندازوں کے ساتھ مامور فرمادیا تھا اور ہدایت فرمادی تھی کہ مسلمانوں کو فتح ہو یا شکست وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں، مگر مسلمانوں نے لوٹ شروع کی تو ان کی فوج بھی لوٹ کی طرف بڑھی۔ حضرت عبد اللہؓ نے بہت روکا۔ لیکن انکی کسی نے نہ سنی جب درّہ خالی ہو گیا تو حضرت خالدؓ نے جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اسی طرف سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اس طرح جنگ کا رُخ پلٹ گیا مشرکین ہر طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ٹوٹ پڑے۔ عتبہ بن ابی وقاص نے پتھر مارے جس سے حضور کے دندانِ مبارک شہید ہو گئے۔ ابن قمیہ نے ایسی تلوار ماری کہ حضور کے خود کی کڑیاں رخسار مبارک میں پیوست ہو گئیں۔ چہرۂ انور خون سے تر ہو گیا۔ حضورؐ خون پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے،

كيف يفلح القوم خضبوا وجه نبيهم بالدم و يدعوهم الى الله

وہ لوگ کیونکر فلاح یاب ہوں گے جنھوں نے نبی کے چہرہ کو خون سے رنگین کر دیا حالانکہ وہ ان کے سوا کچھ نہیں کرتا کہ ان کو خدا کی طرف بلاتا ہے "۔ لہ

اسی حالت میں ابن قمیہ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ یہ حضورؐ کے ہمشکل تھے اس لئے شور ہو گیا کہ حضورؐ شہید ہو گئے۔ اس خبر سے مسلمانوں کے خرمن صبر و استقلال پر بجلی گر پڑی اور ان کے حواس جاتے رہے۔ بڑے بڑے صحابہ نے میدان چھوڑ دیا کہ حضور ہی نہ رہے تو لڑنے کا کیا حاصل۔

اس نازک ترین وقت میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف سات انصار و مہاجرین باقی تھے۔ انھیں پیکر استقلال و استقامت میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ بھی تھے جو دادِ جانبازی و فداکاری دے رہے تھے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک میں خود کی جو کڑیاں چبھی تھیں ان کو اختتام جنگ کے بعد حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے اپنے دانتوں سے نکالا۔ کڑیاں اس قدر سخت چبھی تھیں کہ پہلی کڑی نکالنے میں حضرت ابو عبیدہؓ کا آگے کا ایک دانت ٹوٹ گیا اور دوسری کڑی نکالنے میں دوسرا دانت شہید ہو گیا۔ ۲ہ

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو ذاتِ رسالت مآب سے کیسی محبت و شیفتگی تھی۔

بنو ثعلبہ کی سرکوبی

بنو ثعلبہ مدینہ کے حوالی میں غارت گری کر کے اہل مدینہ کو نقصان پہونچایا کرتے تھے

لہ ابن اثیر جلد ۲ ۲ہ مدارج النبوۃ جلد ۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع الاول ۶ھ ان کی سرکوبی کے لئے حضرت محمد بن مسلمہ کو بھیجا۔ دس مجاہدین تھے اور ۱۰۰ ڈاکو۔ کچھ دیر تو مسلمان ثابت قدمی سے مقابلہ کرتے رہے لیکن بالآخر ڈاکوؤں نے یکبارگی حملہ کرکے تقریباً کل مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ حضرت محمد بن مسلمہ کے ٹخنے میں سخت چوٹ آئی اور وہ زمین پر گر پڑے۔ ایک بہادر مسلمان اُن کو کندھے پر سوار کرکے مدینہ منورہ لایا۔

دوسری دفعہ ربیع الثانی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو چالیس مجاہدین کے ساتھ بھیجا۔ آپ بنو ثعلبہ کے مرکز ذوالقصہ پر حملہ آور ہوئے ڈاکوؤں کو مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی۔ وہ پہاڑوں میں بھاگ گئے حضرت ابو عبیدہ ان کے مویشیوں اور مال و اسباب کو لیکر کامیاب واپس آئے ایک آدمی کو بھی گرفتار کر لائے تھے جو مسلمان ہوگیا۔ [1]

سریہ ذات السلاسل

حضرت ابو عبیدہ اسی سال بیعت الرضوان میں شریک ہوئے۔ حدیبیہ میں قریش مکہ سے جو عہد نامہ طے پایا تھا۔ اس پر اُن کی شہادت بھی تھی۔ پھر ۷ھ میں خیبر کی فوج کشی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب ہوئے اور اس کی فتح میں شجاعت و بہادری کے ساتھ حصہ لیا۔ [2]

اسی سال حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ قبیلہ قضاعہ کے لوگ مدینہ منورہ پر حملہ کرنیکی تیاری کر رہے ہیں۔ اُن کی سرکوبی کے لئے آنحضرت

---

[1] مدارج النبوۃ جلد ۲ - [2] سیر المہاجرین

نے تین سو مجاہدین کے ساتھ حضرت عمرو بن عاص کو بھیجا۔

عاص سر زمین جذام کے ایک چشمے پر پہنچکر جس کا نام سلاسل تھا حضرت عمرو بن کو معلوم ہوا کہ دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ان کی سرکوبی کے لئے اور آدمیوں کی ضرورت ہے۔ اس لئے انھوں نے دربار رسالت سے مدد طلب کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کی سرکردگی میں دو سو مجاہدین روانہ فرمائے جن میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما جیسے بزرگ بھی تھے۔ روانگی کے وقت حضورؐ نے حضرت ابو عبیدہؓ کو ہدایت فرمائی کہ آپس میں اختلاف نہ کرنا۔ رسالت کی آنکھیں پیش آنے والے واقع کو دیکھ رہی تھیں۔ حضرت ابو عبیدہؓ حضرت عمرو بن عاص کے پاس پہنچے تو امارت کا سوال پیدا ہوا۔ تقدس اور بزرگی کے لحاظ سے حضرت ابو عبیدہؓ ہی امارت و سپہ سالاری کے مستحق تھے۔ لیکن حضرت عمرو بن عاصؓ نے کہا کہ آپ میری اعانت کو بھیجے گئے ہیں اس لئے آپ کو میری سرکردگی میں رہنا چاہیئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا کہ تم اپنی فوج کے امیر رہو۔ میں اپنی فوج کا امیر ہوں۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے اس دلیل کو قبول نہیں کیا۔ بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق حضرت ابو عبیدہؓ دعوی امارت سے دست بردار ہو گئے اور حضرت عمرو بن عاص کی زیر امارت نہایت بہادری سے دشمنوں سے جہاد کیا اور کامیاب ہو گئے۔ دشمن بھاگ گئے اور ان کا مال و اسباب بطور غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

واپسی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امارت کے اختلاف اور حضرت

ابوعبیدہ رض کی اطاعت کی کیفیت سنی تو فرمایا ۔

رحم اللہ ابا عبیدۃ ۱؎ ابوعبیدہ پر خدا کی رحمت ہو ۔

سریہ سیف البحر کی امارت

سیف البحر کے معنی ہیں سمندر کا کنارہ ۔ یہ مہم جہینہ کے علاقہ پر بھیجی گئی تھی ۔ جو مدینہ طیبہ سے پانچ روز کے فاصلے پر سمندر کے کنارے واقع ہے اس لئے اس کو مہم سیف البحر کہتے ہیں اس مہم کا ایک نام مہم خبط بھی ہے ۔ خبط ایسے پتوں کو کہتے ہیں جو لکڑی وغیرہ سے مار کر گرائے جاتے ہیں ۔ اس مہم میں سامان رسد ختم ہو جانے کے باعث مجاہدین کو درخت کے پتوں پر گذر کرنا پڑا اس بنا پر اس کو مہم خبط بھی کہتے ہیں ۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب ۸ھ میں تین سو مہاجرین و انصار کی ایک جماعت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری میں علاقہ جہینہ کی طرف بھیجی ۔ اس فوج میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے ۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رض جو مشہور صحابی ہیں ۔ اس مہم میں شریک تھے ان کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تین سو سواروں کے ساتھ جن کے سپہ سالار حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رض تھے قافلہ قریش کی دیکھ بھال کے لئے بھیجا ہم نے ساحل پر پہنچکر قیام کیا وہاں ہمارا سامانِ رسد ختم ہو گیا ۔ اور ہمیں پتے کھا کھا کر گذارنا پڑا ۔ یہاں تک کہ ہمارے گلے زخمی ہو گئے ۔ آخر سمندر کی موجوں نے ہماری جانب ایک آبی جانور ڈال دیا جسے عنبر کہتے ہیں ۔ اس سے نصف مہینہ تک

۱؎ مدارج النبوت جلد ۲ ۔

ہم لوگوں نے اپنا گذر کیا۔ ہم لوگ اس سے بالکل تندرست ہو گئے۔

حضرت جابرؓ ہی کا ایک اور بیان ہے جس سے اس جانور کی تفصیلی حالت معلوم ہوتی ہے فرماتے ہیں "سمندر کے کنارے ریگ کے ایک بڑے تودے کی مانند کوئی چیز نمودار ہوئی، ہم لوگ اس کے پاس گئے تو دیکھا کہ ایک جانور ہے جسے عنبر کہتے ہیں ہم لوگوں نے نصف مہینہ تک اس پر گذر کیا۔ حالانکہ ہم لوگ تین سو آدمی تھے۔ ہم سب کے سب موٹے تازے ہو گئے۔ اس جانور کی جسامت کا یہ حال تھا کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے ایک روز ہم میں سے تیرہ آدمیوں کو اس کے حلقے میں بٹھا دیا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے ایک دفعہ یہ بھی کیا کہ اس جانور کی پسلی کی ایک ہڈی لی پھر ہمارے ساتھ جو اونٹ تھے اُن میں سے سب سے اونچا اونٹ منتخب کیا اور اس پر پالان رکھکر ہم میں سے جو آدمی سب سے بلند قامت تھا اسے اس اونٹ پر سوار کیا اور وہ اونٹ اس کی پسلی کی ہڈی سے گذر گیا۔ مدینہ کو واپس ہوتے وقت ہم لوگوں نے بچے ہوئے گوشت کو بطور زادِ سفر ساتھ لے لیا۔ اور جب مدینہ میں پہنچے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے حضورؐ سے اس جانور کی کیفیت عرض کی۔ حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھاری شکم پروری کے لئے اسے پیدا فرما دیا۔ کیا اس کا کچھ گوشت ساتھ لائے ہو! اگر ہو تو مجھے بھی کھلاؤ،

تعمیلِ ارشاد کے طور پر ہم نے حضور کی خدمت میں گوشت پیش کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تناول فرمایا۔ [1]

---

[1] تاریخ الخمیس جلد دوم مطبوعہ مصر، مواہب لدنیہ جلد اول مطبوعہ مصر ۱۲

حکومتِ نجران

غزوۂ بدر و احد سے لے کر حنین اور طائف کی جنگ تک حضرت ابو عبیدہ تمام معرکوں میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ اور ہر معرکہ میں جانبازانہ حصہ لیتے رہے۔ ۱۰ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو نجران کا حاکم بنا کر بھیجا۔ نجران مکہ اور یمن کے درمیان عیسائیوں کا ایک ممتاز شہر تھا۔ داعیِ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہل نجران کو اسلام کی دعوت دی تو انھوں نے اپنے سرداروں اور پیشواؤں کا ایک وفد حضور نبوی میں بھیجا جو ۲۴ افراد پر مشتمل تھا۔ ان میں عاقب اور سید سردار قبیلہ تھے، اور ابوحارثہ بن علقمہ ان کا سب سے بڑا مذہبی پیشوا تھا۔ یہ شخص اپنے علم و فضل کے باعث نصرانی درباروں میں بھی قدر و منزلت کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ وہ کتب سابقہ کا عالم تھا اس لئے اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پوشیدہ نہ تھی لیکن اس پر دنیاوی اغراض و اہواء کا اتنا غلبہ تھا کہ وہ باطل سے تائب ہو کر حق کو قبول نہ کر سکتا تھا۔

اہل نجران نے مدینہ طیبہ پہنچکر ریشمی لباس زیب تن کئے۔ جن کے دامن زمین پر گھسٹ رہے تھے۔ پھر سونے کی انگوٹھیاں پہنیں اور بڑی شان سے مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ انھوں نے یہ خیال نہ کیا کہ وہ اس درویش صفت شہنشاہ کونین کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں جو دونوں جہان کی دولت رکھنے کے باوجود فقر پر فخر کرتا ہے۔ چنانچہ انھوں نے حضور کی خدمت میں

حاضر ہو کر سلام عرض کیا تو حضورؐ نے بغیر جواب دیئے منہ پھیر لیا۔ اہل نجران نے نماز سے فارغ ہو کر چاہا کہ حضور سے باتیں کریں مگر حضور مخاطب نہ ہوئے، وہ لوگ مسجد سے نکلکر حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے ملے، اور یہ حالت بیان کی۔ انھوں نے حضرت علی سے ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو چاہیئے کہ ریشمی لباس اور سونے کی انگوٹھیاں اُتار دیں جب حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوں۔

چنانچہ وہ لوگ اسی طرح حاضر ہوئے تو حضورؐ نے سلام بھی قبول فرمایا اور باتیں بھی کیں۔ طویل بحث و گفتگو کے باوجود اہلِ نجران قبول حق پر آمادہ نہ ہوئے اس لئے یہ طے پایا کہ فریقین ایک دوسرے پر لعنت کریں جو جھوٹا ہوگا اس پر لعنت پڑ جائے گی۔ اہل وفد نے اپنے سردار عاقب سے مشورہ طلب کیا اس نے کہا "تم جانتے ہو کہ یہ سچے رسول ہیں اور سچے رسول سے ایسا مقابلہ کر کے کسی نے فلاح نہیں پائی۔ پھر ان سے مقابلہ کر کے تباہ ہونے سے کیا حاصل اسلام قبول کرنا منظور نہیں تو صلح کر لو" چنانچہ اہل وفد نے سالانہ دو ہزار حلے، کچھ سونا کچھ زرہیں اور کچھ گھوڑے بطور جزیہ دینا منظور کر کے صلح کر لی۔

اہل نجران پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ظاہر ہو چکی تھی اسلئے ان کے سردار عاقب اور سید دوبارہ آئے اور مسلمان ہو گئے، ان کے بعد نجران کے اور لوگوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ چلتے وقت عاقب اور سید نے عرض کی کہ کسی امین آدمی کو ہمارے ساتھ کر دیجئے جو ہمیں دین کی تعلیم بھی دے اور ہمارے معاملات بھی فیصل کر دیا کرے۔

حضور نے فرمایا

لأبعثن معكم امينا حق امين۔ — میں تمہارے ساتھ ایسے امین کو بھیجوں گا جو حقیقی معنی میں امین ہے۔

صحابۂ کرام شوق و اضطراب سے دیکھنے لگے کہ یہ شرف کس خوش نصیب کے حصے میں آتا ہے۔ اتنے میں ارشاد ہوا۔

قم یا ابا عبیدۃ بن الجراح — ابوعبیدہ بن الجراح کھڑے ہو جاؤ!

حضرت ابوعبیدہ نے تعمیل ارشاد کی۔

حضور نے فرمایا

هذا امين هذه الامة — یہ اس امت کے امین ہیں۔

اس شرف خاص میں حضرت ابوعبیدہؓ کا کوئی ہمسر نہیں۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ بحرین سے مصالحت کر لی تھی اور علاء بن الحضرمی کو بحرین کا امیر مقرر کیا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ ایک دفعہ وہاں سے جزیہ کی رقم لانے پر مامور ہوئے جب لیکر مدینہ پہنچے تو اس روز نماز صبح میں انصار کا غیر معمولی مجمع ہوا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متبسم ہو کر فرمایا

"شاید تم لوگوں کو ابوعبیدہ کے آنے کی اطلاع ہو گئی ہے"۔

لوگوں نے عرض کی۔ "ہاں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

بشارت ہو کہ آج تمہیں خوش کر دوں گا۔ لیکن خدا کی قسم میں تمہارے

---

[1] تاریخ الخمیس جلد ۲ مطبوعہ مصر و مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۹۵

فقر و افلاس سے نہیں ڈرتا۔ بلکہ مجھے خوف ہے کہ پہلی قوموں کی طرح تمھارے اوپر بھی دنیا کشادہ ہو جائے گی اور جس طرح ان کو مناقشت باہمی اور حسد و طمع نے ہلاک کر دیا تھا تمھیں بھی ہلاک کر دیگی"(بخاری)

قیامِ خلافت میں تدبر و اخلاص

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر ایک بڑی پیچیدہ اور نازک حالت پیدا ہو گئی تھی، اگر اس وقت حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کی کوششیں بروئے کار نہ آتیں تو شیرازۂ امت بالکل منتشر ہو جاتا۔ ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین باقی ہی تھی کہ سقیفہ بنی ساعدہ کے مہاجرین و انصار میں خلافت رسول کے مسئلہ پر نزاع پیدا ہو گئی۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اس کی اطلاع پاکر بہت گھبرائے کہ اگر یہ اختلاف طول پکڑ گیا تو مسلمانوں کا کیا حشر ہوگا۔ چنانچہ دونوں بزرگ حضرت ابوعبیدہ کو ساتھ لیکر اسی وقت سقیفہ بنو ساعدہ پہنچے اور انصار کو سمجھانے لگے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت حباب بن المنذر انصاری میں تیز و تند گفتگو ہونے لگی، حضرت ابوعبیدہؓ نے دونوں بزرگوں کو اس طرح باتیں کرنے سے روکا اور انصار سے مخاطب ہو کر کہا

یا معشر الانصار انکم کنتم اول من نصر فلا تکونوا اول من غیر۔

حضرات انصار! تم وہ ہو جنھوں نے سب سے پہلے اسلام کی مدد کی۔ پھر تمھیں بانیِ اختلاف و افتراق نہ بنو۔

حضرت ابو عبیدہ کی گفتگو کا انصار پر نہایت اچھا اثر ہوا۔ حضرت بشیر بن

سعد انصاری نے کہا "حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش سے تھے اس لئے قریش آنحضرتؐ کی خلافت وجانشینی کے ہم سے زیادہ حقدار ہیں۔ یہ واقعہ ہے کہ ہم اسلام کے انصار اور ایمان میں اکثر قریش سے مقدم ہیں۔ لیکن ہم نے یہ سب کچھ خدا اور رسول کی خوشنودی کے لئے کیا تھا۔ نہ کہ خلافت وامارت کے لئے۔ اس لئے ہم خلافت کے لئے قریش سے جھگڑا کرنا مناسب نہیں سمجھتے"۔

حباب بن المنذر انصاری بشیر بن سعد پر بہت برہم ہوئے۔ اور لا کہنے لگے "تم نے بزدلی کا اظہار کر کے معاملہ خراب کر دیا"۔

حضرت بشیر بن سعد نے کہا "میں بزدلی کی وجہ سے نہیں کہتا بلکہ حق کی بنا پہ کہتا ہوں۔ کیا تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا کہ۔ الائمۃ من قریش؟

اس ارشاد رسولؐ کے درمیان میں آتے ہی مہاجرین وانصار کی گردنیں جھک گئیں حباب بن منذر بھی چپ ہو گئے مجلس کا شور وغل سکوت وخموشی سے بدل گیا یہ تھی صحابہ کی شان جس پر مسلمانوں کو قربان ہونا چاہیئے۔ یہ تھے ارشاد ربانی یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول۔

اتنا بڑا اختلاف اور اس قدر اہم معاملہ۔ مگر حضورؐ کے ایک مختصر ارشاد کے درمیان میں آتے ہی ختم ہو گیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے پہلے حضرت عمرؓ کو خلافت کے لئے پیش کیا انھوں نے انکار فرمایا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت ابو عبیدہ کو پیش کیا کر کے فرمایا "یہ ابوعبیدہؓ بن الجراح ہیں جن کو "امین الامت" کا خطاب مرحمت

ہوا ہے۔" مگر اس خوشناس امانت نے بارِ خلافت اُٹھانے سے انکار کر دیا اور دونوں بزرگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک پر بیعت کر لی اس کے بعد بیعتِ عام شروع ہو گئی۔ ؎۱

جہادِ شام

مجلسِ شوریٰ

عرب اور شام کی سرحدیں ملی ہوئی ہیں۔ اس تعلق کی بنا پر اسلامی عہد سے پہلے بہت سے عرب شام میں آباد ہو گئے تھے۔ اور قیصرِ روم کے ماتحت حکومتیں بھی قائم کر لیں تھیں۔ قیصر عیسائی مذہب کا پیرو تھا۔ اس کے اثر سے عربوں نے بھی عیسائیت اختیار کر لی تھی انھیں عربوں میں والی بصرہ شرجیل بن عمرو غسانی بھی تھا سنہ ۶ھ میں حضرت ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلاطین کو دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجے تو شرجیل بن عمرو غسانی کے پاس بھی مکتوبِ دعوت بھیجا، حضرت حارثؓ ابن عمیر نامۂ رسالت لیکر گئے تھے۔ شرجیل نے آپ کو شہید کر ڈالا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو حضورؐ کو بہت صدمہ ہوا۔ حضورؐ نے حضرت حارثؓ کے انتقام کے لئے حضرت زید بن حارثؓ کی زیر سرکردگی تین ہزار مجاہدین کو بھیجا، شرجیل نے خود بھی فوجیں جمع کیں اور قیصرِ روم سے بھی امداد طلب کی اور ایک لاکھ کی جمعیت

؎۱ ابن خلدون اور سیر المہاجرین ۔ ۱۲۰

سے ساتھ مقابلہ کے لئے آیا۔ فریقین میں بمقام موتہ جنگ ہوئی۔

یہ ۸ھ کا واقعہ ہے۔ دوسرے سال دربار رسالت میں خبر پہنچی کہ قیصر روم لشکر جرار کے ساتھ مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے والا ہے۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مجاہدین اسلام کو لیکر تبوک تک گئے۔ لیکن قیصر مقابلے میں نہیں آیا اس لئے واپس تشریف لائے۔

غرض رومی مسلمانوں کے مستقل حریف تھے۔ اس بنا پر ۱۱ھ میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کے لئے ایک فوج تیار کی۔ لیکن مجاہدین کی روانگی سے پہلے ہی حضور کا وصال ہو گیا اور یہ مہم معرض التوا میں پڑ گئی

اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ منصب خلافت پر فائز ہوئے آپ نے التواشدہ مہم تیار کر کے بھیجی جو کامیاب واپس آئی۔ اسی زمانہ میں عرب میں ارتداد کا فتنہ برپا ہو گیا۔ جس کے فرو کرنے میں عرصہ تک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو شام سے متعلق فوجی کارروائی کرنے کا موقع نہیں ملا۔ لیکن جوں ہی آپ کو فتنۂ ارتداد سے فرصت ملی آپ نے جہاد شام کے مسئلہ پر غور کرنے کے لیے مجلس شوریٰ منعقد فرمائی۔ اس اہم ترین مجلس میں حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت طلحہ۔ حواری رسول حضرت زبیر بن العوام۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف۔ امین الامت حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح حضرت سعد بن ابی وقاص اور دوسرے مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم شریک تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجلس شوریٰ کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتیں حد شمار سے باہر ہیں۔ اس کے بندے اپنے اعمال سے اس کے احسانات کا حق شکر ادا نہیں کر سکتے۔ اللہ کی بہت بہت ستائش ہے اس نے تم میں اتحاد پیدا کر کے تم پر بڑا فضل فرمایا ہے اس نے تمہارا باہمی اختلاف دور کر دیا ہے۔ تمہیں اسلام کی راہ دکھا دی ہے اور شیطان کو تم سے دفع کر دیا ہے۔ اس لئے اس کا اندیشہ نہیں ہے کہ تم آئندہ کبھی شرک کا ارتکاب کرو گے اور اللہ کے بجائے کوئی اور معبود بنا لو گے۔

عرب ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں میرا ارادہ ہے کہ عربوں کو رومیوں سے جنگ کرنے کے لئے شام بھیجوں۔ اس جنگ میں جو مارا جائے گا وہ شہید ہوگا۔ نیکوکاروں کے لئے خدا کے یہاں جو اجر مہیا ہی وہ اس دنیا سے کہیں بہتر ہے اور جو اس جنگ میں زندہ بچے گا۔ وہ دین الٰہی کا حامی قرار پائے گا اور اللہ سے مجاہد کا ثواب حاصل کرے گا یہ میری رائے ہے۔ اب تم اپنی رائے سے مجھے آگاہ کرو۔

حضرت عمر فاروق نے حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا۔

واللہ ٹھیک اسی غرض سے جس کا آپ نے اظہار فرمایا ہے، میں آپ سے ملنا چاہتا تھا۔ لیکن خدا کو یہی منظور تھا کہ اس وقت آپ ہی کی زبان سے یہ بات ظاہر ہو۔ آپ کی رائے نہایت مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو راہ ہدایت پر ثابت قدم رکھے۔ آپ ضرور شام کی طرف سوار اور پیدل فوجیں بھیجیں۔ ایک کے بعد دوسرا لشکر روانہ فرمائیں

اللہ عزوجل اپنے دین کو فتح مند کرے گا اور اسلام اور اہل اسلام کو غلبہ عطا فرمائے گا۔ اپنے رسول سے اس نے جو وعدہ کیا ہے اسکو پورا کریگا

حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔

میری رائے میں آپ مسلمانوں کے بہی خواہ اور شفیق ہیں آپ کی ہر تجویز سعادت و خوبی اور کامیابی کی حامل ہوگی۔ اس لئے آپ اس پر عمل شروع کر دیجئے۔ آپ پر کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ، حضرت سعد بن وقاصؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعید بن زبیرؓ اور دوسرے تمام مہاجرین و انصار نے جو شریک مجلس تھے حضرت ابو بکر کی تائید کی اور کہا کہ

آپ نے جو کچھ سوچا ہے اس پر عمل کیجئے ہم آپ کی اطاعت کرینگے ہم میں سے کوئی شخص نہ آپ کی مخالفت کرے گا۔ نہ آپ کی رائے میں شک کو راہ دے گا۔ نہ آپ کی دعوت کو رد کرے گا۔

اس کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور حمد و نعت کے بعد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے اسلام جیسا دین دیکر تم پر احسان فرمایا ہے تمہیں جہاد کے ذریعہ قوت بخشی ہے اور اس دین حنیف کے ذریعہ تمہیں سارے مذاہب کے پیروؤں پر بزرگی عطا فرمائی ہے۔ لہذا ملک شام میں رومیوں سے جہاد کرنے کے لئے کمربستہ ہو جاؤ۔ میں بعض آدمیوں کو تم پر سردار بناؤں گا۔ تم اپنے پروردگار کے اطاعت گذار رہنا۔ اور اپنے سرداروں کی حکم عدولی نہ کرنا،

تمھاری نیت، تمھارا عمل، تمھارا اخلاق، اور تمھارا کھانا پینا سب کچھ درست ہو، کیونکہ خدا انھیں کے ساتھ ہے جو متقی اور صالح ہیں"

رومیوں کی کثرت اور شجاعت و بہادری کا خیال کر کے ایک بار لوگوں پر سناٹا یہ رنگ دیکھکر حضرت عمرؓ فاروق رضی اللہ عنہ جوش سے بے تاب ہو گئے اور کھڑے ہو کر فرمایا۔

"مسلمانو! یہ کیا ہے کہ تم خلیفۂ رسول کی دعوت پر لبیک نہیں کہتے؟ حالانکہ ان کی دعوت میں تمھارے لئے سرمایۂ حیات ہے"

یہ سنکر خالد بن سعید بن العاص اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا

"تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کردے۔ اگرچہ یہ غلبہ مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار گذرے اللہ اپنا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا۔ اپنے دین کو ضرور فتحمند اور اپنے دشمنوں کو برباد کرے گا۔

پھر حضرت ابوبکرؓ سے مخاطب ہو کر کہا

ہم نہ آپ کی مخالفت کریں گے۔ اور نہ آپ کو چھوڑیں گے۔ آپ ہمارے بہی خواہ ہیں، شفیق ہیں، دوست ہیں، مددگار ہیں، امیر ہیں۔ ہمیں آپ جس وقت بلائیں گے ہم دوڑے آئیں گے۔ جب حکم دیں گے بجا لائیں گے۔ جب پکاریں گے حاضر ہوں گے۔

حضرت خالد بن سعید کے جواب سے حضرت ابوبکر بہت خوش ہوئے۔ اُن کے لئے

دعائے خیر فرمائی اور تیاری کا حکم دیا۔

حضرت خالد بن سعیدؓ تیار ہو کر حضرت ابو بکرؓ کے پاس مسجد میں آئے ۔ مہاجرین و انصار بڑی تعداد میں جمع تھے ۔حضرت خالد بن سعید نے سلام کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ سے کہا

خدا کی قسم! میں اس کو کہیں زیادہ پسند کرتا ہوں کہ میں سر بفلک پہاڑ سے گر پڑوں یا زمین و آسمان کے درمیان مجھے کوئی خونخوار پرند اُچک لے لیکن یہ پسند نہیں کرتا کہ آپ مجھے بلائیں اور میں توقف کروں ۔ آپ حکم دیں اور میں تعمیل نہ کروں ۔ واللہ نہ مجھے دنیا سے محبت ہے نہ میں طولانی زندگی کی تمنا رکھتا ہوں تم سب لوگ گواہ رہو کہ میں ۔ میرے عزیز و اخوان ۔ میرے نوکر چاکر اور میرے تمام اہلِ خاندان جو میری بات مانتے ہیں سب راہِ خدا میں لڑنے کے لئے وقف ہیں ۔ ہم برابر مشرکوں سے مصروف جنگ رہیں گے ۔ یہاں تک کہ اللہ انھیں ہلاک کر ڈالے یا ہم سب اپنی زندگیاں قربان کر دیں ۔"

حضرت ابو بکر اور مسلمانوں نے حضرت خالد بن سعید کے حق میں دعائے خیر کی حضرت خالد بن سعیدؓ اور ان کے ساتھی میدان میں خیمہ زن ہوئے ۔ مجاہدین شام کا یہ پہلا گروہ تھا جس نے گھر چھوڑ کر خدا کی راہ میں پڑاؤ ڈالا ۔

اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے مدینے میں عام منادی کرا دی کہ لوگ اپنے دشمن رومیوں سے جہاد کرنے کے لئے نکلیں ۔

یہ منادی سن کر مجاہدین اپنے اپنے گھروں سے نکلکر لشکر گاہ میں جمع ہونا شروع ہوگئے

جہادِ شام کی قیادت عظمیٰ پر تقرر

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح
حضرت معاذ بن جبل۔ حضرت یزید بن ابی سفیان حضرت شرجیل بن حسنہ
رضی اللہ عنہم کو طلب کر کے فرمایا

میں تم لوگوں کو جہادِ شام کے لئے روانہ کرنا اور افواج اسلامیہ کا سپہ سالار بنانا چاہتا ہوں میں جتنی فوج جمع کر سکوں گا۔ تم میں سے ہر ایک کی سرکردگی میں جدا جدا روانہ کروں گا۔ اگر میدان کارزار میں کہیں تم سب یکجا ہوگئے تو تم سب کے سپہ سالار ابوعبیدہؓ بن الجراح ہونگے اور اگر وہ موجود نہ ہوں اور جنگ پیش آجائے تو یزید بن ابی سفیان قیادت کریں گے اس لئے اب تم لوگ جا کر تیاری کرو۔

مجاہدین کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔ ایک روز حضرت ابوبکر صدیق فوج کا معائنہ کرنے لشکر گاہ میں تشریف لے گئے۔ حضرت عمر فاروق اور دوسرے صحابہ ساتھ تھے حضرت ابوبکر نے دیکھا کہ ابھی مجاہدین کی تعداد ضرورت کے مطابق نہیں ہوئی۔ اس لئے آپ نے صحابہ سے دریافت فرمایا کہ:۔

تمہاری کیا رائے ہے؟ اتنے ہی لوگوں کو شام بھیجدیا جائے؟

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ تعداد کافی نہیں ہے۔ دوسرے صحابہ نے بھی یہی خیال ظاہر کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ پھر کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم

لکھکر جہاد کی ترغیب دیں۔ تمام صحابہ نے یہ رائے پسند کی۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے خادمِ رسولؐ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو خط دیکر یمن بھیجا۔

حضرت انس نے یمن کے گاؤں گاؤں اور قریئے قریئے میں پہنچکر حضرت ابوبکرؓ کا خط سنایا اور جہاد پر تقریر کی۔ اس طرح آپ حضرت ذوالکلاع حمیری کے پاس پہنچے۔ آپ نے خط اور تقریر سنتے ہی گھوڑا منگایا اور مسلح ہوکر میدان میں پڑاؤ ڈالکر اپنی قوم کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ جب آپ کی قوم کے لوگ بڑی تعداد میں جمع ہو گئے۔ تو آپ نے کھڑے ہو کر تقریر کی اور حمد و نعت کے بعد کہا۔

مسلمانو! تمھارے نیکوکار بھائیوں نے تمھیں مشرکوں سے جہاد کرنیکے لئے بلایا ہے تاکہ تم اجرِ عظیم کے مستحق بنو۔ لہذا جسے چلنا ہو ابھی میرے ساتھ کوچ کرے۔

ان لوگوں نے بڑی تعداد میں حضرت ذوالکلاعؓ کے ساتھ چلنے پر آمادگی ظاہر کی۔ چنانچہ آپ اُن کو لیکر مدینہ منورہ پہنچے۔

لشکرگاہ مدینہ میں مجاہدین کی امامت حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کرتے تھے مجاہدین یمن کے ساتھ ان کے اہل و عیال بھی تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھکر جوشِ مسرت میں صحابہ سے فرمایا۔

اللہ کے بندو! کیا ہم آپس میں کہا نہیں کرتے تھے کہ جب قبائل حمیر اپنے اہل و عیال کے ساتھ لدپھند کر آئیں گے تو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو غالب اور مشرکوں کو مغلوب کر دے گا۔؟

مسلمانو! دیکھو! آلِ حمیر خدا کی فتح و نصرت ساتھ لئے آ گئے۔

مجاہدین کی پہلی روانگی

جب مدینہ میں مجاہدین کی کافی تعداد جمع ہوگئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لشکرگاہ پر گئے اور حضرت یزید بن ابی سفیانؓ اور حضرت زمعہ بن الاسودؓ کو ایک علم مرحمت فرماکر روانگی کا حکم دیا۔

یزید بن ابی سفیانؓ گھوڑے پر سوار ہوکر فوج کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہونے لگے تو خلیفۂ رسولؐ حضرت امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پاپیادہ ان کی مشایعت کے لئے چلے۔ حضرت یزید بن ابی سفیان نے فرط ادب سے عرض کیا کہ خلیفہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! یا تو آپ بھی سوار ہوجائیں۔ یا مجھے بھی اجازت دیں کہ میں سواری سے اتر پڑوں۔ مجھ سے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ میں سواری پر ہوں اور آپ پیدل۔ حضرت صدیق اکبر نے فرمایا۔

نہ میں سوار ہوں گا۔ اور نہ تمہیں سواری سے اترنے دوں گا۔ میں خدا کی راہ میں اپنے قدموں کا ثواب حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت یزید بن ابی سفیان کو الوداع کہتے وقت ایک زبردست وصیت فرمائی اور آخر میں اُن کا ہاتھ پکڑ کر جوش محبت سے فرمایا کہ

یزیدؓ! میں تمہیں خدا کے حوالے کرتا ہوں۔ تم پر خدا کی رحمت وسلامتی ہو۔ تم میرے اولین سپہ سالار ہو۔

مجاہدین کی روانگی کے بعد حضرت ابوبکر نے فجر وعصر کے بعد نہایت الحاح کے ساتھ یہ دعا مانگی۔

الہٰی ہمارا وجود نہ تھا۔ تو نے ہمیں پیدا کیا۔ ہم گمراہ تھے تو نے محض اپنے رحم و کرم سے ہم میں ایک نبی مبعوث فرمایا اور ہدایت بخشی۔ ہم کافر تھے۔ تو نے ہمارے دلوں میں ایمان کی محبت پیدا کر دی۔ ہماری تعداد کم تھی۔ تو نے ہمیں کثرت عطا فرمائی۔ ہم پراگندہ تھے۔ تو نے ہمیں متحد کر دیا۔ ہم کمزور تھے تو نے ہمیں قوی بنا کر ہم پر جہاد فرض کیا اور ہمیں مشرکوں سے لڑنے کا حکم دیا۔ تاآنکہ وہ تیری توحید پر ایمان لائیں۔ یا ذلیل ہو کر جزیہ دیں۔

الہٰی! ہم تیری رضا چاہتے ہیں۔ تیرے دشمنوں سے برسر پیکار ہیں۔ اور ان تمام لوگوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے نکلے ہیں جو تیرے باغی ہیں اور تجھے چھوڑ کر جھوٹے خداؤں کی پرستش کرتے ہیں۔ تیری ذات پاک ہے اور تیری شان ان گمراہوں کے توہمات سے کہیں برتر و اعلیٰ ہے۔

الہٰی! اپنے مسلمان بندوں کو اپنے دشمن مشرکوں پر فتح و غلبہ عطا فرما یا اپنی بارگاہِ خاص سے ان کی نصرت کر۔ ان کے دل کو قوی اور ان کی قوم کو مضبوط کر دے۔ ان کی ہمتوں کو بلندی عطا کر۔ دشمنوں کی جڑیں کاٹ دے، اُن کی نسل کو قطع کر دے۔ ان کی آبادیوں کو ویران کر دے اور ان کی زمینوں اور ملکوں، دولتوں کا ہمیں مالک بنا دے۔

الہٰی! ہماری پشت پناہی و حفاظت کر۔ ہماری تمام حالتیں اور نیتیں درست کر دے اپنی نعمتوں کے شکر کی توفیق عطا فرما۔ تمام مومن و مسلم مرد عورتوں اور زندوں اور مردوں کو اپنی رحمت سے بخش دے

مسلمانو! اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں دنیا و آخرت دونوں میں اپنے

قول ثابت سے ثبات عطا فرمائے۔ اللہ مؤمنوں کے ساتھ رؤف و رحیم ہے۔

یزید بن ابی سفیان کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے دوسری فوج شرحبیل بن حسنہ کی قیادت میں روانہ فرمائی۔

حضرت ابو عبیدہؓ کی شام کو روانگی

حضرت یزید بن ابی سفیانؓ اور حضرت شرحبیل بن حسنہ کی فوجوں کی روانگی کے بعد بھی لشکر گاہ مدینہ میں مجاہدین کی بڑی تعداد موجود تھی جن میں عرب کے مشہور و ممتاز قبائل کے سردار اور نامور بہادر تھے۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اُن کی امامت فرماتے تھے اور شام کی روانگی کے لئے حضرت ابو بکرؓ کے حکم کا انتظار کر رہے تھے۔ لیکن حضرت ابو بکر چاہتے تھے کہ اور مجاہدین آجائیں تو کوچ کا حکم دیں۔ چنانچہ مجاہدین کی تعداد حسب خواہ ہو گئی تو حضرت ابو بکرؓ صدیق نے حضرت ابو عبیدہؓ کو روانگی کا حکم دیا۔ اور یہ وصیت فرمائی۔

ابو عبیدہ بن الجراحؓ! اس شخص کی طرح میری بات سنو جو سُن کر عمل کرنا چاہتا ہے۔ تم ایسے لوگوں کو ساتھ لیکر جا رہے ہو جو عرب کے معزز اور شریف خاندانوں کے رکن ہیں۔ بہترین مسلمان ہیں یہ لوگ زمانۂ جاہلیت میں بھی شجاع و بہادر تھے اور غلط جذبے میں آکر لڑا کرتے تھے، مگر آج خدا سے اجر و ثواب حاصل کرنے کے لئے لڑنے جا رہے ہیں تم اُن سے اچھا سلوک کرنا۔ حق میں

سب کے ساتھ مساوات برتنا کسی کو کسی پر فوقیت نہ دینا۔ اللہ سے مدد چاہنا کیونکہ وہی سب سے بہتر حامی و مددگار ہے اسی پر بھروسہ کرنا کیونکہ سب سے بڑا وکیل و کارساز وہی ہے۔ خدا کی مشیت کے ساتھ تم کل روانہ ہو جاؤ

یہ وصیت سنکر حضرت ابو عبیدہؓ چلنے لگے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پھر پکارا۔ اور فرمایا

ابو عبیدہ! میں دیکھ چکا ہوں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں تمہاری کتنی قدر و منزلت تھی۔ وہ کس طرح تمہاری عزت کیا کرتے تھے۔ میں اس کا اظہار کرنا نہیں چاہتا کہ میرے دل میں تمہاری کس قدر وقعت ہے اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ روئے زمین پر مہاجرین اور دوسری جماعت میں کسی شخص کو بھی میں تمہارے اور اس شخص (حضرت عمر) کے مرتبہ کا نہیں سمجھتا۔ میری نگاہ میں تمہاری عزت سب کی عزت سے کم ہے۔

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ کی وداعی تقریریں

دوسرے روز حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح غازیان اسلام کو لیکر شام کے لئے روانہ ہونے لگے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ "ثنیۃ الوداع" تک مشایعت کیلئے تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے حضرت امین الامتؓ کو مخاطب کر کے اس طرح وداعی تقریر فرمائی۔

ابو عبیدہؓ! اچھے عمل کرنا۔ مجاہد بن کر رہنا۔ شہید کی موت مرنا۔ اللہ تعالیٰ تمہارا اعمال نامہ تمہارے دائیں ہاتھ میں دے اور دنیا

وآخرت میں تمھاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں ۔ خدا کی قسم مجھے امید ہے کہ تم ان لوگوں میں سے ہو جو خدا سے بہت زیادہ ڈرتے ہیں ، جو دنیا سے بے نیاز ہو چکے ہیں ۔ جو آخرت کے طالب ہیں ۔ اللہ نے تم پر بڑا فضل کیا ہے جو تمھیں یہ توفیق مرحمت فرمائی ہے کہ تم مسلمانوں کی فوج لیکر ان کے دشمن مشرکوں سے جنگ کرنے جا رہے ہو ۔ لہذا جو لوگ خدا کے منکر ہیں ۔ اس کے ساتھ شرک کرتے ہیں ۔ جھوٹے خداؤں کو پوجتے ہیں ان سب سے جہاد کرنا ۔

حضرت صدیق اکبرؓ کے جواب میں حضرت امین الامتؓ نے یہ تقریر کی ۔

خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ پر خدا کی رحمت ہو ۔ اسلام میں آپ کا جو مرتبہ ہے ، اللہ اور اس کے ساتھ آپ نے جو خیر خواہی کی ہے میں اس پر شاہد ہوں ۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو لوگ دین الٰہی سے برگشتہ ہو چکے تھے ۔ آپ نے ان سے جہاد کیا ۔ یہاں تک کہ اللہ نے آپ کے ہاتھوں انھیں مغلوب کر کے دین الٰہی کی طرف واپس کر دیا ۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ مومنوں پر مہربان ہیں ، کافروں پر سخت ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو تعلیم و ہدایت فرمائی ہے اس میں برکت دے ۔ اگر میں نیک بنوں گا تو یہ خدا کا فضل و کرم ہوگا ۔ اور اگر خراب ہو جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے راہ ہدایت پر قائم کر دے ۔ ہم پر آپ کا حق ہے کہ جب آپ ہمیں بلائیں تو ہم لبیک کہیں ۔ اور حکم دیں تو اسکو بجا لائیں ۔

امین الامت کی عظمت

عرب کے نامور بہادر اور قبیلہ مراد کے سردار حضرت قیس بن ہبیرہؓ حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کی فوج میں تھے حضرت ابوبکرؓ نے اُن کے بارہ میں حضرت ابو عبیدہ کو یہ وصیت فرمائی۔

ابو عبیدہؓ! تمہارے ساتھ ایک بہت معزز سردار اور عرب کا نامور بہادر جا رہا ہے مسلمان اس کی رائے و مشورہ اور شجاعت و دلیری سے مستغنی نہیں ہو سکتے۔ لہذا تم اسے مقرب بنانا۔ اس کیساتھ لطف و کرم سے پیش آنا۔ اس پر ظاہر کر دینا کہ نہ تم اس سے بے نیاز ہو نہ اس کو معمولی آدمی سمجھتے ہو۔ اس طرح تم اس کی محبت و ہمدردی حاصل کر لوگے اور اس کے ذریعہ دشمنوں پر سختی و مصیبت نازل کر سکوگے۔

پھر حضرت قیس ہبیرہ کو مخاطب کر کے حضرت ابو عبیدہؓ کے بارہ میں یہ ہدایت فرمائی۔

میں تمہیں ابو عبیدۃ الامین ؓ کے ساتھ بھیج رہا ہوں جو اس خوبی کے آدمی ہیں کہ اُن پر ظلم کیا جائے تو وہ اس کے بدلے ظلم نہیں کرتے اُن کے ساتھ بُرائی کی جائے تو وہ اسے معاف کر دیتے ہیں۔ اُن سے ترک تعلق کیا جائے تو وہ اسے قائم کرتے ہیں۔ وہ مسلمانوں پر رحیم اور کافروں پر شدید ہیں۔ اس لیے

ابو عبیدہ کے کسی حکم کی نافرمانی نہ کرنا۔ نہ ان کی کسی رائے کی مخالفت کرنا میں نے اُن سے بھی کہدیا ہے کہ تمھاری بات سنا کریں۔ اس لئے تم اُنکو ہمیشہ خدا سے ڈرتے رہنے کا مشورہ دینا۔ ہم سنتے آئے ہیں کہ تم زمانۂ جاہلیت میں بہت معزز، شریف اور بہادر تھے، حالانکہ جاہلیت میں گناہ کے سوا کچھ نہ تھا۔ اب تم اسلام کی روشنی میں اپنی شجاعت و بہادری اور قوت کو مشرکین و کفار کے بالمقابل کام میں لانا۔ اللہ کے یہاں اسکا بہت اجر و ثواب ہے۔

حضرت خالد بن سعید بن العاصؓ جنھوں نے مجلس شوریٰ میں حضرت صدیق اکبرؓ کی تقریر جہاد پر سب سے پہلے شام جانے پر آمادگی ظاہر کی تھی اور جو سب سے پہلے مسلح ہو کر خدا کی راہ میں گھر سے نکلے تھے وہ بھی حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کی فوج میں شامل تھے۔ کسی نے اُن سے کہا کہ

آپ اپنے برادر عم زاد یزید بن ابی سفیان کے ساتھ جاتے تو کسی اور کے ساتھ جانے سے بہتر تھا۔

حضرت خالد بن سعیدؓ نے جواب دیا کہ

میرا عم زاد بھائی رشتے میں مجھے حضرت ابو عبیدہؓ سے بہت زیادہ عزیز ہے۔ لیکن دین میں ابو عبیدہؓ مجھے اپنے چچیرے بھائی سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ یہ عہد رسالت میں بھی میرے دینی بھائی اور چچا کے بیٹے کے مقابلے میں میرے رفیق و مددگار تھے آج میں سب سے زیادہ انھیں سے مانوس ہوں اور انھیں کی معیت میں سب سے زیادہ چلینا

محسوس کرتا ہوں۔

پُر اثر منظر

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ بڑے نیک نفس، پاک باطن اور بلند مرتبہ صحابی تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے انھیں سرداری دینی چاہی لیکن انھوں نے معافی مانگ لی۔ ان کی وداع کا نظارہ بڑا پُر اثر تھا انھوں نے خود خلیفۂ رسولؐ کو ایک اہم وصیت کی۔ اور آخر میں کہا کہ "اپنا ہاتھ دیجیے۔ میں نہیں جانتا کہ آج کے بعد پھر اس دنیا میں ملاقات ہوگی یا نہیں۔ اگر خدا نے ملاقات کا موقع دیا تو ہم اس کے عفو و بخشش کے تمنائی رہیں گے۔ اور اگر آج کے بعد پھر قسمت میں ملاقات نہیں تو اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور آپ کو جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف فرمائے۔"

حضرت ابوبکرؓ نے ہاتھ بڑھا کر حضرت خالد بن سعیدؓ سے مصافحہ کیا۔ وہ سماں کچھ ایسا مؤثر تھا کہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت خالد بن سعیدؓ اور تمام مسلمان آبدیدہ ہوگئے۔ اور دیر تک سب پر رقت طاری رہی۔

حضرت صدیق اکبر نے فرمایا کہ "ٹھیرو ہم تمھارے ساتھ چلتے ہیں۔"

حضرت خالد نے کہا کہ "میں یہ نہیں چاہتا۔"

حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ "لیکن میں اور مسلمان یہی چاہتے ہیں۔"

چنانچہ سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت خالد بن سعیدؓ کے ساتھ مدینہ کے باہر تک پیدل گئے۔ حضرت خالد بن سعیدؓ کی مشایعت جتنے مسلمانوں نے کی کسی اور کی اتنی نہیں کی۔

حضرت عدی بن حاتم طائیؓ کے سوتیلے بھائی حضرت ملحان بن زیاد اپنے

قبیلے طے کی تقریباً ایک ہزار کی جمعیت کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ

ہمیں جہاد کا شوق اور طلب ثواب آپ کی خدمت میں لایا ہے آپ ہم لوگوں سے بخوبی واقف ہیں۔ ہم آپ کے جھنڈے کے نیچے اپنی قوم کے مرتدین سے لڑے اور ان کو مغلوب کر کے اسلام میں واپس لائے۔ لہٰذا آپ کسی اچھے افسر کی سرکردگی میں ہمیں جہادِ شام کے لئے روانہ کیجیے

حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ مجاہدین کو لیکر مدینہ طیبہ سے روانہ ہو چکے تھے۔ حضرت ابوبکر نے ملحان بن زیاد سے فرمایا

میں نے سب سے افضل اور سب سے قدیم مہاجر سپہ سالار کو تمہارے لئے منتخب کیا ہے تم ابوعبیدہ بن الجراح کے پاس چلے جاؤ۔ میں تمہارے لئے انھیں کی معیت پسند کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ سفر میں سب سے بہتر رفیق اور حضر میں سب سے بہتر دوست ہیں۔

حضرت ملحان بن زیاد اپنی جمعیت کے ساتھ جا کر حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کی فوج میں شامل ہو گئے، اور شام کے تمام معرکوں میں شریک رہے۔

قبائلِ یمن کے ساتھ ان کے بیوی بچے بھی تھے۔ قبیلہ خثعم کے سردار ابن ذی سہم نے حضرت ابوبکر سے پوچھا کہ "ہم اپنے بیوی بچوں کو ساتھ لے جائیں یا آپ کے پاس چھوڑ جائیں؟"

چونکہ بہت سے مجاہدین اہل و عیال کو ساتھ لے جا چکے تھے۔ اس لئے حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ تم بھی اپنے اہل و عیال کو ساتھ ہی لے جاؤ۔

جس وقت اسلامی فوجیں شام میں داخل ہوئیں۔ ہرقل شہنشاہِ روم فلسطین میں تھا۔ اہل دربار نے اس سے کہا۔

عرب آپ سے لڑنے آئے ہیں۔ اس غرض سے انھوں نے زبردست فوجی تیاریاں کی ہیں۔ اُن کا قول ہے کہ ان کے رسول نے انھیں بشارت دی ہے کہ تم بالیقین اس ملک کے مالک بن جاؤ گے وہ اسی اعتقاد کے ساتھ یہاں آئے ہیں اور چونکہ وہ اپنے رسول کی بشارت کو حق سمجھتے ہیں۔ اس بنا پر اپنے اہل و عیال کو بھی ساتھ لائے ہیں۔ اُن کا دعویٰ ہے کہ ہم اس ملک پر حملہ کرینگے اس پر متصرف ہو جائیں گے اور اہل و عیال کے ساتھ یہاں آباد ہوں گے۔

شہنشاہ ہرقل نے کہا۔

ان کا یہ اعتقاد اُن کی قوت کو اور بڑھا دے گا۔ وہ اپنے دلوں میں ایک غیر متزلزل یقین و اعتماد رکھتے ہیں۔ اس لئے اُن کا مغلوب ہونا بہت دشوار ہے۔

اس کے بعد ہرقل نے روم و عرب کے امرا و معززین اور علماء و مشائخ کو جمع کر کے ایک سبق آموز اور ولولہ انگیز تقریر کی جس میں عیسائی مذہب کی فضیلت، رومی قوم کی عظمت۔ مسیح پرستوں کی بے عملی وغیرہ کا ذکر کر کے اُن کو جوش دلایا اور جنگ کی ترغیب دی۔ وہاں سے کوچ کر کے دمشق اور حمص گیا۔ جو شام کے مشہور شہر تھے۔ اور وہاں بھی اس نے ایسی ہی تقریر کی۔ وہاں سے انطاکیہ گیا۔ اور اسے اپنا مرکز قرار دیکر وہیں اقامت اختیار کی۔

ان تقریروں کے علاوہ ہرقل نے نقیبوں اور داعیوں کو بھیج کر تمام ملک میں جنگ کا جوش و ولولہ پیدا کر دیا۔ چنانچہ ہر طرف سے رومی جنگجو۔ انطاکیہ میں آ آ کر جمع ہونا شروع ہو گئے۔

حضرت ابو عبیدہؓ کی پہلی فتح

حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ اپنی فوج کے ساتھ وادی قری اور سے گذرتے ہوئے مآب پہنچے جو عمان کے علاقہ میں ہے وہاں کے باشندے مقابلہ میں آئے لیکن اسلامی جوش کے سیلاب کو روک نہ سکے شکست کھا کر شہر میں پناہ گزین ہوئے۔ حضرت ابو عبیدہ نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ آخر اہل مآب نے عاجز آ کر صلح کی درخواست کی حضرت ابو عبیدہ نے جزیہ قائم کر کے مآب والوں سے صلح کر لی یہ شام کا پہلا شہر تھا جس نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کر کے جزیہ دینا منظور کیا۔

حضرت ابو عبیدہؓ مآب سے روانہ ہو کر جابیہ پہونچے وہاں آپ کو شہنشاہ روم ہرقل کی تیاریوں کا علم ہوا۔ مخبر نے اطلاع دی کہ ہرقل نے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے جتنی فوج جمع کی ہے، اتنی فوج اس کے بزرگوں نے بھی کسی کے لئے جمع نہیں کی تھی۔

دربارِ خلافت سے خط و کتابت

ہرقل کی غیر معمولی تیاریوں کے متعلق حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے حضرت صدیق اکبر کی خدمت میں حسب ذیل خط بھیجا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؒ

اللہ کے بندے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ابوبکرؓ کے نام ابوعبیدہ بن الجراح کا خط۔

آپ پر اللہ کی سلامتی ہو۔ میں آپ کے روبرو اللہ کی حمد وثنا کرتا ہوں اما بعد ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کو دائمی سربلندی اور آسان فتح عطا فرمائے۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ ہرقل شاہ روم شام کے ایک شہر میں جس کا نام انطاکیہ ہے مقیم ہے اور اس نے وہاں ہماری مقابلے کے لئے بے شمار فوجیں جمع کی ہیں۔ مناسب معلوم ہوا کہ میں آپ کو صورت حال کی اطلاع دیدوں تاکہ آپ اس کے مطابق حکم صادر فرمائیں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ کے خط کا یہ جواب بھیجا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؒ

اما بعد۔ مجھے تمہارا خط ملا۔ ہرقل شاہ روم کے بارے میں تم نے جو کچھ لکھا ہے اس سے آگاہ ہوا۔ اس کے اور اس کے ساتھیوں کے واسطے شکست اور تمہارے اور مسلمانوں کے لئے اللہ کی طرف سے فتح ہے۔ تم نے لکھا ہے کہ ہرقل نے مسلمانوں کے مقابلے کے لئے عظیم الشان فوج جمع کی ہے۔ یہ بات ہم اور تم پہلے ہی سے جانتے ہیں کہ جنگ کے بغیر کوئی قوم اپنے ملک واقتدار سے دست کش نہیں ہوسکتی تمہیں معلوم ہے کہ خدا کے فضل سے بہت سے ایسے مسلمان رومیوں سے

جہاد کرنے گئے ہیں جو موت سے اتنی ہی محبت رکھتے ہیں جتنی ان کے دشمنوں کو زندگی سے محبت ہے۔ وہ اپنی جنگ کا اللہ سے اجر عظیم حاصل کرتے ہیں، جہاد فی سبیل اللہ ان کو اپنی کنواری دلہنوں اور مال و دولت کے خزانوں سے بھی زیادہ محبوب ہے، ایسے لوگوں میں کا ایک آدمی ہزاروں مشرکین سے بڑھکر ہے۔ لہٰذا تم ان مسلمانوں کو لیکر رومیوں سے مقابلہ کرو۔ اور ان مسلمانوں کی خاطر پریشان نہ ہونا جو تم سے دور ہیں۔ اس لئے کہ خدا تمھارے ساتھ ہے۔ تاہم خدا نے چاہا تو میں تمھیں اتنی مدد بھیجوں گا کہ تم مطمئن ہو جاؤ گے۔ اور تمھیں مزید کمک کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ۔

حضرت ابو عبیدہؓ کو دربارِ خلافت سے کمک

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ برابر مجاہدین شام کو کمک بھیجنے کی فکر میں تھے۔ چنانچہ آپ نے حضرت ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا۔ یہ فاتح ایران حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھتیجے تھے، ہاشم بن عتبہ آئے تو حضرت ابو بکرؓ نے ان سے فرمایا۔

ہاشم! یہ تمھاری خوش نصیبی ہے کہ تم بھی انھیں لوگوں میں ہو گئے جن کی مشرکوں سے جہاد کرنے کے لئے مسلمانوں کو ضرورت ہے اور جن کی خیر خواہی، اصابت رائے، نیک دلی اور شجاعت پر مسلمانوں کو قلبی اعتماد ہے۔ مجاہدین شام نے مجھ سے مدد مانگی

ہے اس لئے تم مسلمانوں کو لیکر روانہ ہو جاؤ۔ تمھیں اختیار ہے کہ تم ابو عبیدہؓ کے پاس جانا یا یزید بن سفیان کے پاس۔

ہاشمؓ نے حضرت ابو عبیدہ کی معیت پسند کی۔

اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مسلمانوں کو جمع کر کے جہاد پر ایک پر جوش اور ولولہ انگیز تقریر فرمائی۔ آپ کی تقریر سنکر لوگ حضرت ہاشم بن عتبہ کے مکان پر جمع ہونا شروع ہوئے۔ جب لوگوں کی تعداد ایک ہزار ہوگئی تو حضرت ابو بکر نے حضرت ہاشم بن عتبہ کو روانگی کا حکم دیا اور ان کو ضروری وصیت فرمائی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، انھوں نے حضرت ہاشم سے فرمایا

برادر زادے! دیکھ تیرے تیر کا ہر وار اور تیری تلوار کی ہر ضرب صرف خدائے بزرگ و برتر کی رضامندی کے لئے ہو، یاد رکھ تو دنیا سے جانے والا ہے اور خدا سے جلد ملنے والا ہے۔ اس دنیا سے تیرے عمل کے سوا کچھ ساتھ نہ جائیگا۔ اس لئے جو عمل بھی ہو وہ نیک ہونا چاہیئے۔

حضرت ہاشم نے عرض کیا۔

چچا! آپ میرے لئے فکر نہ کیجیئے۔ اگر میں نیک نہ ہوا تو خود میری بربادی ہے۔ میرا چلنا اور ٹھہرنا میری نشست و برخاست میری نیزہ بازی و شمشیر زنی اگر ریاکاری کے خیال سے ہوئی تو میری ہلاکت یقینی ہے

حضرت ہاشم نے مجاہدین کو لیکر مدینہ سے کوچ کیا اور شام پہنچکر حضرت ابو عبیدہؓ کی فوج میں شامل ہوگئے، کمک کے پہنچنے سے مجاہدین شام کو بڑی تقویت اور مسرت حاصل

ہوئی۔ حضرت ہاشم بن عتبہ کی روانگی کے بعد حمزہ بن مالک ہمدانی اپنے قبیلے کے دو ہزار بہادروں کے ساتھ مدینہ طیبہ پہنچے، حضرت ابوبکر صدیق ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور خدا کا شکر ادا کیا، چند روز مدینے کی چھاؤنی میں رکھنے کے بعد حضرت ابوبکر نے ان کو شام روانہ ہونے کا حکم دیا۔ انھوں نے پوچھا "آپ کے سوا میرا کوئی اور بھی افسر ہے"؟ حضرت ابوبکر نے فرمایا

ہاں! شام میں ہمارے تین سپہ سالار ہیں تم ان میں سے جس کی فوج میں چاہنا شامل ہو جانا۔

حمزہ بن مالک مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر شام پہنچے وہاں مسلمانوں سے پوچھا "دربار رسالت میں سب سے زیادہ مرتبہ کس سپہ سالار کا تھا"؟ مسلمانوں نے بتایا "حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کا" حمزہ بن مالک نے کہا "خدا کی قسم میں ان کے سوا کسی کے پاس نہ جاؤں گا" چنانچہ حضرت ابوعبیدہؓ کے پاس گئے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ تمھاری آمد میں تمھارے جہاد میں اور ہماری رفاقت میں تمھیں برکت عطا کرے۔ اور ہمیں اور تمھارے ساتھیوں میں برکت دے"

ابوالاعور سلمی جو ایک پرجوش مسلمان تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی دعوت جہاد پر اپنی جماعت کے ساتھ مدینہ منورہ آئے۔ انھوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔

ہمیں فاقہ کشی اور خانہ ویرانی یہاں نہیں لائی ہے ہم حمایت دین کا جذبہ لیکر آئے ہیں، آپ چاہیں تو ہمیں اپنے پاس رکھیں اور چاہیں تو میدان

جہاد میں بھیجدیں۔
حضرت ابوبکر نے فرمایا
میں تمھیں مجاہدین کی امداد اور مشرکین سے جہاد کرنیکے لئے شام بھیجونگا۔
چنانچہ آپ نے انھیں شام روانہ کردیا۔ اور وہ بھی جاکر حضرت ابو عبیدہ کی فوج میں شامل ہوگئے
اسی طرح مجاہدین کی آمد کا سلسلہ جاری رہا اور حضرت ابوبکر ان کو برابر شام بھیجتے رہے۔ چنانچہ حبیب بن مسلمہ کی معیت میں دوسو مجاہدین روانہ کیے جنھوں نے یزید بن ابی سفیان کی فوج میں جاکر شرکت کی۔

دربار خلافت میں حضرت ابو عبیدہؓ کا خط اور اسکا اثر

ابتدا میں جب اسلامی فوجیں ملک شام میں داخل ہوئیں تو شامیوں نے خیال کیا کہ کچھ مسلمان جسارت کرکے ادھر آگئے ہیں ہم ان کو باآسانی نیست و نابود کردینگے پھر مسلمانوں کا حوصلہ پست ہوجائے گا اور وہ شام کا رخ نہ کریں گے۔ لیکن اسلامی فوجیں مسلسل شام میں پہنچنے لگیں تو رومیوں کو اپنی غلط فہمی کا احساس ہوا۔ اور انھوں نے ہرقل شاہ روم کو خط لکھکر اپنی فکر و تشویش کا اظہار کیا۔ ہرقل نے ان کو ملامت کی اور جواب دیا کہ جتنی تعداد تمام مسلمان حملہ آوروں کی ہے اس سے زیادہ تمہارے ایک شہر کی آبادی ہے اس لئے تم ان کا مقابلہ کرو اور یہ نہ سمجھو کہ میں تمھیں بے یار و مددگار چھوڑدونگا۔ میں تمھیں اتنی مدد بھیجونگا کہ زمین بھر جائے گی۔
ہرقل شاہ روم کے جواب نے رومیوں کے حوصلے بڑھادیئے انھوں نے اطراف و بلاد میں اپنے داعی و پیامبر بھیجکر تمام ملک میں مسلمانوں کے مقابلے کا جوش پیدا کردیا

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو رومیوں کی سرگرمیوں کی اطلاع ہوئی تو آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ خط لکھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے ہمیں اسلام کے ذریعہ سربلندی عطا فرمائی، ایمان سے ممتاز فرمایا۔ اور جس معاملے میں لوگ گمراہ ہو رہے ہیں اس میں ہمیں ہدایت کی روشنی بخشی وہ جسے چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے۔ میرے شامی مخبروں نے خبر دی ہے کہ شاہ روم کے ہراول ہمارے قریب آپہنچے ہیں نیز یہ کہ شامیوں نے شاہِ روم سے مدد طلب کی تھی جس کے جواب میں اس نے لکھا ہے کہ کل حملہ آور عربوں سے تمہارے ایک شہر کے آدمی بھی زیادہ ہیں۔ لہٰذا ہمت سے کام لیکر ان کا مقابلہ کرو۔ میری کمک بھی پہنچ رہی ہے مسلمان اُن کے مقابلے کے لئے بے تاب ہیں اور ہمارے جاسوسوں کے بیان کے مطابق شامی بھی آمادۂ جنگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر اپنی نصرت نازل فرمائے اور مشرکوں پر لعنت بھیجے، وہ ان کے اعمال سے خوب واقف ہے۔ والسّلام۔

حضرت ابو بکر صدیق نے اس خط کو پڑھکر سابق الاسلام مہاجرین و انصار کو جمع کیا اور جو اکابر قریش بعد میں اسلام لائے تھے ان کو بھی طلب فرمایا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ انکو کیوں بلا رہے ہیں؟ حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ ابو عبیدہ کے خط کے بارے میں ان سے بھی مشورہ لینا

چاہتا ہوں۔

حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ لوگ ایک زمانہ تک مسلمانوں سے برسرپیکار رہے اور انھوں نے اسلام کے مٹانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی آخر خدا نے انھیں مغلوب کر دیا۔ مومنین سابقین کے ساتھ ان کو شریک مشورہ کرنا مومنین سابقین کی قربانیوں کی توہین اور ان کے حقوق کی ناقدرشناسی ہے۔

سرداران قریش و معززین مکہ کو حضرت عمرؓ کی گفتگو کا علم ہوا تو حارث بن ہشام سہیل بن عمرو۔ اور حضرت عکرمہ بن ابی جہل دربار خلافت میں حاضر ہوئے اور سب نے رو رو کر حضرت عمرؓ سے اپنے رنج و غم کا اظہار کیا۔ اور کہا کہ اسلام سے پہلے ہمارے ساتھ آپ کی یہ سختی بجا تھی لیکن اب ہمارے متعلق آپ کا یہ طرز عمل خلاف انصاف ہے۔ حضرت عکرمہ نے تو یہاں تک کہا۔ کہ "اب آپ ہم سے زیادہ ان لوگوں کے دشمن نہیں جو اسلام کے منکر اور مسلمانوں کے مخالف ہیں"۔

حضرت عمرؓ نے ان لوگوں کی شکایتوں کے جواب میں فرمایا۔

خدا کی قسم! میں نے جو کچھ کہا وہ صرف مومنین سابقین کی خیر خواہی اور تم میں اور تم سے افضل مسلمانوں میں انصاف قائم کرنے کی غرض سے کہا۔

اس پر تینوں سرداران قریش نے پھر باری باری تقریریں کیں۔ سہیل بن عمرو نے کہا

جہاد فی سبیل اللہ کی وجہ سے تمھیں ہم پر فضیلت حاصل ہوئی ہے تو خدا کی قسم میں بکثرت جہاد کروں گا۔ تم گواہ رہو کہ میں خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے وقف ہوتا ہوں۔

حارث بن ہشام نے کہا۔

خدا کی قسم میں بھی اپنے کو جہاد فی سبیل اللہ کے لئے وقف کرتا ہوں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنی جنگیں کی ہیں ان میں سے ہر جنگ کے عوض دشمنان خدا سے دو دو لڑائیاں لڑوں گا۔ اور رسول اللہ سے جنگ کرنے میں جتنا مال خرچ کیا ہے اس سے دوگنا مال راہ خدا میں صرف کروں گا۔

عکرمہ بن ابی جہل نے کہا۔

گواہ رہو کہ میں بھی آج سے راہ خدا میں وقف جہاد ہوتا ہوں

ان لوگوں کی تقریروں سے خوش ہو کر حضرت ابو بکرؓ نے دعائے خیر کی۔

حضرت ابو بکر کے پاس سے جا کر سہیل بن عمرؓ نے اپنے ساتھیوں کو سمجھا کر ان باتوں سے ہمیں ناراض نہ ہونا چاہیئے۔ اسلام کی دعوت جس طرح انھیں دی گئی اسی طرح ہمیں بھی دی گئی۔ لیکن انھوں نے اس کو قبول کر لیا اور ہم نے تاخیر کی یہ ہماری کوتاہی تھی۔ اگر تمھیں سابقون اولین کے درجے معلوم ہو جائیں تو تم راحت و آسائش کی زندگی سے بیزار ہو جاؤ۔ خدا کی عبادتوں میں جہاد فی سبیل اللہ سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں۔ لہٰذا چلو مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کے درمیان حائل ہو کر جنگ کرو۔ اور مر جاؤ۔ شاید اس طرح ہمیں بھی مجاہدین فی سبیل اللہ کا مرتبہ حاصل ہو۔

حضرت ابو عبیدؓ کا رتبہ

شرفائے مکہ اور دوسرے مسلمانوں کی مستعدی دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو طلب کر کے شام کی روانگی کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ میں ان

کو تمھاری سرکردگی میں بھیجوں گا۔

عمرو بن عاص نے کہا "کیا آپ سب کی افسری مجھے عطا نہ فرمائیں گے؟"

حضرت ابو بکر نے فرمایا "جن لوگوں کو تمھارے ساتھ روانہ کروں گا ان سب کے افسر تمھیں ہو گے۔"

عمرو بن عاص نے کہا "ان سب کا افسر بھی مجھے مقرر کر دیجئے جو پہلے سے جا چکے ہیں۔"

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا "وہاں میرے دوسرے افسروں کی طرح ایک افسر تم بھی ہو گے۔ لیکن جب کسی مقام پر تمام افسر جمع ہونگے تو سب کے سپہ سالار ابو عبیدہؓ ہونگے

حضرت عمروؓ بن عاصؓ فن جنگ کے بہت بڑے ماہر اور اولوالعزم سپہ سالار تھے وہ حضرت ابو بکرؓ کے سامنے تو خاموش ہو گئے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملکر کہا کہ وہ حضرت ابو بکر سے سفارش کرکے ان کو افواج شام کی عام سپہ سالاری دلا دیں۔

حضرت عمرؓ نے صاف کہدیا۔ "اے عمرو! میں تم سے جھوٹ نہ بولوں گا میں اس معاملہ میں خلیفۂ رسول کو کوئی مشورہ نہیں دے سکتا۔ اور نہ وہ ابو عبیدہ پر تمھیں افسر بنانا منظور کریں گے۔ کیونکہ ابو عبیدہ کو ہم سب کے نزدیک تم پر بزرگی حاصل ہے۔"

روانگی کے وقت حضرت ابو بکر نے دوسرے افسروں کی طرح حضرت عمرو بن عاص کو بھی ضروری وصیت کی ان کی فوج میں دوسرے شرفاء و معززین کے علاوہ سہیل بن عمرو، حارث بن ہشام، اور عکرمہ بن ابی جہل بھی تھے، جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

حضرت ابو عبیدہ نے رومیوں کی تیاری کے متعلق حضرت ابو بکر کو جو خط لکھا تھا اسکا آپ نے ابھی تک جواب نہیں دیا تھا۔ اب آپ نے حسب ذیل جواب بھیجا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

تمھارا خط پہنچا۔ تم نے دشمن کی تیاری اور اس بات کا ذکر کیا ہے کہ شاہِ روم نے اپنی رعایا سے وعدہ کیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے اتنی فوجیں جمع کر دے گا جس سے زمین بھر جائے گی، خدا کی قسم شاہِ روم اور شامیوں پر تمھاری وجہ سے زمین تنگ ہو چکی ہے بخدا میں مایوس نہیں ہوں۔ انشاء اللہ تم اسکو بہت جلد اس کی جگہ سے اکھاڑ پھینکو گے، تم اپنے رسالے کے دستے کو دیہاتوں میں پھیلا دو اور رسد روک کر انھیں تنگی میں ڈال دو۔ دیکھو خبردار جب تک میرا حکم نہ پہنچے رومیوں کے شہروں کا محاصرہ نہ کرنا لیکن اگر وہ بر سر مقابلہ ہو جائیں تو پھر تم بھی تیار ہو جانا اور خدا پر بھروسہ کرنا۔ دشمن کو جتنی مدد پہنچے گی۔ اس سے دوگنی مدد ہم تمھیں بھیجیں گے۔ خدا کے فضل سے نہ تمھاری تعداد کم ہے اور نہ تم کمزور ہو۔ خبردار! مجھے یہ نہ سننا پڑے کہ تم نے دشمن کے مقابلہ میں بزدلی کا اظہار کیا یاد رکھیئے۔ اللہ تعالیٰ تمھیں ضرور فتح مند کرے گا۔ اور تمھارے دشمن کو مغلوب کرے گا۔ تاکہ دیکھے کہ تم کہاں تک شکر بجا لاتے ہو اور کہاں تک اچھے کام کرتے ہو۔ اور عمرو بن العاص رضی کے بارے میں تمھیں حسن سلوک کی ہدایت کرتا ہوں۔ خود عمرو کو بھی میں نے

ہدایت کر دی ہے کہ وہ تمھیں پورا پورا مشورہ دیں۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

حضرت ابو عبیدہ کا حسنِ اخلاق

حضرت عمرو بن عاص مدینہ منورہ سے شام کو چلے تو راستے میں مسلمانوں کو جوش دلاتے اور ان کو اپنی فوج میں شریک کرتے ہوئے۔ اس طرح ان کے زیر علم مجاہدین کی تعداد دو ہزار تک پہنچ گئی۔ اس شان کے ساتھ شام پہنچے تو حضرت ابو عبیدہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔

ابو عبداللہ! (یہ عمرو بن عاص کی کنیت ہے) خدا نے تمھاری فکر اور رائے سے کتنی ہی جنگوں میں مسلمانوں کو برکت عطا فرمائی۔ اگرچہ مجھے تمھارا افسر بنا دیا گیا ہے لیکن میں بھی تمھارے ہی جیسا ایک آدمی ہوں اور تمھارے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتا میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے برابر مشورہ دیتے رہو۔ میں کسی طرح تم سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

عمرو بن عاص نے کہا۔ میں ایسا ہی کروں گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس عمل کی توفیق بخشے جو مسلمانوں کے لیے باعث فلاح ہو۔

معرکۂ عربہ و داثنہ

حضرت ابو عبیدہ کی فوج میں ایک مجاہد ابو امامہ باہلی تھے۔ ان کا بیان ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے جن لوگوں کو حضرت ابو عبیدہؓ کے ساتھ روانہ کیا تھا۔ انھیں

ہیں بھی تھا ۔ ہمیں سب سے پہلے عربہ و داثنہ کا معرکہ پیش آیا ۔ رومیوں کے چھ
سپہ سالاروں نے ہمارا مقابلہ کیا اور ہر سپہ سالار کے ماتحت پانسو جنگجو
تھے ۔ یعنی کل تین ہزار ۔ رومی سپہ سالار مقام عربہ میں پہنچکر خیمہ زن ہوئے
یزید بن ابی سفیان نے حضرت ابو عبیدہ کو اسکی اطلاع دی ۔ آپ نے ہمیں
پانچسو سواروں کے ساتھ یزید بن ابی سفیان کے پاس بھیجا ۔ وہاں سے یزید
بن ابی سفیان نے بھی پانچسو مجاہدین ہمارے ساتھ کر دئیے اور خود بھی ہمارے
پیچھے روانہ ہو گئے ۔

رومیوں کا سامنا ہوتے ہی ہم نے ان پر حملہ کر دیا ۔ ان کا ایک سپہ سالار
مارا گیا ۔ وہ مقابلہ کی تاب نہ لاکر بھاگ نکلے ۔ ہم نے ان کا تعاقب کیا ۔ اس کے
بعد رومی داثنہ میں جمع ہوئے ۔ یزید بن ابی سفیان نے ہمیں وہاں بھی بھیجا ، ہم نے
حملہ کر کے وہاں سے بھی رومیوں کو بھگا دیا ۔ اسی شکست نے رومیوں کو خوفزدہ
کر دیا ۔ اور انھوں نے عام جنگی تیاریاں شروع کر دیں ۔ ہرقل بھی ان کو ہر طرف سے
مدد بھیجنے لگا ۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کا عراق سے شام میں تقرر

حضرت ابو عبیدہؓ نے شامیوں کی یہ جنگی سرگرمیاں دیکھیں تو جابیہ سے
حضرت ابو بکر کو یہ خط لکھا ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شامی رومیوں ، مقامی باشندوں اور عیسائی عربوں نے

متفق ہو کر ہم سے لڑنے کا فیصلہ کیا ہے، ہمیں خدا کی نصرت کی
آمد۔ اس کے وعدہ کی ایفاء، اور اس کی کارسازی پر یقین ہے
میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کو اس صورت حال سے مطلع کر دوں
انشاء اللہ آپ کوئی بہتر رائے قائم کر سکیں گے۔ والسلام

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنی حربی قابلیت اور شجاعت و بہادری کی بنا پر دربار رسالت سے "سیف اللہ" کا لقب پا چکے تھے وہ اس وقت عراق میں مجاہدین اسلام کے سپہ سالار تھے اور فتوحات پر فتوحات حاصل کر رہے تھے حضرت ابو عبیدہؓ کا خط پڑھ کر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالد بن ولید کو مندرجہ ذیل مکتوب لکھا۔

اس مکتوب کو دیکھتے ہی عراق سے روانہ ہو جاؤ۔ تمہارے عراق پہنچنے کے وقت جو لوگ وہاں موجود تھے اُن کو وہیں چھوڑ دینا لیکن جو لوگ یمامہ سے تمہارے ساتھ گئے تھے یا راستے میں ساتھ ہو گئے تھے یا حجاز سے تمہارے پاس پہنچے تھے ان کو اپنے ہمراہ لے لینا ساتھ میں اسباب کم رکھنا برابر چلتے رہنا یہاں تک کہ شام پہنچ جاؤ۔ وہاں ابو عبیدہ اور اُن کے ساتھیوں سے ملنا شام پہنچنے کے بعد سپہ سالار اعظم کا منصب تمہیں حاصل ہوگا۔ والسلام

حضرت خالد بن ولید دربار خلافت کے حکم کے مطابق عراق سے شام کو روانہ ہوئے۔ اور حضرت ابو عبیدہ کو ذیل کا خط لکھا۔

میں اپنے لئے اور آپ کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ

وہ ہمیں قیامت کے عذاب سے مامون اور دنیا کی تمام برائیوں سے محفوظ رکھے۔ خلیفۂ رسول کا مکتوب آیا ہے۔ انھوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں شام کو روانہ ہو جاؤں اور وہاں پہنچکر غازیان اسلام کی قیادت اور ان کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لوں۔

خدا کی قسم! نہ میں نے خلیفۂ رسول سے اس کی خواہش کی۔ نہ اُن سے اسکی تمنا ظاہر کی۔ لہذا آپ اس وقت جس مرتبہ پر ہیں اسی پر قائم رہیں۔ نہ میں آپ کی نافرمانی کروں گا نہ آپ کی رائے سے اختلاف کرونگا۔ نہ آپ کے مشورے کے بغیر کوئی فیصلہ کروں گا۔ کیونکہ آپ مسلمانوں کے سردار ہیں نہ آپ کی بزرگی کا انکار کرسکتا ہوں اور نہ آپ کی رائے سے بے نیاز ہو سکتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھ پر اور آپ پر اتمام فضل فرمائے اور مجھے اور آپ کو اپنی رحمت سے نوازے اور دوزخ کی آگ سے بچائے

والسلام علیک و رحمۃ اللہ ۔[۵۱]

حضرت ابو عبیدہ کو جابیہ میں یہ خط ملا۔ آپ نے خط پڑھکر فرمایا اللہ تعالیٰ خلیفۂ رسول کے کاموں میں برکت عطا فرمائے اور خالد بن ولید کو زندہ رکھے۔

لیکن جب مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ حضرت ابو عبیدہؓ کے بجائے حضرت خالد بن ولیدؓ سپہ سالار اسلام بنائے گئے ہیں تو ان کو بہت افسوس ہوا خصوصاً حضرت سعید بن العاصؓ کے خاندان کو جو حضرت ابو عبیدہؓ کا بہت ارادت مند تھا

[۵۱] تاریخ الخمیس جلد دوم صفحہ ۲۰۵

لیکن حضرت ابو عبیدہؓ کے خلوص و ایثار کا یہ حال تھا کہ آپ نے قول و عمل دونوں سے خوشنودی و رضامندی کا اظہار کیا، اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت خالدؓ دونوں بزرگوں کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

حضرت خالد بن ولید نے عراق سے شام کی جانب کوچ کیا آپ کی رکاب میں ساڑھے آٹھ سو مجاہدین تھے جن میں تین سو مہاجرین و انصار تھے۔

عراق اور شام کے درمیان بڑے بڑے صعوبتناک اور دشوار گذار صحرا تھے جن میں انسان قدم رکھنے کا بھی حوصلہ نہیں کر سکتا لیکن اللہ کی حاکمیت کے قیام کے لئے اپنا سب کچھ وقف کر دینے والوں نے لرزہ خیز مصائب و شدائد برداشت کرتے ہوئے ان کو عبور کر لیا۔ حدود شام میں داخل ہونے کے بعد حضرت خالد کے چھوٹے چھوٹے متعدد معرکے پیش آئے۔ آپ ارکہ اور قدمہ وغیرہ کو حلقۂ اطاعت میں داخل کرتے ہوئے بصریٰ پر حملہ آور ہوئے جو شام کا ایک مشہور شہر اور حوران کا صدر مقام تھا۔

وردنجار جو ایک رومی سپہ سالار تھا، پانچ ہزار کی ایک زبردست جمعیت کے ساتھ مقابلے کو نکلا، مسلمانوں کی تعداد پہلے ساڑھے آٹھ سو تھی، بعد میں چار سو مسلمان اور آگئے تھے۔ حضرت خالد بن ولید نے فوج کی ترتیب کے بعد سواروں کے دو حصے کئے اور دونوں کو حکم دیا کہ پہاڑوں پر چڑھ جائیں اور وہاں سے دشمنوں پر ٹوٹ پڑیں۔

اپنی کثرت تعداد کے زعم میں رومیوں نے خود جنگ کی ابتدا کی، انھوں نے دو حملے نہایت سخت کئے لیکن مسلمانوں کے پائے استقلال کو لغزش نہ ہوئی

حضرت خالد بن ولیدؓ اپنے دستے کے ساتھ قلب میں موجود تھے، رومیوں کے حملے کے ہجوم میں آپ کی آواز بلند ہوئی، ـــ

مسلمانو! استقلال! تم پر خدا کی رحمت ہو، حملہ کرو، اگر تم محض خدا کی خوشنودی کے لئے لڑو گے تو یقین کرو کہ یہ ایک گھنٹہ بھی تمھارے مقابلے میں نہ ٹھہر سکیں گے۔

یہ کہکر حضرت خالد بن ولید نے حملہ کیا، ساتھ ہی مسلمان بھی ٹوٹ پڑے، رومی مقابلہ کی تاب نہ لاکر بھاگے اور قلعے میں پناہ گزیں ہو گئے، آخر میں انھوں نے اطاعت قبول کر لی۔ اس کے بعد اہل غسان پر حملہ کیا گیا۔ پھر غوطہ پر، یہاں بھی رومی مقابلے میں ٹھہر نہ سکے اور بھاگ کر دمشق چلے گئے،

حضرت خالد نے دمشق کا محاصرہ شروع کیا، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو حضرت خالد کے آنیکی اطلاع ہوئی تو آپ بھی جابیہ سے کوچ کر کے حضرت خالد کے پاس پہنچ گئے۔ یہاں حضرت ابو عبیدہؓ کو دربار خلافت کا حسب ذیل فرمان ملا

اما بعد۔ فانی قد ولیت	اما بعد۔ میں نے شام میں دشمنوں سے جنگ کرنیکے
خالد القتال العدو بالشام فلا تخالفه واسمع	لئے خالد بن ولید کو سپہ سالار مقرر کیا ہے،
	اس لئے تم ان کی مخالفت نہ کرنا وہ جو بات کہیں اُسے
له واطع امرہ فانی لم ابعثه	سننا اور ان کا حکم ماننا میں نے تمھارے بجائے
علیك ان لاتكون عندی	اُن کو اس لئے سپہ سالار مقرر نہیں کیا ہے کہ تم میرے
خیرا منه ولکنی ظننت ان	نزدیک ان سے بہتر نہیں ہو۔ بلکہ میرا خیال یہ ہے کہ معاملہ
له فطنة فی الحرب لیست لك	جنگ میں ان کو جو مہارت حاصل ہے وہ تمھیں حاصل نہیں

اماد اللہ بنا و بك خیرا اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں توفیق خیر عطا فرمائے

والسلام علیك والسلام

معرکۂ اجنادین

جس زمانہ میں حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح نے دمشق کا محاصرہ شروع کیا۔ حضرت یزید بن ابی سفیانؓ بلقاء میں۔ حضرت عمرو بن عاص فلسطین میں اور حضرت شرجیل بن حسنہؓ بصریٰ میں تھے۔

حضرت خالد بن ولید کو اطلاع ملی کہ حمص کا حاکم "وردان" ایک زبردست فوج کے ساتھ آیا ہے اور حضرت شرجیل بن حسنہؓ کو دوسرے اسلامی سپہ سالاروں کی فوج سے جدا کر دینا چاہتا ہے۔ ساتھ ہی یہ خبر بھی پہنچی کہ رومیوں کا ایک جرار لشکر اجنادین میں اترا ہے اور اس کی حمایت میں مقامی باشندے بھی جمع ہو رہے ہیں۔

ان خبروں نے حضرت خالد اور حضرت ابو عبیدہ کو پریشان کر دیا۔ بیک وقت دو محاذوں پر بڑی فوجوں سے معرکہ آرا ہونا مسلمانوں کے لئے مناسب نہ تھا۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا "میری رائے یہ ہے کہ رومیوں کے پہنچنے سے پہلے ہم شرجیل بن حسنہؓ کے پاس پہنچ جائیں اور یکجا ہو کر ان کا مقابلہ کریں"۔

حضرت خالدؓ نے کہا۔ نہیں یہ مناسب نہ ہوگا۔ رومی ہمارے سر پر اجنادین میں موجود ہیں۔ جہاں ہم شرجیل بن حسنہؓ کی طرف بڑھے کہ رومیوں نے ہمارا تعقب کیا۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ ہم یہیں دشمن کا مقابلہ کریں اور شرجیل بن حسنہ کو صورت حال سے آگاہ کر کے اپنے پاس بلا لیں۔ ان کے علاوہ یزید بن ابی سفیان

اور عمرو بن العاص کو بھی خط لکھیں کہ وہ بھی اسی جگہ چلے آئیں۔ پھر سب ملکر اجنادین میں دشمنوں سے معرکہ آرا ہوں"

اسی مشورہ کے مطابق حضرت خالدؓ نے حضرت ابو عبیدہ کے ساتھ دمشق سے اجنادین کی طرف کوچ کیا اور دوسرے سپہ سالاروں کو اس مضمون کے خطوط لکھے۔

اجنادین میں رومیوں کی ایک فوج اتری ہے جو تعداد میں بھی کم ہے اور قوت میں بھی۔ اللہ تعالیٰ اسے تباہ کر ڈالے گا میں نے جس روز تمھارے پاس یہ قاصد بھیجا ہے۔ اسی روز دشمن کے مقابلہ کیلئے اجنادین کی طرف کوچ کیا ہے۔ یہ خط دیکھتے ہی دشمن کے مقابلے کیلئے روانہ ہو جاؤ۔ تم پر خدا کی رحمت ہو پوری تیاری اور سچی نیت کے ساتھ کوچ کرو۔ اللہ تمھیں دوگنا اجر دے اور تمھارے گناہ معاف فرمائے۔

دمشق سے جاتے ہوئے حضرت خالد فوج کے آگے تھے اور حضرت ابو عبیدہؓ دو ہزار مجاہدین کے ساتھ پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ دمشق والوں نے یکایک شہر سے نکل کر حضرت ابو عبیدہ پر حملہ کر دیا۔ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ لیکن حضرت ابو عبیدہ نے نہایت دلیری کے ساتھ ان کا مقابلہ شروع کیا۔ ادھر حضرت خالد کو معلوم ہوا تو وہ اپنا رسالہ لئے ہوئے پلٹے اور دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ آپ کے ایک ہی حملہ میں دشمنوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ دمشق کی طرف بھاگے۔ حضرت خالد نے تین میل تک ان کا تعاقب کیا وہ دمشق میں گھس کر پناہ گزیں ہو گئے۔

حضرت خالد بن ولید کا خط پا کر حضرت شرجبیل بن حسنہ نے مجاہدین کو تیاری کا حکم دیا۔ اور ان کو لیکر اجنادین کی طرف کوچ کیا۔

وردان کو معلوم ہوا تو اس نے حضرت شرجبیل بن حسنہ کا تعاقب کیا۔ اسی درمیان میں اسے اجنادین کے رومیوں کا پیام ملا کہ "تم ہمارے پاس آؤ۔ ہم چاہتے ہیں کہ تمہیں سپہ سالار بنا کر تمہارے زیر علم مسلمانوں سے لڑیں اور ان کو اپنے ملک سے نکال دیں"۔ اس پیام سے وردان کا حوصلہ اور بڑھ گیا۔ اس نے سوچا کہ اجنادین پہنچنے سے پہلے حضرت شرجبیل بن حسنہ کی فوج کو تباہ کر کے اپنا ایک کارنامہ پیش کر دے۔ چنانچہ اس نے بڑی تیزی سے مسلمانوں کا تعاقب کیا۔ لیکن حضرت شرجبیل بن حسنہ مسلمانوں کو لئے ہوئے حضرت خالد کے پاس پہنچ گئے۔ وردان رومیوں کے پاس اترا۔

حضرت شرجبیل بن حسنہ کے بعد یزید بن ابی سفیان اور عمرو بن عاص بھی آگئے۔ حضرت خالد نے دوسرے روز صبح کو فوج کی ترتیب شروع کی۔ حضرت ابو عبیدہ کو قلب کا حضرت معاذ بن جبل کو میمنہ کا حضرت سعید بن عامر کو میسرہ کا اور حضرت سعید بن زید کو رسالے کا افسر مقرر کیا۔

اس ترتیب اور صف بندی کے بعد حضرت خالد نے مجاہدین کی صفوں کے درمیان چکر لگا لگا کر ان کو جوش دلانا اور ان کا حوصلہ بڑھانا شروع کیا۔

خواتین خیموں کے دروازوں پر کھڑی تھیں، سامنے سے کوئی مسلمان گذرتا تو ننھے ننھے بچوں کو آگے بڑھا کر کہتیں

دیکھو! ان بچوں کا خیال کرنا۔ اپنی عورتوں کو بھول نہ جانا، اپنی

عزت بچانا۔ اللہ کے نام پر لڑو۔"

حملے سے پہلے حضرت خالد نے ایک ایک قبیلہ اور ایک ایک صف کے سامنے جا کر یہ تقریر کی۔

اللہ کے بندو! اللہ کی راہ میں جنگ کرو۔ خبردار پیٹھ نہ دکھانا۔ دشمنوں سے مرعوب نہ ہو جانا، شیروں کی طرح حملہ کرنا۔ تم آزاد اور شریف ہو۔ تم نے دنیا طلبی سے انکار کر دیا ہے۔ تم خدا سے اجر پانے کے مستحق بن چکے ہو۔ دیکھو! دشمن کی کثرت تمہیں خوفزدہ نہ کر دے۔ خدا کی طرف سے ان پر نجاست اور سزا نازل ہونے والی ہے۔ ان پر خدا کا قہر آئے گا۔ خبردار! میرے حملہ کرتے ہی تم بھی دشمنوں پر ٹوٹ پڑنا۔

حضرت معاذ بن جبل نے مجاہدین کو مخاطب کر کے کہا

مسلمانو! آج اپنی جانوں کو خدا کے ہاتھ بیچ ڈالو۔ اگر تم نے آج رومیوں کو شکست دیدی تو یہ ملک ہمیشہ کے لئے دار الاسلام بن جائے گا اور تم خدا کی خوشنودی اور اجر عظیم حاصل کر لو گے۔"

حضرت خالد بن ولید ظہر تک صرف مدافعت پر اکتفا کرنا چاہتے تھے۔ لیکن رومیوں نے مسلمانوں کے میمنہ اور میسرہ پر متواتر دو حملے کر دئیے اور مسلسل تیر برسا کر مسلمانوں کو برہم کر دیا۔ حضرت سعید بن زید نے جو حضرت عمرؓ کے چچیرے بھائی اور اصحاب عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ جوش میں آ کر حضرت خالد سے کہا۔

ہم کیوں ان غلاموں کے تیروں کا نشانہ بن رہے ہیں۔ تیروں کی بارش

سے ہمارے گھوڑے بھڑک رہے ہیں "

آخر حضرت خالد نے اپنے رسالے کو حملے کا حکم دیا اور خود آگے بڑھکر حملہ کیا۔ مجاہدین کے پہلے ہی حملہ میں رومیوں کی صفیں درہم برہم ہوگئیں اور ان کے قدم اکھڑ گئے مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور قتل عام شروع کردیا مسلمان انکی چھاؤنی پر قابض ہوگئے۔ بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ تین ہزار رومی مارے گئے باقی بھاگ کر ایلیا، قیساریہ، حمص۔ اور دمشق وغیرہ میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے

شنبہ ۲۸ جمادی الاول ۱۳ھ کو یہ جنگ ہوئی۔ حضرت خالد نے حضرت ابوبکر کو فتح کا خط لکھا۔ آپ نے خط پڑھکر خدا کا شکر ادا کیا۔ [1]

شہدائے اجنادین میں حضرت عمرو بن العاص کے بھائی حضرت ہشام ابن العاص بھی تھے [redacted] سابق الاسلام اور دو ہجرتوں سے ممتاز تھے مسلمانوں نے رومیوں کا تعاقب کیا تو راستے میں انھیں ایک تنگ مقام ملا جس سے صرف ایک ایک آدمی گذر سکتا تھا۔ جو مسلمان اس مقام سے پار ہوگئے اُن سے رومی لڑنے لگے حضرت ہشام شہید ہوکر اس تنگ مقام میں گر پڑے۔ اب جو مسلمان وہاں پہنچتا تھا حضرت ہشام کی لاش پر گھوڑا لے جانا گوارا نہ کرکے وہیں رُک جاتا تھا حضرت عمرو بن العاص آئے تو انھوں نے کہا

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے بھائی کو شہید کیا اور اس کی روح کو اُٹھالیا۔ یہاں تو صرف اس کا جسم ہے۔ اس لیے تم لوگ اُن کی لاش پر سے گھوڑے لے جاؤ۔

[1] فتوح الشام ازدی ۱۲

یہ کہکر آپ نے گھوڑا بڑھایا۔ ساتھ ہی تمام لوگ چل پڑے۔ شہید راہِ حق کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔ اختتام جنگ کے بعد حضرت عمرو بن العاص نے بھائی کی لاش کے ٹکڑوں کو بورے میں بھر کر سپردِ خاک کیا۔ [1]

محاصرۂ دمشق!

اجنادین کی جنگ کے بعد حضرت خالد بن ولید حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اور تمام سپہ سالاران اسلام دمشق آئے اور چاروں طرف سے اس کا محاصرہ کر لیا گیا حضرت خالد بن ولید نے شہر پناہ کے مشرقی دروازے سے ایک میل کے فاصلہ پر ایک خانقاہ میں خیمہ ڈالا جو آپ کے قیام کی نسبت سے "دیر خالدؓ" کے نام سے مشہور ہوگیا۔ حضرت ابو عبیدہ "باب الجابیہ" اترے ، حضرت شرجیل بن حسنہ "باب الفرادیس" پر۔ حضرت عمرو بن العاص "باب توما" پر اور حضرت یزید بن ابی سفیان "باب کیسان" پر متعین ہوئے۔

محاصرے کے بعد مسلمانوں اور رومیوں میں چھوٹے چھوٹے مقابلے شروع ہوئے ایک روز حضرت خالد فوج لے کر نکلے اور یلغار کرتے ہوئے شہر پناہ تک پہنچ گئے۔ رومیوں نے شہر میں گھس کر پھاٹک بند کر لیا اور شہر پناہ کے اوپر سے پتھر برسانے لگے۔ لڑائی کا سلسلہ جاری تھا۔ اسی دوران میں ایک روز حضرت خالد کو جاسوس نے خبر دی کہ ہرقل شاہ روم نے ایک بڑی فوج دمشق والوں کی مدد کے لیئے روانہ کی ہے۔ جو بالکل سر پر آ پہنچی ہے۔ یہ سنکر حضرت خالد نے

[1] سیرۃ ابن ہشام ؟

طے کیا کہ رومی فوج کو دمشق تک نہ پہنچنے دیا جائے اور دمشق کے باہر ہی اس سے مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے اسباب اور عورتوں کو حضرت یزید بن ابی سفیان کے ساتھ محفوظ مقام میں بھیجدیا۔ اور خود حضرت ابو عبیدہ کو لیکر رومی فوج کی طرف بڑھے

اس فوج کا سپہ سالار "دربجار" تھا جسکو حضرت خالد بصریٰ میں شکست دے چکے تھے۔ اس کے ساتھ پانچ ہزار منتخب بہادران روم تھے۔ اور راستے ہی آدمی حمص وغیرہ کے اس کے ساتھ ہو گئے تھے۔ اس طرح اس کی فوج کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔

حضرت خالد نے دشمن کے قریب پہنچکر فوج کی صف بندی کی حضرت معاذ بن جبل کو میمنہ کا۔ حضرت ہاشم بن عتبہ کو میسرہ کا۔ حضرت سعید بن زید کو رسالہ کا اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو پیدل والوں کا سپہ سالار مقرر فرمایا۔

فوج کی ترتیب و صف بندی کے بعد حضرت خالد نے چاہا کہ ایک ایک صف کے سامنے جاکر معائنہ کریں اور مجاہدین اسلام کو جوش دلائیں۔ لیکن ابھی آپ نے پہلی ہی صف کا معائنہ فرمایا تھا کہ رومیوں نے حضرت سعید بن زید پر حملہ کردیا۔ حضرت سعید نے نہایت شجاعت و بہادری سے مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ آپ شہید ہو گئے مجاہدین اسلام بھی ہر طرف سے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت معاذ بن جبل نے رومیوں کے میمنہ پر حملہ کیا اور اس کو درہم برہم کردیا۔ حضرت خالد میسرہ پر حملہ آور ہوئے اور اس کے قدم اکھاڑ دیئے۔ رسالہ نے حملہ کر کے رومیوں کو پوری شکست دیدی۔ مسلمانوں نے دشمنوں کا قتل عام شروع کردیا۔ اور پورے لشکر کو لوٹ لیا۔ جو رومی مسلمانوں کی تیغ قضا سے بچ گئے۔ وہ بھاگ کر دمشق میں پناہ گزین ہوئے

اور کچھ حمص اور انطاکیہ چلے گئے۔

اس جنگ میں پانسو رومی بحالت مقابلہ کام آئے اور اتنے ہی تعاقب و فرار کی حالت میں قتل و گرفتار ہوئے یہ جنگ "یوم مرج الصفر" کے نام سے موسوم ہے اختتام جنگ کے بعد بہادران اسلام نے مظفر و منصور واپس آکر پھر دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ اہل دمشق نہ اطاعت قبول کرتے تھے اور نہ ان کو باہر نکل کر مقابلہ کی جرأت ہوتی تھی۔ ایک روز دمشق کے حاکم نے اپنے جاسوسوں سے مسلمانوں کی حالت دریافت کی، انھوں نے مسلمانوں کی نیکی و دیانت۔ خدا پرستی و شب بیداری کا حال بیان کیا۔ حاکم نے کہا۔

"یہ لوگ رات کے راہب اور دن کے شیر ہیں۔ خدا کی قسم! میں نہ ان سے مقابلہ کر سکتا ہوں اور نہ ان سے جنگ کر کے کامیابی ممکن ہے"

چنانچہ اس نے صلح کی تحریک شروع کی۔ جو شرائط طے نہ ہونے کے باعث ناکام رہی

حضرت ابو بکر کی وفات

اسی طرح دمشق کا محاصرہ جاری رہا کہ دوشنبہ ۲۲ جمادی الآخر سنہ ۱۳ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسند آرائے خلافت ہوئے۔

حضرت عمرو نے اس واقعہ کی اطلاع دہی کی غرض سے حضرت ابو عبیدہ کو یہ مکتوب لکھا۔

خلیفۂ رسول ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ

اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ○

حضرت ابو بکر پر خدا کی رحمت ہو جو حق کہتے تھے۔ عدل قائم کرتے تھے نیکی پر چلتے تھے اور نیک نفس انسان تھے۔ ہم ہر گناہ سے بچنے کے لئے خدا کی رحمت کے طلبگار اور اسی کی جانب رجوع ہونے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں وہ اپنی اطاعت کے عمل کی توفیق بخشے اور آخرت میں باعزت مقام عطا فرمائے۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

والسلام علیک و رحمۃ اللہ۔

خط پڑھنے کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت معاذ بن جبل کو بلایا۔ انھوں نے خط پڑھکر قاصد کی طرف دیکھا اور پوچھا

ابو بکر پر خدا کی رحمت و رضوان ہو ان کے بعد مسلمانوں نے کیا فیصلہ کیا؟

قاصد نے کہا۔ حضرت ابو بکر نے حضرت عمر کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

حضرت معاذ بن جبل نے فرمایا "الحمد للہ مسلمانوں نے بہت بہتر کیا جو اس تجویز کو قبول کر لیا۔"

حضرت ابو عبیدہ نے کہا "میں نے خط پڑھکر اس ڈر سے قاصد سے کچھ نہیں پوچھا کہ وہ کسی اور کا خلیفہ ہونا نہ بتائے۔"

قاصد نے حضرت ابو عبیدہ سے کہا "حضرت عمر نے آپ سے مسلمانوں کی حالت دریافت کی ہے اور خالد بن ولید یزید بن ابی سفیان اور عمرو بن العاص کا حال

نام بنام پوچھا ہے"۔

حضرت امین الامت نے فرمایا "خالد بہترین سپہ سالار اور مسلمانوں کے سچے خیر خواہ ہیں، ان پر نہایت مہربانی رکھتے ہیں، ان کی فلاح و بہبود کا خیال رکھتے ہیں۔ دشمنوں پر حد سے زیادہ سخت ہیں، اللہ انھیں مسلمانوں کی طرف سے بہترین اجر عطا فرمائے۔ یزید بن ابی سفیان اور عمرو بن العاص بھی اپنے طور وطریق اور مسلمانوں کی خیر خواہی میں ویسے ہی ہیں جیسا انھیں میرے اور عمر کے نزدیک ہونا چاہیئے"۔

قاصد نے پوچھا "سعید بن یزید اور معاذ بن جبل کی حالت سے بھی آگاہ فرمائیے"

حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا "یہ دونوں ویسے ہی ہیں جیسے تم انھیں دیکھ رہے ہو بلکہ جیسے جیسے ان کی عمر زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ دنیا سے ان کی بے رغبتی زیادہ ہوتی جارہی ہے۔ اور آخرت کا اشتیاق ترقی کرتا جارہا ہے"۔

یہ سنکر قاصد چلنے کے لیئے اٹھا۔ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا "سبحان اللہ ذرا ٹھیرو جواب تو لکھ دوں۔ یہ کہہ کر حضرت ابو عبیدہ نے اپنی اور حضرت معاذ ابن جبل کی طرف سے حضرت عمرو کو ایک مشترکہ خط لکھا۔

سلام علیک، ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کے بعد ہم رقم طراز ہیں۔ کہ اے عمرو! ہم نے تمھیں اس حال میں دیکھا تھا جب تمھارے پیش نظر صرف اپنی ذات کا معاملہ تھا، مگر اب تم امت محمدیہ کے پورے معاملات کے ذمہ دار بنائے گئے ہو، سیاہ وسفید کل تمھارے ہاتھ میں

دیدیا گیا ہے اب دشمن اور دوست، معزز اور حقیر، کمزور اور قوی سب، تمہارے سامنے بیٹھیں گے، تمہارے انصاف میں ہر شخص کا حق و حصہ ہوگا۔ اس لئے اے عمرؓ! دیکھنا ہے کہ اب تم کیسے ثابت ہوتے ہو اور کیا کرتے ہو؟

اے عمرؓ! ہم تمہیں وہ دن یاد دلاتے ہیں جب دلوں کی جانچ کی جائیگی، پوشیدہ راز عریاں ہو جائیں گے، اور چھپی ہوئی برائیاں ظاہر ہو جائیں گی، سب ملک القہار کے سامنے سرنگوں ہو جائیں گے، وہ بادشاہ قاہر جس کی سطوت کے سامنے سب عاجز و مغلوب ہیں۔ اس کے حضور سجدے میں پڑے ہوئے اس کے فیصلے کا انتظار کر رہے ہوں گے اور اس کے عذاب کے خوف سے لرزاں اور اس کی رحمت کے امیدوار ہوں گے۔

اے عمرؓ! ہمیں بتایا گیا ہے کہ اس امت میں ایسے لوگ بھی ہونگے جو ظاہر کو پسند کریں گے باطن کے دشمن ہوں گے، ہم اس حالت سے پناہ مانگتے ہیں، اس لئے اس خط کو اسی نگاہ سے دیکھنا، جس نگاہ سے ہم دیکھ رہے ہیں۔

والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قاصد کی روانگی کے بعد حضرت ابو عبیدہ نے حضرت معاذ سے کہا کہ حضرت عمرؓ نے اپنے مکتوب میں ہمیں لکھا ہے کہ ہم مسلمانوں کو حضرت ابو بکرؓ کی وفات سے آگاہ کر دیں، اس لئے جب تک حضرت عمرؓ ہمیں اس کے لئے حکم نہ دیں، کسی

سے اس واقعہ کا ذکر نہ کرنا چاہیئے، حضرت معاذ نے اس رائے سے اتفاق کیا۔

حضرت ابو عبیدہؓ دوبارہ قیادتِ عظمیٰ پر

چند روز کے بعد حضرت عمرؓ کا خط پہنچا جس میں حضرت عمر نے حضرت خالد کو افواج شام کی قیادت عظمیٰ سے علیحدہ کرکے اس منصب پر پھر حضرت ابو عبیدہ کو مامور کردیا تھا۔ خط حسب ذیل ہے۔

اللہ کے بندے عمرؓ امیر المومنین کا خط ابو عبیدہ بن الجراح اور معاذ ابن جبل کے نام

میں اللہ واحد کی حمد و ثنا کے بعد تم دونوں کو تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں، اس لئے کہ تقویٰ ہی میں تمہارے پروردگار کی خوشنودی، تمہاری ذات کی بھلائی اور بحالت مصیبت فلاح ہے۔ تمہارا مکتوب پہنچا تم نے لکھا ہے کہ تم مجھے ایسی حالت میں دیکھ چکے ہو۔ میری نظر میں جب صرف میری ذات کا معاملہ اہمیت رکھتا تھا تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی، یہ تمہاری طرف سے درحقیقت میرے ساتھ تجاوز ہے۔

تم نے یہ بھی لکھا ہے کہ اب میں پوری اُمتِ محمدیہ کے معاملہ کا ذمہ دار بنادیا گیا ہوں، اب اعلیٰ اور ادنیٰ دوست اور دشمن کمزور اور تندرست سب ہی میرے سامنے بیٹھیں گے، اور عدل میں سب کا یکساں حصہ ہوگا۔ اس لئے تم یہ جاننا چاہتے ہو

کہ اس صورت میں کیسا ثابت ہوتا ہوں، اس کا جواب یہ ہے کہ خود مجھ میں کوئی قوت و طاقت نہیں ہے تمام قوت و طاقت صرف اللہ ہی کی جانب سے مل سکتی ہے۔

تم نے مجھے آنے والے دن سے خوف دلایا ہے بے شک وہ دن روز و شب کی گردش کے ساتھ قریب چلا آرہا ہے۔ گردش ہر نئے کو پرانا۔ ہر دور کو نزدیک، ہر آئندہ چیز کو موجود کر دیتی ہے۔ اسی طرح قیامت کا دن بھی آجائیگا۔ جب دلوں کی جانچ ہوگی۔ پوشیدہ راز ظاہر ہو جائیں گے۔ یہ تمام سر خدائے قہار کی عظمت و جلال کے سامنے ختم ہو جائیں گے جنہیں وہ اپنے جبروت سے مقہور کر دے گا۔ چنانچہ اس کے حضور میں سب سربسجود، اس کے عذاب سے خوف زدہ، اس کے فیصلے کے منتظر اور اس کی رحمت کے امیدوار ہوں گے۔

اور تم نے لکھا ہے کہ اس امت میں ایسے لوگ بھی ہونگے جو ظاہر کو پسند کریں گے اور باطن کے دشمن ہوں گے۔ مگر یہ زمانہ ایسے لوگوں کا نہیں۔ ایسے لوگ آخر زمانہ میں پیدا ہوں گے۔ جب کہ رغبت و بے رغبتی اللہ سے نہیں بلکہ خود لوگوں کی آپس میں ہوگی۔

دنیا کی حکومت و شاہی کی کچھ حقیقت نہیں ہے، کیونکہ ہر چیز فنا ہو جانے والی ہے۔ ہم آپس میں بھائی بھائی ہیں بھلائی

کا بھائی کہیں چلا جائے، یا اس پر سردار بنا دیا جائے تو اس سے دوسرے کی دنیا و آخرت کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ بلکہ شاید یہ سردار اور حاکم اپنے بھائی کی نسبت فتنے سے زیادہ قریب اور اس خطرے کے درمیان ہوتا ہے کہ گناہ میں مبتلا ہو جائے۔ اس لئے کہ امارت اسے گناہ کے لئے آگے بڑھا دیتی ہے ہاں جس کو خدا محفوظ رکھے اس کی دوسری بات ہے۔ لیکن ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔

خالد اس حال میں معزول کئے گئے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے ممدوح و محبوب تھے۔ وہ مسلمانوں کے افسر بنائے گئے تھے اور انھوں نے اپنے فرض کو بہت اچھی طرح انجام دیا۔ مسلمانوں کے لئے انکی کوششیں، محنتیں اور جفاکیشاں بہت اہم اور فائدہ بخش ہیں۔"

حضرت عمرؓ کے خط کے مطابق حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ پھر مجاہدین شام کے سپہ سالار ہو گئے۔ چنانچہ دمشق کے محاصرہ کا انتظام آپ کے ہاتھ میں آگیا۔ آپ نے حضرت خالدؓ کو اسی مورچہ پر قائم رکھا جہاں آپ تھے اور یہ بھی طے کیا کہ جب با دشمن سے مقابلہ ہو تو اسلامی رسالہ کی عام سپہ سالاری حضرت خالد کے سپرد رہے گی۔[1]

دمشق کی فتح

اہل دمشق کو میدان میں آکر لڑنے کی ہمت نہ تھی۔ فصیل کے اوپر سے تیر اور پتھر برسا رہے تھے۔ اور مسلمان بھی انھیں چیزوں سے کام لے رہے تھے۔ ایک

[1] فتوح الشام ازدی ص۹۱

اسی طرح کا مقابلہ ہو رہا تھا کہ حضرت ابان بن سعید کو ایک تیر لگا اور وہ شہید ہو گئے۔ ابھی شام ہی میں عقبہ کی لڑکی ام ابان سے ان کی شادی ہوئی تھی۔ شوہر کی شہادت کے بعد انھوں نے شہید کے تمام جنگی سامان اپنے بدن پر آراستہ کئے۔ اور میدان میں آکر تیر اندازی شروع کی۔ رومی شہر کے اوپر سے لڑ رہے تھے ان کے آگے پادری ہاتھ میں صلیب لئے فتح و نصرت کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ ام ابان بڑی تیر انداز تھیں۔ انھوں نے ایسا تاک کر تیر مارا کہ صلیب پادری کے ہاتھ سے چھوٹ کر شہر پناہ کے نیچے گر پڑی مسلمانوں نے دوڑ کر صلیب اٹھالی۔

رومی اس ذلت کو برداشت نہ کر سکے اور جوش میں آکر قلعے سے باہر نکل پڑے اس غیر متوقع حملے سے مسلمان گھبرا گئے۔ مگر ام ابان اسی ثبات و استقلال کیساتھ تیر چلا رہی تھیں۔ جو رومی صلیب لینے کے لئے آگے بڑھتا وہ ان کے تیروں کا نشانہ بنتا۔ حاکم دمشق توما بھی بڑی پامردی سے لڑ رہا تھا۔ قدر انداز خاتون نے ایسا تاک کر تیر مارا کہ ٹھیک توما کی آنکھ میں جا کر لگا۔ وہ بھاگا اور پھر سامنے نہ آیا ام ابان جوش جہاد میں یہ رجز پڑھ رہی تھیں۔

ام ابان فاطلبی ثنارك	ام ابان تو اپنا انتقام لے
موثی علیهم مرتة المتدارك	اور ان پر پے در پے حملے کئے جا
قد ضجعم الهزم من نبالك	رومی تیروں سے چیخ اٹھیں لے

اہل دمشق کو بڑا بھروسہ تھا کہ حمص میں قیصر موجود ہے وہ مدد بھیجے گا۔ اور اس نے حمص سے فوجیں روانہ بھی کیں۔ مگر ذوالکلاع حمیری حمص و دمشق کے درمیان

لے مسلمان عورتوں کی بہادری حصہ مولانا سید سلیمان

متعین تھے، انھوں نے امدادی فوجوں کو وہیں روک لیا۔ اور دمشق تک پہنچنے نہ دیا۔ رومیوں کو یہ بھی خیال تھا کہ مسلمان گرم ملک کے باشندے ہیں۔ شام کی سردی برداشت نہ کرسکیں گے اور موسم سرما تک واپس چلے جائیں گے۔ مگر ان کا یہ خیال بھی پورا نہ ہوا جس ستارے کا غروب ہونا اہل شام کے نزدیک موسم سرما کا نشان تھا وہ غروب ہو چکا تھا۔ شدت سے سردی پڑ رہی تھی مگر مسلمان اپنے مورچوں میں مطمئن پڑے تھے۔ اسی طرح یہ محاصرہ دو مہینے دس روز تک اور دوسری روایت کے مطابق چھ مہینے تک قائم رہا۔

مسلمانوں کے جاسوس ہر وقت اہل دمشق کے حالات معلوم کرتے رہتے تھے۔ ایک روز شب کے وقت حضرت خالد کو اطلاع ملی کہ دمشق کے بطریق کے یہاں لڑکا پیدا ہوا تھا۔ آج اس کے یہاں دعوت تھی۔ اہل شہر نے خوب شراب نوشی کی ہے اور شام ہی سے غافل ہو کر سو رہے ہیں۔ یہ بات معلوم ہوتے ہی حضرت خالد اپنی خاص فوج کے ساتھ شہر پناہ کی طرف بڑھے۔ شہر پناہ کے پیچھے پانی سے بھری ہوئی خندق تھی۔ حضرت خالد نے اسے مشک کے ذریعہ پار کیا۔ کمند اور سیڑھی ساتھ تھی۔ حضرت خالدؓ نے قعقاعؓ اور مذعور بن عدیؓ کو کمند کے ذریعے شہر پناہ پر چڑھا دیا۔ انھوں نے کمند کو کنگرے سے خوب مضبوط باندھ کر رسی کی سیڑھی نیچے لٹکا دی۔ حضرت خالدؓ نے مسلمانوں کو ہدایت کی کہ جس وقت اللہ اکبر کی صدا بلند ہو کچھ مسلمان تو شہر پناہ پر چڑھ جائیں۔ اور کچھ پھاٹک پر پہنچ جائیں۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ بھی چند جانباز رفقاء کے ساتھ فصیل پر چڑھ گئے۔ وہاں چند آدمیوں کو سیڑھی کی حفاظت کے لیے چھوڑ کر باقی آدمیوں

کے ساتھ شہر میں اُترے اور جلدی سے پھاٹک پر پہنچکر پہلے پہرہ داروں کو قتل کیا۔ پھر ایک تلوار قفل پر مار کر ٹکڑے کاٹ ڈالے۔ ساتھ ہی آپ نے "اللہ اکبر" کا نعرہ مارا۔ نعرۂ تکبیر سنتے ہی کچھ مسلمان فصیل پر چڑھ گئے اور کچھ پھاٹک میں داخل ہوگئے رومی بھی ہوشیار ہو کر مقابلے میں آگئے۔ لڑائی ہونے لگی۔ مگر رومی بہت جلد بھاگ کھڑے ہوئے اور باب جابیہ پر جا کر حضرت ابو عبیدہ سے مصالحت کر کے ان کو اندر بلا لیا۔ مقسلاط جو وسط شہر میں واقع تھا۔ حضرت خالدؓ اور حضرت ابو عبیدہ سے ملاقات ہوئی۔

حضرت ابو عبیدہؓ صلح منظور فرما چکے تھے۔ اس لئے حضرت خالدؓ نے بھی تلوار نیام میں کر لی۔ شہر کا جتنا حصہ حضرت خالد نے طے کیا تھا وہ بزور شمشیر فتح ہوا تھا۔ مگر پورے شہر کی فتح بذریعہ صلح قرار دی گئی۔ اس لئے اہل دمشق نہ لوٹے گئے اور نہ لونڈی غلام بنائے گئے۔

اہل دمشق نے فی کس ایک دینار۔ زمین سے نصف زمین اور دینار سے نصف دینار دینا منظور کیا۔

دمشق میں جو چیزیں شاہی ملک تھیں وہ وقف کر دی گئیں۔ دوران جنگ میں جو چیزیں ہاتھ آگئی تھیں وہ مسلمانوں میں تقسیم ہوئیں۔ اور ان میں سے ان لوگوں کو بھی نصف حصہ دیا گیا جو دمشق سے دور اس لئے متعین تھے کہ اہل دمشق تک مدد نہ پہنچنے دیں۔

اردو کی بعض کتابیں جن کا ماخذ غالباً واقدی کی فتوح الشام اور انگریزی کی کتابیں ہیں۔ یہ غلط واقعہ لکھا ہے کہ دمشق کی فتح کے بعد حضرت خالد نے دمشق

کی فتح کے بعد حضرت خالد نے دمشق میں اعلان کر دیا کہ تم میں سے جو شخص ترک وطن کرنا چاہے اس کو امن ہے۔ لیکن تین روز کے بعد مسلمانوں کو حق حاصل ہوگا کہ وہ انہیں جہاں پائیں قتل کر دیں کچھ اہل شہر نے اس کو منظور کیا۔ اور اپنے اہل و عیال کو لیکر شہر سے باہر نکل گئے۔ ان کے ساتھ پوشیدہ طور پر کچھ مسلمان بھی روانہ ہو گئے اور تین روز کی مدت پوری ہو گئی تو مسلمانوں نے انہیں قتل کر دیا۔

علامہ رفیق بک مصری اس واقعہ کی نسبت اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ میں نے مورخین متقدمین طبری بلاذری اور یعقوبی کی روایتوں میں اس واقعہ کو تلاش کیا ابن اثیر وغیرہ متاخرین کی تصانیف بھی پڑھیں مگر کہیں یہ واقعہ نہ ملا۔ البتہ دو ہمعصر عیسائیوں کی کتابوں میں یہ واقعہ موجود ہے جن میں ایک تو "تاریخ شام" ہے جو جرجی آفندی کی تصنیف ہے اور دوسری "تاریخ دانی" ہے جو امین آفندی شمیل کی ہے۔ ان کتابوں کی زبان اگرچہ عربی ہے لیکن انکی عبارت شاہد ہے کہ وہ انگریزی سے ترجمہ ہیں۔ اس لئے کہ ان میں عربیت کی ذرا بھی بو باس نہیں ہے۔ وہ دونوں مصنف اس امر سے بالکل قاصر ہیں کہ ایسے واقعہ کی تحقیق ان معتبر تاریخوں سے کرتے جنکے مصنفین نے چھوٹے بڑے کسی واقعہ کو نظر انداز نہیں کیا ہے کسی کو تفصیل سے بیان کیا ہے کسی کو اجمال سے مگر فتح کے ادنیٰ سے ادنیٰ

واقعہ کو بھی یکقلم ترک نہیں کیا ہے - جب ان کا یہ عام دستور ہے
تو وہ اس واقعہ کے متعلق بالکل خاموش کیونکر رہ سکتے تھے ؟
معلوم ہوتا ہے کہ یورپ کے کسی مؤرخ نے جو مسلمانوں کے معائب
کے تجسس اور محاسن کے اخفاء کے بڑے حریص ہوتے ہیں - پایۂ اعتبار
سے بالکل ساقط اور محرف کتب مغازی "فتوح الشام" وغیرہ سے
اس واقعہ کو نقل کیا ہے یا رومیوں کی تاریخ سے لیا ہے - جو
لغویات نویسی کے عادی ہیں اور تبعاً فاتح قوم کی مذمت میں
مبالغہ سے کام لیتے ہیں"

علامہ رفیق بک نے درایۃً بھی اس واقعہ کی تردید کی ہے - جن مؤرخین نے
اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے - انھوں نے لکھا ہے کہ

مسلمان تین روز کے بعد لاذقیہ کی طرف سے ہو کر آئے اور
اہل دمشق کو قتل کر ڈالا - اگر مسلمان واقعی ایسا کرتے تو ان کو
ایسے مقامات سے گذرنا پڑتا جن میں رومی فوجیں بھری پڑی
تھیں مسلمانوں کی ایک مختصر جماعت ان مقامات سے
کیونکر گذر سکتی تھی [۱]

حملہ بعلبک

حضرت ابو عبیدہ نے دیکھا کہ دمشق فتح ہو جائے گا تو آپ نے حضرت

---

[۱] سوانح عمری حضرت عمر مؤلفہ علامہ رفیق بک مصری، ۱۲

عمرو بن العاص کو اُردن اور فلسطین کی جانب بھیجدیا اور ہدایت فرمائی کہ بڑے بڑے شہروں اور قلعوں سے بچکر سرحدی علاقوں پر حملے کرنا اور اگر کہیں کے باشندے صلح کی درخواست کریں تو ان سے صلح کر لینا۔ حضرت عمرو بن العاص کی روانگی کے بعد حسب توقع دمشق فتح ہو گیا۔

دمشق کی فتح سے پہلے باشندگان دمشق نے شاہنشاہِ روم سے مدد طلب کی تھی اس نے دو سپہ سالاروں کے ساتھ دس ہزار فوج روانہ کی تھی۔ لیکن بعلبک میں پہونچکر رومیوں کو اطلاع ملی کہ دمشق فتح ہو گیا اس لئے وہ بعلبک میں ٹھہر گئے۔

حضرت عمرو بن العاص نے حضرت ابو عبیدہؓ کے حکم کے مطابق اُردن فلسطین کے سرحدی علاقوں پر حملے کر کے رومیوں میں ہلچل ڈالدی۔ اسی دوران میں آپ کو فتح دمشق کی اطلاع موصول ہوئی ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ دمشق کی فتح سے ان علاقوں کے باشندے بہت برافروختہ ہو رہے ہیں اور خطرہ محسوس کر رہے ہیں کہ دمشق کی طرح ان شہروں پر بھی مسلمان قابض نہ ہو جائیں۔ اس لئے تمام رومی اور عرب عیسائی مسلمانوں کو اپنے ملک سے نکالنے کے لئے کمر بستہ ہو گئے ہیں۔ انھوں نے شاہِ روم ہرقل سے مدد طلب کی ہے اور اس نے بعلبک کی فوج کو ان کی امداد کا حکم دیا ہے۔ اس اطلاع کے بموجب حضرت عمرو بن العاص نے حضرت ابو عبیدہ کو خط لکھا

دمشق کی فتح رومیوں کو بہت گراں گذری ہے۔ اس لئے اُردن اور فلسطین کے باشندوں نے جمع ہو کر عہد و پیمان کیا ہے اور

قسم کھائی ہے کہ جب تک مسلمانوں کو ملک سے باہر نہ کردیں گے اہل وعیال میں واپس نہ جائیں گے۔ خدا اُنکی قسموں کو باطل کرنیوالا اور ان کی آرزوؤں پر پانی پھیرنے والا ہے۔ وہ کافروں کو مسلمانوں پر کامیاب ہونے کی راہ کبھی نہ دے گا۔ آپ اس معاملہ میں اپنی رائے سے آگاہ فرمایئے۔

استصواب رائے کے لیے حضرت ابو عبیدہ نے اس خط کو افسروں کے سامنے پیش کیا۔ حضرت یزید بن ابی سفیان نے رائے دی کہ "عمرو بن العاص کے پاس کمک بھیجکر ان کو حملے کا حکم دے دیجیئے۔ اور آپ یہیں مقیم رہیئے"۔

حضرت خالد نے اس رائے کی مخالفت کی اور فرمایا کہ "آپ بعلبک کی رومی فوج کا رخ دیکھیئے۔ اگر وہ اُردن اور فلسطین کی جانب کوچ کرے تو آپ بھی عمرو بن العاص کے پاس جا پہنچیئے۔ اور پوری قوت سے مقابلہ کیجیئے اور اگر بعلبک کی فوج اپنی جگہ رہے تو آپ یہیں مقیم رہ کر عمرو بن العاص کے پاس امداد بھیجیئے اور ایک فوج بعلبک روانہ کیجیئے"۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے یہ رائے پسند فرمائی اور حضرت شرجیل بن حسنہؓ کو حضرت عمرو بن العاص کی جانب روانہ کیا اور بوقت رخصت اُن سے فرمایا کہ "میں بعلبک کی رومی فوج کو تمھارے پاس تک پہنچنے نہ دوں گا۔ اور تمھیں برابر مدد بھیجتا رہوں گا"۔ حضرت شرجیل بن حسنہؓ دو ہزار آٹھ سو مجاہدین کو لیکر حضرت عمرو بن العاصؓ کے پاس پہنچ گئے۔

حضرت شرجیل بن حسنہؓ کی روانگی کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت

خالدؓ سے فرمایا کہ بعلبک والی فوج کے مقابلے پر کون جائے گا؟ میں، یا آپ یا یزید؟

حضرت خالدؓ نے جواب دیا، "میں"

چنانچہ حضرت ابوعبیدہؓ نے آپ کو پانچ ہزار مجاہدین کے ساتھ روانہ کیا آپ نے چلتے وقت حضرت خالدؓ کی مشایعت کی اور فرمایا کہ۔

خالد! میں تمھیں خدا سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ دشمن کے سامنے پہنچکر چھیڑ چھاڑ میں وقت صرف نہ کرنا۔ نہ اسے قلعوں میں سامان رسد اور مزید امداد کے حصول کا انتظار کرنے کا موقع دینا۔ فوراً لڑائی شروع کر دینا۔ اگر تم نے انھیں شکست دیدی تو ان کی امید منقطع ہو جائے گی۔ ان کا حوصلہ پست ہو جائے گا۔ اور وہ بد دل ہو جائیں گے۔ اگر تمھیں کمک کی ضرورت ہو تو لکھنا میں تمھاری پوری مدد کروں گا۔ اگر تم مجھے طلب کرو گے تو میں خود بھی فوراً پہنچ جاؤں گا۔"

حضرت خالد کے بعلبک پہنچنے سے پہلے وہاں کی رومی فوج اردن روانہ ہو چکی تھی اور عام باشندوں میں سے بھی ایسے لوگوں کو ساتھ لیتی گئی جو فوجی خدمت کے قابل تھے۔

حضرت خالد بن ولید نے بعلبک پر حملہ کیا، بہت سے رومی قتل و اسیر ہوئے اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔

اُردُن میں مجاہدین کا اجتماع

حضرت خالد کی واپسی کے بعد مسلمانوں نے اُردُن کی طرف کوچ کیا

حضرت خالد ڈیڑھ ہزار سواروں کے ساتھ بطور ہراول آگے تھے، جس وقت آپ اُردن کے قریب پہنچے رومی فوج کا ایک حصہ اردن میں داخل ہو چکا تھا اور دوسرا حصہ راستے میں تھا۔ حضرت خالد نے اس حصہ پر حملہ کیا، بہت سے رومی مارے گئے۔ باقی بھاگ کر لشکرگاہ میں پناہ گزیں ہوئے۔ حضرت خالد کے بعد حضرت ابوعبیدہ بھی پہنچ گئے۔

اب تک رومی مقام "بیسان" میں مقیم تھے، لیکن اب وہ اس علاقہ کے دوسرے مقام "فحل" میں منتقل ہو گئے۔ جہاں آگے چل کر ایک زبردست جنگ ہوئی۔ رومیوں کی تعداد تیس چالیس ہزار سے کم نہ تھی۔ لیکن ان کو مسلمانوں کی غیر معمولی شجاعت وبہادری کا بخوبی تجربہ ہو چکا تھا، اور یہ بھی دیکھ چکے تھے کہ مسلمانوں کے ساتھ خدا کی کھلی ہوئی نصرت ہے۔ چنانچہ مزید کمک کے انتظار میں جنگ سے گریز کر رہے تھے۔ انھوں نے خندقیں کھود کر ان کو پانی سے لبریز کر دیا تھا تاکہ مسلمانوں کے حملوں سے محفوظ رہیں۔ لیکن مسلمان خندقوں میں گھس کر رومیوں پر چھاپے مارتے،

عیسائی قبائل رومیوں کو برابر فوجی امداد بھیجتے رہتے تھے جن سے ان کی تعداد ترقی کرتی جا رہی تھی۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ قرب وجوار کی آبادیوں پر چھاپے ماریں۔ تاکہ وہ دشمنوں کو مدد نہ بھیج سکیں، یہ کارروائی بہت مفید ثابت ہوئی۔

رومی سرداروں سے حضرت معاذؓ کی دلیرانہ گفتگو

ایک روز رومیوں نے حضرت ابوعبیدہؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ "تم اس ملک کے باشندے نہیں ہو، جو گیہوں، جَو، انگور اور میوے پیدا کرتا ہے۔ اس لئے تمہیں یہاں رہنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ تم اپنے ملک کو واپس چلے جاؤ۔ جو فقر و فاقہ اور بدبختی و بدنصیبی کا مسکن ہے ورنہ ہم اتنی فوجوں سے تمہارا مقابلہ کریں گے کہ تم ملک خالی کرنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔ اس کے بعد ہم خود تمہارے پر حملہ آور رہیں گے اور جب تک تمہیں اور تمہارے اہلِ ملک کو ہلاک نہ کر ڈالیں گے واپس نہ ہوں گے"۔

حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح نے جواب میں کہلا بھیجا کہ "تم نے ہمیں پیغام دیا ہے کہ ہم اس ملک کے باشندے نہیں ہیں اس لئے ہم یہاں سے چلے جائیں۔ ہماری طرف سے اس پیغام کا جواب یہ ہے کہ ہم اس ملک کو ہرگز نہ چھوڑیں گے، اس لئے کہ زمین خدا کی ہے، اور سارے انسان خدا کے بندے ہیں۔ خدا ہی تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے، وہ جسے چاہتا ہے ملک بخشتا ہے۔ جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے، جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔ اس نے ہمارے ہاتھوں تمہیں ذلیل کر دیا۔ اور تمہارے ملک کا ہمیں وارث بنا دیا۔ اس لئے اب ہم اس ملک سے نہیں جا سکتے۔

تم نے ہمارے ملک کی نسبت یہ کہا کہ وہ فقر و فاقہ کا ملک ہے۔ لیکن

اب خدا نے اس کے بجائے ہمیں یہ ملک عطا کر دیا ہے جس میں ہر طرح کی آسائش و خوشحالی ہے نہریں جاری ہیں اور میووں کی فراوانی ہے۔ لہٰذا تم اس خیال میں نہ رہنا کہ ہم اس ملک سے چلے جائیں گے، ہم یہاں رہیں گے، اور تمہیں ختم کر دیں گے تمہیں اپنے ملک تک جانے کی زحمت نہ دیں گے، ہم تو خود ہی تمہارے پاس آئے ہوئے ہیں۔ اگر تم ہم سے لڑو گے، تو ہم بھی انشاء اللہ اس وقت تک دم نہ لیں گے جب تک تمہارا خاتمہ نہ کر ڈالیں گے"۔

حضرت ابو عبیدہؓ کے اس دلیرانہ جواب نے رومیوں کو یقین دلا دیا کہ مسلمانوں پر کسی دھمکی کا اثر نہیں ہو سکتا، اس لئے انہوں نے حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس کہلا بھیجا کہ آپ اپنا ایک نمائندہ ہمارے پاس بھیجیں جو ہم سے بالمشافہ گفتگو کرے، ممکن ہے کہ مفاہمت کی کوئی شکل پیدا ہو جائے، حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو بھیجا۔

حضرت معاذ بن جبلؓ رومی لشکر گاہ کے قریب پہنچ کر گھوڑے سے اتر پڑے، اور اس کی لگام پکڑے ہوئے آگے بڑھے، رومی افسروں نے غلاموں کو حکم دیا کہ آپ کے ہاتھ سے گھوڑا لے لیں، لیکن آپ نے گھوڑا دینے سے انکار کر دیا، اور فرمایا کہ میں اپنے گھوڑے کی لگام کسی کے قبضہ میں نہ دوں گا چنانچہ آپ اسی سپاہیانہ شان سے آگے بڑھے۔

اسلامی سفیر کو اپنے جاہ و حشم سے مرعوب کرنے کے خیال سے رومیوں نے بڑی شان و شوکت سے دربار آراستہ کیا تھا، اور ایسے زرق برق اور مکلف فرش بچھائے تھے، جن کے دیکھنے سے آنکھوں میں خیرگی پیدا ہوتی تھی

حضرت معاذؓ لب فرش پہنچکر رک گئے، وہاں بھی ایک رومی نے بڑھکر آپ کا گھوڑا مانگا۔ اور کہاکہ

آپ سرداروں کے پاس تخت پر تشریف لے چلئے یہ انتہائی عزت ہے جو آپ کو دی جارہی ہے ہر شخص کو ان کی ہم نشینی کا شرف حاصل نہیں ہوسکتا لیکن مسلمانوں میں آپ کو جو قدر و منزلت حاصل ہے اس کو یہ جلتے ہیں۔ اس لئے انھیں پسند نہیں کہ وہ بیٹھے ہوں اور آپ کھڑے ہوں"

حضرت معاذ نے جواب دیا۔

ہمارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں مخلوق کی تعظیم کے لئے کھڑے ہونے سے منع فرمادیا ہے۔ اس لئے ہم صرف خدا کی عبادت واطاعت کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ میں یہاں تمھاری تعظیم کی غرض سے نہیں کھڑا ہوں۔ میرے کھڑے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ میں قیمتی قالینوں پر چلنا اور مکلف فرشوں پر بیٹھنا گناہ سمجھتا ہوں۔ اس لئے کہ تم نے ان کو اپنی قوم کے کمزور لوگوں پر ظلم کرکے حاصل کیا ہے۔ اور یہ چیزیں دنیا کی زینت اور فریب ہیں، خدا نے ہمیں دنیا سے بے رغبت رہنے کا حکم دیا ہے۔ اس کی مذمت فرمائی ہے۔ اور اسراف وتکبر سے منع فرمایا ہے اس لئے میں زمین ہی پر بیٹھوں گا۔

آپ یہ کہکر گھوڑے کی باگ تھامے ہوئے زمین پر بیٹھ گئے۔

رومیوں نے کہا

اگر تم ہمارے برابر آکر بیٹھتے تو یہ تمھارے لئے عزت و شرف کا باعث تھا، لیکن تم غلاموں کی طرح اتنی دور بیٹھ گئے اور خود اپنی توہین و تذلیل کے باعث ہوئے۔

یہ سُنکر حضرت معاذ کو جلال آگیا۔ آپ گھٹنوں کے بل کھڑے ہوگئے اور فرمایا

تم جس شرف و اعزاز کی طرف مجھے بلا رہے ہو وہ تم نے اپنی قوم پر ظلم کرکے حاصل کیا ہے، یہ دنیاوی عزت جس سے خدا نے بے رغبت رہنے کا حکم دیا ہے۔ تمھاری نظر میں عزت ہے تو وہ تمھیں مبارک ہو۔ تم اس سے خوش ہو، لیکن ہمیں اس قدر و منزلت کی ضرورت نہیں نہ ہم کسی ایسی چیز کی خواہش رکھتے ہیں جو خدا سے دور کرنے والی ہو۔ لیکن اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ ظلم و جبر سے تم نے جو شان و شوکت حاصل کی ہے اور غریبوں کو لوٹ کر تم نے جو دنیاوی مال و منال جمع کیا ہے وہ خدا کے نزدیک بھی قابل وقعت ہے تو یہ تمھاری جہالت و نادانی ہے۔ معصیت و سرکشی میں مبتلا ہوکر اور انبیائے کرام کے بتائے ہوئے راستے سے انحراف کرکے خدا کی رضا و خوشنودی حاصل نہیں کیجا سکتی،

تم کہتے ہو کہ میں غلاموں کی طرح زمین پر بیٹھ گیا۔ میں بے شک خدا کا بندہ ہوں اور یقیناً میں نے غلاموں کا سا کام کیا کہ خدا کے بچھائے ہوئے فرش زمین پر بیٹھ گیا۔ میں خاصان خدا پر اپنے کو

ذرہ برابر بزرگی نہیں دیتا۔

تم نے یہ بھی کہا کہ میں نے زمین پر بیٹھ کر اپنی توہین و تذلیل کی، اگر تمھاری نظر میں یہ توہین و تذلیل ہو اور خدا کے نزدیک میری حالت اس کے برعکس ہو تو مجھے تمھاری کچھ پروا نہیں، اور اگر تم یہ کہو کہ جس فرش پر تم بیٹھے ہو اس پر مقبولانِ خدا بیٹھتے ہیں تو یہ تمھاری نادانی ہے اس لئے کہ خدا تو ان کو پسند فرماتا ہے جو خدا کی خوشنودی کے لئے خاکساری اختیار کرتے ہیں اور اس کی مخلوق سے قریب ہیں، وہ نہ بالکل دنیا میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور نہ حصۂ آخرت کے حاصل کرنیکی سعی سے دستکش ہوتے ہیں"

حضرت معاذ کی خلوص و تقوی سے لبریز گفتگو سنکر رومی سردار حیران رہ گئے اور تعجب سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ انھوں نے پوچھا

"کیا مسلمانوں میں سب سے افضل آپ ہی ہیں؟"

حضرت معاذ نے جواب دیا "معاذ اللہ! ابھی بہت ہے کہ میں سب سے بڑا نہ ہوں"

اس جواب نے رومیوں کو اور بھی حیرت میں ڈال دیا اور وہ آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ تھوڑی دیر خاموش رہ کر حضرت معاذ نے ترجمان سے فرمایا کہ اپنے سرداروں سے پوچھو انھیں کچھ اور کہنا ہے یا میں جاؤں؟"

اس پر رومی سرداروں نے آپ سے پھر سوال کیا

تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟ اور ہمیں کس چیز کی دعوت دیتے ہو؟ اور تم ہمارے ملک میں کیوں آئے ہو؟ حبش کا ملک تم سے

قریب تھا تم نے اسے کیوں چھوڑ دیا؟ ایران کے بادشاہ اور شہزادے دونوں مر چکے ہیں۔ اب وہاں عورتیں حکمرانی کر رہی ہیں تم نے ادھر کا بھی رُخ نہیں کیا، اور ہمارے ملک پر چڑھ آئے، جس کا بادشاہ زندہ ہے جس کے پاس بے شمار فوج و سپاہ ہیں۔ جو نہایت طاقتور ہے، ہمارے کسی شہر یا قلعہ پر قبضہ کر کے یا کسی فوج کو شکست دے کر تم یہ سمجھتے ہو کہ مغلوب کر لو گے؟ یا اتنے سے جنگ کا خاتمہ ہو جائے گا؟ علاوہ بریں یہ تو بتاؤ کہ جب تم ہمارے نبی اور ہماری کتاب پر ایمان رکھتے ہو تو تمہارا ہم سے لڑنا کیونکر جائز ہے۔؟"

حضرت معاذ نے جواب میں ایک تقریر کی جس میں ہر مسئلے کا جواب دیا۔ آپ نے فرمایا۔

سب سے پہلے میں اس خدائے واحد و یکتا کی ستائش کرتا ہوں اور اس کے پیغمبر پر درود و سلام بھیجتا ہوں۔ اس کے بعد تمہیں خدا کی طرف بلاتا ہوں۔ تم خدائے واحد و یگانہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ۔ ہماری طرح نماز پڑھو، ہمارے قبلے کی طرف رُخ کرو۔ ہمارے رسول کے طریقہ پر چلو، صلیب توڑ ڈالو۔ شراب چھوڑ دو سور کے گوشت سے پرہیز کرو، اس کے بعد ہم تم ایک ہو جائیں گے تم ہمارے دینی بھائی بن جاؤ گے، ہمارا تمہارا نفع نقصان ایک ہو جائے گا۔ اور اگر تم کو اس دعوت کے قبول کرنے سے انکار ہو تو زیر دست بنکر جزیہ دینا قبول کرو، ہم تم سے جنگ موقوف

کر دیں گے، اگر تم نے یہ بات بھی قبول نہ کی تو ہمیں کوئی اور صورت منظور نہیں تمہیں بہر حال میدان میں آنا اور ہم سے مقابلہ کرنا ہو گا پھر خدا ہمارے تمہارے درمیان جو فیصلہ چاہے گا کر دے گا، یہ ہے ہماری دعوت کا خلاصہ، ہم نے حبش اور ایران کو چھوڑ کر پہلے تم پر اس لئے حملہ کیا کہ تم ہم سے زیادہ قریب ہو۔ اور ہماری نگاہ میں غیر مسلم قومیں یکساں ہیں، ہماری کتاب میں تم سے لڑنے کی ممانعت نہیں ہے، بلکہ اللہ نے اس میں فرمایا۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِیْنَ	مومنو! ان کافروں سے جنگ کرو
یَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَ	جو تم سے قریب ہیں، اور یہ اس لئے
لْیَجِدُوْا فِیْكُمْ غِلْظَةً	کہ وہ تمہارے اندر سختی محسوس کریں۔

اس حکم کے مطابق ہم نے تم سے آغاز جنگ کیا۔ لیکن ہماری ایک فوج ایران پر بھی گئی ہے۔ اور وہاں مصروف جنگ ہے امید ہے کہ وہاں بھی مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔

تمہارا بادشاہ زندہ ہے۔ تمہارے پاس بے شمار فوجیں ہیں اور تمہاری تعداد زمین کے ذروں کے برابر ہے۔ اس لئے تم کہتے ہو کہ ہم تم پر غلبہ نہیں پا سکتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تمہارا نقطۂ نظر غلط ہے ہر طرح کا اختیار صرف خدا کو حاصل ہے اور اس کے دست قدرت میں سب کچھ ہے۔ جب خدا کچھ کرنا

چاہتا ہے تو فرماتا ہے کہ ہو جا وہ ہو جاتا ہے۔ پس اگر تمہارا بادشاہ ہرقل ہے تو ہمارا بادشاہ ہمارا خدائے عزوجل ہے"

ہمارا امیر و حاکم ہمارے ہی میں کا ایک شخص ہے۔ وہ جب تک ہماری دینی کتاب پر چلتا اور ہمارے نبی کی سنت پر قائم ہے ہم اسے حاکم مانتے ہیں۔ لیکن اگر وہ اپنا طریقہ بدل دے تو ہم اسے معزول کر دیں چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ ڈالیں۔ زنا کرے تو اسے تازیانے لگائیں۔ اگر وہ ہم میں سے کسی کو گالی دے تو وہ بھی اسی طرح کی گالی کا مستوجب ہو۔ اگر وہ کسی کو چوٹ پہنچائے تو اس کو بھی ویسی ہی چوٹ پہنچائی جائیگی۔ نہ وہ ہم سے پردہ کرتا ہے۔ نہ ہم سے متکبرانہ پیش آتا ہے۔ نہ وہ مال غنیمت میں ہم سے زیادہ حق رکھتا ہے وہ بالکل ہماری طرح کا ایک آدمی ہے۔

تمہیں اپنی بے شمار فوجوں پر بھروسہ ہے۔ لیکن ہم نہ فوجوں پر بھروسہ کرتے ہیں نہ انھیں اہمیت دیتے ہیں۔ نہ ان کو حصول فتح کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ چاہے وہ کتنی ہی طاقتور ہوں، آسمان کے تاروں اور زمین کے ذروں کے برابر ہی کیوں نہ ہوں، ہم اپنی طاقت وتعداد پر بھروسہ نہیں رکھتے۔ بھروسہ رکھتے ہیں خدائے برتر و توانا پر۔ ہم صرف اللہ عزوجل پر اعتماد کرتے ہیں۔ اس کے حکم سے کتنی ہی چھوٹی جماعتوں نے بڑی بڑی فوجوں پر فتح و غلبہ حاصل کر لیا اور کتنی ہی بڑی بڑی طاقتور فوجیں تباہ و برباد ہو گئیں

كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝

کثرت سے بہت ہی چھوٹی جماعتیں بڑی بڑی جماعتوں پر خدا کے حکم سے غالب آگئی ہیں اور اللہ تعالیٰ استقلال والوں کا ساتھ دیتے ہیں۔ سورہ بقرہ

تم پوچھتے ہو کہ جب ہم تمھارے رسول اور تمھاری کتاب کو مانتے ہیں تو تم سے لڑنا کیونکر روا رکھتے ہیں۔ بے شک ہم تمھارے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے اور اس کے پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر تھے، خدا کے نزدیک وہ آدم کی طرح تھے جن کو اس نے مٹی سے پیدا کیا پھر ان سے کہا ہو جا۔ بس وہ ہو گئے۔

لیکن تمھارے نبی کی نسبت ہم اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ وہ خدا تھے یا تین معبودوں میں سے ایک، نہ ہم خدا کے لیے بیٹا یا بیوی تسلیم کرتے ہیں نہ اس کے ساتھ کسی اور کو قابل پرستش سمجھتے ہیں خدا ایک ہے اور تم خدا کے بارے میں جو ناگفتنی کہتے ہو۔ اس سے وہ بالکل پاک ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں تم وہی اعتقاد رکھو جو ہم رکھتے ہیں، اور ہمارے نبی کو اس طرح مانو جس طرح تمھاری کتاب میں ان کا ذکر ہے، اور ان سب باتوں کو قبول کرو جو ان پر خدا کی طرف سے آئی ہیں۔ اور خدا کی توحید کا اقرار کرلو تو ہماری تمھاری کوئی لڑائی نہیں ہم تم ایک ہو جائیں گے اور تمھارے معاون بنکر تمھاری حمایت میں تمھارے دشمنوں سے لڑیں گے۔

حضرت معاذ کا یہ واضح اور قطعی جواب سنکر رومی سمجھ گئے کہ ڈرا دھمکا کر مسلمانوں سے کام نکالنا ممکن نہیں ہے اس لیے انھوں نے ترغیب و تحریص کے ذریعے مسلمانوں کو رضامند کرنے کی راہ اختیار کی۔ انھوں نے کہا

تم تو باہمی اختلاف کو اور وسیع کر رہے ہو لیکن ہم ایک اور صورت پیش کر رہے ہیں۔ اگر تم اسے مان لو تو تمھارے لیے بہتر ہے ورنہ تمھیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

بلقاء کا علاقہ اور اردن کا وہ حصہ جو تمھارے ملک سے ملا ہوا ہے لے لو اور ہمارے باقی ملک کو خالی کر دو، اور عہد کرو کہ ہم سے پھر کسی علاقہ کا مطالبہ نہ کرو گے۔ تم یہاں سے واپس جا کر ایران پر حملہ کرو۔ جب تک ایران فتح نہ ہو جائیگا۔ ہم ہر طرح تمھاری مدد کرتے رہیں گے۔

اس پیش کش کے جواب میں حضرت معاذ نے فرمایا۔

ان علاقوں پر تو ہمارا قبضہ ہو ہی چکا ہے لیکن ہم نے تم سے جو تین مطالبات کئے ہیں ان میں سے تم جب تک کسی ایک کو منظور نہ کرلو گے۔ اگر وہ سب ملک بھی ہمیں دے دو جس پر ابھی ہمارا قبضہ نہیں ہوا تو بھی ہمارا تمھارا جھگڑا ختم نہ ہو گا۔

اس پر رومی سردار اردن نے برا فروختہ ہو کر کہا۔

اچھی بات ہے اب واپس جاؤ ہم کل ہی مار کر تمھیں پہاڑوں پر بھگا دینگے

حضرت معاذ نے چلتے ہوئے جواب دیا۔

کل کا حال خدا کو معلوم ہے۔ لیکن اتنا ہم بھی کہے جاتے ہیں کہ یا تو ہم مر کر ختم ہو جائیں گے یا انہیں اس ملک سے نکال دیں گے۔

رومی سفیر حضرت ابو عبیدہؓ کی خدمت میں

حضرت معاذ اور رومیوں میں جو گفتگو ہوئی تھی، اسے حضرت معاذ حضرت ابو عبیدہؓ سے بیان ہی کر رہے تھے، کہ رومی سپہ سالار کا دوسرا قاصد یہ پیغام لیکر پہنچا۔

آپ نے جن صاحب کو بھیجا تھا ان کی باتیں صلح و انصاف سے بالکل بعید تھیں۔ معلوم نہیں آپ کو ان سے کہاں تک اختلاف یا اتفاق ہے، ہم چاہتے ہیں کہ آپ کی خدمت میں اپنا ایک نمائندہ بھیجیں جو آپ کے سامنے ایسی تجویزیں پیش کرے جو انصاف و اتحاد پر مبنی ہوں، اگر آپ نے یہ تجاویز منظور کر لیں تو یہ بات طرفین کے لئے موجب فلاح ہوگی۔ اور اگر آپ نے ان کو رد کر دیا تو آپ کو سخت نقصان اٹھانا پڑے گا۔

حضرت ابو عبیدہ کی اجازت کے مطابق رومی سفیر اسلامی لشکر گاہ میں آیا۔ اسکی آنکھیں وہاں بھی رومی جاہ و جلال تلاش کر رہی تھیں، اس کا خیال تھا کہ سپہ سالار اسلام کا بھی شاندار خیمہ ہو گا، حاجب، دربان ہوں گے حشم و خدم ہوں گے۔ لیکن جب اسے یہاں اس قسم کی کوئی چیز نظر نہیں آئی تو اس نے حیران ہو کر پوچھا۔

مسلمانو! تمہارے سردار کہاں ہیں؟"

حضرت ابو عبیدہؓ رضی اللہ عنہ سامنے ہی زمین پر بیٹھے تھے، کندھے پر کمان لٹک رہی تھی اور ہاتھ میں تیر تھا جسے آپ الٹ پلٹ رہے تھے، مسلمانوں نے کہا "یہ کیا بیٹھے ہیں۔"

رومی سفیر کے تصور میں بھی یہ بات نہ آسکتی تھی کہ ایسی اولوالعزم اور شجاع فوج کا سپہ سالار اس معمولی حالت میں ہوگا۔ اس لئے اسے یقین نہیں آیا، اس نے حضرت ابو عبیدہ سے پوچھا "کیا واقعی آپ ہی اس فوج کے سپہ سالار ہیں؟"

حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا۔ "ہاں"!

رومی سفیر نے کہا۔ "کیا آپ کا خیال ہے کہ فرش یا قالین پر بیٹھنے سے آپ خدا کے نزدیک نامقبول ہوجائیں گے۔ یا وہ آپ کو اپنے لطف و کرم سے محروم کر دے گا۔؟"

حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا: "مجھے سچی بات کہنے میں کچھ تامل نہیں ہے، میرے پاس نہ قالین اور فرش ہے اور نہ دینار و درہم، اس کمان و تلوار وغیرہ جنگی سامان کے سوا میرے پاس کچھ نہیں تھا۔ آخر مجبور ہو کر مجھے اپنے اس بھائی (معاذ) سے قرض لینا پڑا۔ علاوہ ازیں اگر میرے پاس قالین یا فرش ہوتا جب بھی یہ ممکن نہ تھا کہ میں اس پر بیٹھتا۔ اور مسلمانوں کو زمین پر بیٹھنے دیتا۔ اس لئے کہ کیا معلوم کہ خدا کے نزدیک مجھ سے بہتر وہی ہوں۔ ہم اللہ کے بندے زمین پر چلتے ہیں۔ اسی پر بیٹھتے ہیں۔ اسی پر کھاتے اور سوتے ہیں۔ لیکن اس سے خدا کے نزدیک ہمارا درجہ کم نہیں ہوتا۔ بلکہ اس طرح ہمارا ثواب زیادہ اور مرتبہ بلند ہوتا

یہی وجہ ہے جو ہم اپنے پروردگار کے سامنے خاکساری کرتے ہیں۔ خیر اب تم اپنے آنے کی غرض بیان کرو۔

رومی سفیر نے کہا

خدا کے نزدیک صلح سے زیادہ کوئی چیز پسندیدہ ہے نہ جنگ سے زیادہ ناپسند۔ آپ ہمارے ملک میں گھس آئے ہیں، اور فساد و بدامنی پھیلا رہے ہیں ہیں آپ کے سامنے ایک مفید تجویز پیش کرتا ہوں،

آپ کی تمام فوج کو فی آدمی دو دو دینار اور ایک کپڑا دوں گا، آپ سپہ سالار ہیں، آپ کو ایک ہزار دینار دیئے جائیں گے، اور آپ کے خلیفہ کو دو ہزار دینار، لیکن شرط یہ ہے کہ آپ ہمارے ملک کو بالکل خالی کر دیں اگر آپ چاہیں گے تو ہم بلقاء کا علاقہ اور اردن کا وہ حصہ بھی آپ کو دیدینگے جو آپ کے ملک سے ملا ہوا ہے مگر اسی شرط پر کہ آپ ہمارے باقی تمام شہروں اور آبادیوں کو خالی کر دیں اور قسم کھا کر عہد کریں کہ آپ اس شرط کی خلاف ورزی نہ کریں گے

حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا کہ

خدا نے ہم میں ایک نبی مبعوث فرمایا۔ ان پر کتاب حکیم نازل کی اور تمام عالم پر رحم فرما کر اپنے رسول کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو اپنے پروردگار کی طرف بلائیں اور بتایا کہ خدا ایک ہے غالب و حکیم ہے، عزت والا ہے، ہر شئی کا خالق ہے۔ کوئی چیز اس کے مثل نہیں لوگ اس کو واحد و بے ہمتا مانیں۔ اس کے لئے زن و فرزند نہ ٹھیرائیں

اس کی عبادت میں دوسروں کو شامل نہ کریں۔ اس کے سوا جن چیزوں کی بھی لوگ پرستش کرتے ہیں وہ خدا کی مخلوق ہیں، اور خدا کے رسول نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم مشرکوں کے پاس جائیں تو انہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب پر ایمان لانے کی دعوت دیں جو شخص ہماری اس دعوت کو قبول کرلے وہ ہمارا دینی بھائی ہے اور پھر اس کا اور ہمارا نفع و نقصان ایک ہے اور جو اس دعوت کو قبول نہ کرے۔ اس سے ہم جزیہ کا مطالبہ کریں۔ پھر اگر وہ اسے بھی منظور نہ کرے تو اس سے لڑیں۔ اس لڑائی میں اگر ہم مارے جائیں تو ہم شہید ہوں گے، اور جنت پائیں گے اور دشمن مارا گیا، تو وہ دوزخ میں جائیگا۔ اس لئے اگر تم میری بات مان لو تو بہتر ہے ورنہ ہم تم سے جنگ کریں گے یہاں تک کہ ہمارے تمہارے درمیان خدا کا فیصلہ صادر ہو جائے۔

رومی سفیر نے کہا، "تو آپ کسی اور صورت پر مصالحت کے لئے تیار نہیں ہیں؟"
حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا۔ "نہیں"

رومی سفیر چلا گیا، اور حضرت ابوعبیدہ نے مجاہدین کو حکم دیا کہ صبح اپنے اپنے جھنڈے کے نیچے موجود رہیں۔

حضرت ابوعبیدہ کا خط دربار خلافت کو

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے مسلمانوں کو تیاری کا حکم دیکر حضرت عمرو

رضی اللہ کی خدمت میں یہ خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

ابو عبیدہ بن الجراح کا خط اللہ کے بندے امیرالمومنین عمرؓ کے نام سلام وعلیک، خدا کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے بعد آپ کو معلوم ہو کہ رومی "فحل" میں مقیم ہیں اور اہلِ ملک اور عیسائی عرب ان کے ساتھ ہو گئے ہیں انھوں نے ہمارے پاس کہلا بھیجا کہ تم ہمارے ملک سے نکل جاؤ جس میں جو، گیہوں میوے اور انگور پیدا ہوتے ہیں تمھیں یہاں رہنے کا کوئی حق نہیں ہے تم اپنے ملک میں واپس جاؤ جو بدبختی اور قحط و محتاجی کا مسکن ہے اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ہم اتنی کثیر فوج سے تم پر حملہ آور ہوں گے کہ تمھارے لئے ہمارا مقابلہ کرنا ناممکن ہو جائے گا، پھر ہم آخری دم تک تمھارا پیچھا نہ چھوڑیں گے۔

اس کے جواب میں ہم نے کہلا دیا ہے کہ ہم اس ملک سے نکلنے والے نہیں ہم اس میں داخل ہو چکے ہیں۔ خدا نے ہمیں اس کا وارث بنا دیا ہے۔ اور اس کو تم سے چھین کر ہمارے حوالے کر دیا ہے، ساری زمین اللہ کی ہے، تمام انسان اللہ کے بندے ہیں، اللہ بادشاہوں کا بادشاہ ہے، وہ جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے، جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے، یہ سچ ہے کہ ہمارا ملک

فقر و فاقہ کا مسکن ہے لیکن اب خدا نے اس کے بجائے ہمیں تمہارا ملک عطا کر دیا ہے جس میں رزق کی افراط، معیشت کی ارزانی اور میوؤں کی کثرت ہے، اس لئے یہ خیال نہ کرنا کہ ہم یہاں سے چلے جائیں گے، ہم یہیں رہیں گے، اگر تم یہاں سے چلے نہ جاؤ گے، تو ہم تمھیں اپنے پاس آنے کی زحمت نہ دیں گے، بلکہ خود تمھارے پاس پہنچیں گے اور دیکھیں گے کہ تم کس طرح یہاں رہتے ہو۔

یہ خط میں نے آپ کو اس حالت میں لکھا ہے کہ اللہ پر اعتماد، اس کے فیصلے کو تسلیم، اور اس کی نصرت پر یقین کر کے دشمن پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہو رہا ہوں، اللہ ہمیں اور آپ کو اور تمام مسلمانوں کو ہر مکار کے مکر اور حاسد کے حسد سے محفوظ رکھے، اللہ اہل دین کی مدد فرمائے۔ اور ان کو فتح اور قوت و اقتدار عطا کرے۔

حضرت ابو عبیدہ نے ایک قبطی کے ہاتھ یہ خط حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور ایک فوج رومیوں کے مقابلے کے لئے بھیجی، لیکن رومی میدان میں نہیں آئے۔ اس لئے جنگ نہیں ہوئی۔

نبطی نے مدینہ منورہ پہنچکر حضرت عمرؓ کو خط دیا، آپ نے خط پڑھکر نبطی سے پوچھا کہ " ابو عبیدہؓ نے رومیوں کے مقابلے کے لئے روانہ ہوتے وقت یہ خط لکھا ہے، تجھے معلوم ہے کہ مقابلے کا نتیجہ کیا ہوا؟

قاصد نے کہا ہاں میں اس وقت وہاں سے روانہ ہوا جب مسلمان

میدان جنگ سے واپس آچکے تھے، رومی مقابلے کے لیئے نہیں نکلے اس لیئے جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ مسلمان بہت مسرور و مطمئن ہیں۔ اور ان کی حالت بہت اچھی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابو عبیدہؓ نے تو صبح ہی تجھے خط دیکر روانگی کا حکم دیا، تو اتنی دیر کر کے کیوں روانہ ہوا؟

قاصد نے جواب دیا کہ میں نے سوچا کہ خط میں حملے کا ذکر ہے۔ آپ اس کا نتیجہ ضرور پوچھیں گے اس لیئے نتیجہ دیکھ کر روانہ ہوا،

حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ تیرا دین کیا ہے۔؟

قاصد نے کہا کہ "عیسائی"!

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تو اس قدر عقلمند ہو کر گمراہی میں کیوں بتلا ہے مسلمان ہو جا۔

حضرت عمرؓ کی تلقین پر قاصد مسلمان ہو گیا۔

حضرت عمرؓ نے حسب ذیل جواب دیکر قاصد کو روانہ کیا،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کا خط ابو عبیدہ کے نام

سلام علیک۔ میں اللہ کی ستائش کرتا ہوں تمھارا خط ملا جس میں تم نے لکھا ہے کہ رومیوں نے تمھارے مقابلہ میں اجتماع کیا ہے اور تمھیں جنگ کی دعوت دی ہے۔ تم نے رومیوں کو بہت درست جواب دیا، اگر میرا خط پہنچنے تک تم کو فتح و کامیابی حاصل ہو چکی ہو

ہم پر اور تم پر اللہ کا احسان ہے اور نقصان پہنچا ہو تو تمھیں اس سے ملول و شکستہ خاطر نہ ہونا چاہیئے، نہ اپنے اندر ضعف آنے دینا چاہیئے۔ کیونکہ بالآخر تمھیں کو غلبۂ اقتدار حاصل ہوگا، ملک اللہ کا ہے وہ اس کو تم پر ضرور فتح کردے گا، تاکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کی تصدیق ہو جائے، اس لئے ثابت قدمی سے کام لو۔ جو لوگ ثابت قدم رہتے ہیں انھیں کو خدا کی معیت حاصل ہوتی ہے، دشمن کے مقابلہ میں جاؤ تو خدا سے مدد طلب کرو، وہ ضرور تمھاری مدد فرمائے گا، دشمن کا سامنا ہو تو یہ دعا پڑھنا۔

الٰہی! تو ہی اپنے دین کا مددگار ہے تو نے ہمیشہ اپنے دوستوں کی حمایت کی ہے، الٰہی! آج بھی ان کی نصرت فرما، انھیں غلبہ عطا کر، ان کو ان کی حالت پر نہ چھوڑ دے ورنہ ان کا کیا کچھ بھی نہ ہو سکیگا۔ ان کا ساتھ دے اپنی رحمت سے ان کی مدافعت کر، سچا مددگار اور حمد کا حقیقی سزاوار تو ہی ہے'' [1]

جنگِ فحل

پہلے روز مسلمان میدان جنگ میں گئے اور رومیوں کے مقابلے میں نہ ٹکنے کی وجہ سے واپس چلے آئے، لیکن دوسرے روز حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت

[1] جنگ اردن کے تمام حالات فتوح الشام ازدی سے ماخوذ ہیں ۱۲۔

خالد بن ولید کو میدان جنگ میں بھیجا تو رومیوں کی زبردست سوار فوج مقابلے کے لیے نکلی حضرت خالد بن ولید کے ساتھ حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی تھے جو اسلامی لشکر میں حضرت خالد کے بعد سب سے زیادہ شہ سوار اور بہادر سمجھے جاتے تھے حضرت خالد نے ان کو حملے کا حکم دیا، حضرت قیس نے رومیوں پر مسلسل حملے کئے۔ جن کے جواب میں رومیوں کی طرف سے بھی متواتر حملے ہوئے اتنے میں رومیوں کا دوسرا بہت بڑا رسالہ نمودار ہوا، حضرت خالد نے میسرہ بن مسروق کو اس کے مقابلہ کا حکم دیا، تھوڑی دیر کے بعد تیسرا رسالہ نظر آیا۔ جو پہلے دونوں رسالوں سے بھی بڑا تھا، اس کی قیادت ایک نامور رومی سپہ سالار کر رہا تھا، اس نے حضرت خالد کے سامنے پہنچکر اپنے نصف رسالے کو حملے کا حکم دیا،

رومیوں نے حملہ کیا لیکن حضرت خالد کے پائے ثبات کو لغزش نہ ہوئی رومی سپہ سالار نے باقی نصف حصہ کو بھی حملے کا حکم دیا، وہ حملہ آور ہوا۔ مگر حضرت خالد کو انکی جگہ سے ہلا نہ سکا۔ اب رومی سپہ سالار نے دونوں حصوں کو جمع کر کے ایک ساتھ حملہ کیا، لیکن مجاہدین اسلام اب بھی ثابت قدم تھے

جب رومی اپنی پوری طاقت صرف کر کے واپس جانے لگے تو حضرت خالد نے مسلمانوں کو آواز دی کہ دشمن اپنی طاقت صرف کر چکا اب تمہاری باری ہے اس لئے پوری قوت سے میرے ساتھ حملہ کرو، دیکھو سختی سے تعاقب کرنا، خبردار رہنا، غفلت کو پاس بھی نہ آنے دینا، اللہ تم پر رحم فرمائے۔"

یہ کہکر حضرت خالد رومیوں پر ٹوٹ پڑے، قیس بن ہبیرہ اور میسرہ بن

مسروق نے بھی حملہ کر دیا۔

رومی نہایت سراسیمہ ہو کر بھاگے، مسلمانوں نے تعاقب شروع کیا۔ رومیوں کی صفیں درہم برہم ہو گئیں، اور وہ ایک پر ایک گرتے پڑتے سخت نقصان اٹھا کر اپنی لشکرگاہ میں گھس گئے۔

مسلمان مظفر و منصور اپنی لشکرگاہ میں آ گئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے مسلمانوں کی کامیابی پر خدا کا شکر ادا کیا، حضرت خالدؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ سے کہا "رومی ہم سے مرعوب ہو چکے ہیں وہ ہمارے مقابلہ میں آنے سے گریز کریں گے، اس لئے میری رائے ہے کہ کل پھر ان پر حملہ کر دیا جائے ورنہ آج کی شکست کا اثر ان کے دل سے کم ہو جائے گا۔ اور ان کی ٹوٹی ہوئی ہمت پھر بندھ جائے گی"

حضرت ابو عبیدہ نے یہ رائے پسند کی اور مسلمانوں کو ہدایت کر دی کہ وہ دوسرے روز حملے کے لئے تیار رہیں۔

حضرت ابو عبیدہ رات کے تیسرے ہی پہر اٹھ گئے اور مسلمانوں کو جہاد کا جوش دلانے لگے۔ آپ نے فجر کی نماز بھی اندھیرے ہی میں ادا کی اور فوج کی صف بندی شروع کر دی۔

میمنہ کا افسر حضرت معاذ بن جبل کو بنایا، میسرہ کی افسری ہاشم بن عتبہ کو دی، پیدل فوج کی افسری پر سعید بن عمرو بن نفیل کو مامور کیا، اور رسالہ کی سپہ سالاری حضرت خالد کو دی۔

حضرت ابو عبیدہؓ کی جنگی تقریر

حضرت ابو عبیدہؓ گھوڑے پر سوار ہوئے اور فوج کو لیکر میدانِ جنگ کی طرف بڑھے۔ فوج کی ترتیب و صف بندی کے بعد آپ ایک ایک صف کے سامنے جاکر اس کا معائنہ فرماتے تھے۔ اور اس طرح جہاد کی ترغیب دیتے تھے۔

اللہ کے بندو! ثابت قدمی کے ذریعے نصرت الٰہی کے حقدار بن جاؤ، خدا کی معیت انھیں کو حاصل ہوتی ہے جو ثابت قدم ہوتے ہیں۔ میں بشارت دیتا ہوں جو مارا جائے گا وہ درجۂ شہادت سے سرفراز ہوگا، اور جو زندہ بچے گا وہ فتح و غنیمت حاصل کرے گا۔ دل کو مضبوط رکھو اور شمشیر و نیزہ اور تیر سے کام لینے کے لئے آمادہ ہو جاؤ۔

خدا کی قسم! خدا کے یہاں کا ثواب اور اس کی خوشنودی صرف اسکی اطاعت اور ثابت قدمی سے حاصل کی جاسکتی ہے اور یہ توفیق الٰہی کے بغیر ممکن نہیں، مسلمان وہی ہے جو دشمنانِ خدا سے مقابلہ کرنے میں چست و چالاک ہو،

پہلے روز کی لڑائی سے رومیوں کو تجربہ ہوچکا تھا کہ مسلمان ان سے زیادہ شہسوار اور شجاع ہیں۔ ان کا رسالہ مسلمانوں کے مقابلے میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اس لئے انھوں نے اس طرح صف بندی کی کہ دو پیدلوں کے

درمیان میں ایک تیر انداز اور دوسرا نیزہ باز تھا۔ ایک سوار کو رکھا اور تین صفیں صرف پیدلوں کی رکھیں، تقریباً پچاس ہزار رومی تھے اور ان کی صفیں اتنی لمبی لمبی تھیں کہ ان کا آخری کنارہ نظر نہ آتا تھا

حضرت خالد نے اپنے رسالے کو تین حصوں پر تقسیم کیا۔ ایک حصہ کو قیس بن ہبیرہ کی قیادت میں دیا، دوسرے حصہ کا افسر میسرہ بن مسروق کو بنایا۔ اور تیسرا حصہ اپنی ماتحتی میں رکھا۔

اس ترتیب و تقسیم کے بعد حضرت خالد نے قیس بن ہبیرہ کو حملے کا حکم دیا اور میسرہ بن مسروق کو ہدایت فرمائی کہ تم اپنے رسالے کو بالکل تیار رکھو اور جب دیکھو کہ میں نے حملہ کیا اور رومیوں کی صفیں ٹوٹ گئیں تو تم بھی حملہ کر دو، یہ ہدایت فرما کر آپ ایک بلندی پر نمودار ہوئے۔ رومیوں نے آپ کو روکنے کے لئے ایک فوج بھیجی۔ آپ اپنی جگہ خاموش کھڑے تھے کہ رومی فوج کا ایک حصہ اصل لشکر سے علیحدہ ہو کر آگے بڑھے تو آپ اس پر حملہ آور ہوں، چنانچہ رومی آپ کے خیال کے مطابق آگے آ گئے تو آپ نے آواز دی

"مسلمانو! لو خدا نے تمہارے واسطے شکار بھیج دیا ہے"

یہ کہکر آپ رومیوں پر ٹوٹ پڑے۔ بہت سے رومی مارے گئے اور باقی سخت نقصان اٹھا کر پسپا ہوئے

دوسری طرف قیس بن ہبیرہ نے رومی میسرہ پر حملہ کر دیا۔ رومیوں نے میسرے کی امداد کے لئے ایک رسالہ بھیجا۔ لیکن قیس بن ہبیرہ آگے بڑھتے ہوئے

رومی میسرہ تک پہنچ گئے، اُن کے رسالے میں ایک شہسوار واثلہ بن الاسقع تھے ان کے مقابلہ کے لئے ایک بہت بڑا رومی افسر نکلا، واثلہ رجز پڑھتے ہوئے اس پر حملہ آور ہوئے اور انھوں نے ایک ہی ہاتھ میں اس کا کام تمام کردیا

قیس بن ہبیرہ لڑتے جاتے تھے اور ان کے ہاتھ سے شمشیر اور نیزے ٹوٹتے جاتے تھے، چنانچہ ان کے ہاتھ سے تین تلواریں ٹوٹیں اور بیسیوں نیزے ٹوٹے وہ رجز پڑھتے جاتے تھے، اور شیر کی طرح حملے کرتے جاتے تھے۔ ان کا ماتحت رسالہ اس شجاعت و بہادری سے لڑا کہ رومیوں کو بھاگ کر اپنے لشکر گاہ میں پناہ لینی پڑی۔

میسرہ بن مسروق نے جو حضرت خالد کے رسالے کے ایک حصے کے افسر تھے۔ رومیوں پر حملہ کیا اور اس کے میمنہ و میسرہ کو زیر و زبر کردیا، لیکن رومیوں کا قلب اپنے مقام پر جما ہوا تھا اور سختی سے مقابلہ کر رہا تھا، اسی حالت میں میسرہ بن مسروق اپنے گھوڑے سے گر پڑے، ایک رومی اُن سے لپٹ گیا اور کشتی ہونے لگی، میسرہ بن مسروق نے اس کو پٹک کر قتل کردیا، اس کے بعد دوسرا رومی لپکا، میسرہ نے اسے بھی پچھاڑ کر اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے، ایک مجاہد سالم بن ربیعہ تھے، انھوں نے رومی کو تلوار کا ایسا ہاتھ مارا کہ اس کا سر دو ٹکڑے ہو گیا۔ اتنے میں ایک رومی سالمؓ پر حملہ آور ہوا اور ایک وار ایسا کیا کہ وہ چوندھیا گئے۔ فوراً میسرہ نے پہنچکر رومی کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

رومیوں نے میسرہ بن مسروق اور سالم بن ربیعہ کو ہر طرف سے گھیر

لیا اور قریب تھا کہ اُن کو شہید کر دیں ، اتنے میں حضرت خالدؓ پہنچ گئے اور انھوں نے رومیوں کو مار کر ان کی چھاؤنی تک بھگا دیا ،

حضرت ہاشم بن عتبہ اسلامی میسرہ کے سپہ سالار تھے ، جب رومیوں نے ان کی ماتحت فوج پر سخت ہجوم کیا اور ان کو اندیشہ ہوا کہ مسلمانوں کے قدم اکھڑ جائیں گے تو وہ اپنے گھوڑے سے اتر پڑے اور اپنے عَلَم کو جنبش دیکر بولے کہ :-

خدا کی قسم میں اس کو جب تک دشمن کی صف میں گاڑ نہ لوں گا ، واپس نہ لاؤنگا ، تم میں سے جس کو ہمت ہو میرا ساتھ دے ورنہ علیحدہ ہو جائے ۔

حضرت ہاشم کے یہ ولولہ انگیز کلمات سنکر مسلمان جوش سے لبریز ہو گئے اور حضرت ہاشم کے ساتھ سب نے حملہ کیا ، رومیوں نے تیروں سے جواب دیا مسلمان زد سے بچنے کے لئے جھک جاتے تھے اور سپر سے آڑ کر لیتے تھے حضرت ہاشم بن عتبہ نے کہا

مسلمانو ! میری جان تم پر فدا ہو ، کیا دیکھتے ہو ، دونوں جہان کی نعمت تمھارے سامنے ہے ،

ایک رومی ہاشم بن عتبہ کی طرف لپکا ، انھوں نے ایک ہی ضرب میں اُسے موت کے گھاٹ اتار دیا ، اب دونوں طرف سے تلواریں چلنے لگیں اتنے میں حضرت خالد آ پہنچے اور انھوں نے رومی میسرہ پر حملہ کر دیا ، آپ کی زبان پر یہ رجز تھا :-

اضربھم بصارم مھنّد — میں انھیں ہندی تلوار سے مارتا ہوں
ضرب صلیب لدین ھاد مھند — اور ہدایت یافتہ مضبوط دین والے کی طرح ضرب لگاتا ہوں
لا واھن القول لا مفنّد — جھوٹے اور کمزور کی طرح ضرب نہیں لگاتا

اس طرف جنگ کی شدت دیکھ کر حضرت ابوعبیدہ بھی پیدل فوج کے ساتھ آگئے اور بلائے ناگہانی کی طرح رومیوں پر ٹوٹ پڑے۔ زبردست جنگ ہو رہی تھی، حضرت عمرو بن سعید ایک بزرگ صحابی تھے، ان کو ہر طرف سے رومی گھیرے ہوئے تھے۔ عبداللہ بن قرط نے ان کو اس حالت میں دیکھ کر رومیوں پر حملہ کیا، رومیوں کی بھیڑ چھٹی تو عبداللہ بن قرط ان کے پاس پہنچے دیکھا کہ ابرو پر تلوار کا کاری زخم ہے اور خون بہہ کر آنکھوں میں بھر گیا ہے جس سے پلک نہیں جھپکائی جاتی، عبداللہ بن قرط نے کہا کہ آپ کو فلاح و مراد مندی کی بشارت ہو، خدا کے فضل سے آپ اچھے ہو جائیں گے اور فتح و کامرانی سے بہرہ ور ہوں گے"

حضرت عمرو بن سعید نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جلد ہی فتح عطا فرمائے گا اور میرے لیئے اس زخم کو شہادت کا ذریعہ بنائے گا، میں چاہتا ہوں کہ ایسا ہی ایک زخم اور سوغات میں لے جاؤں، میرے عزیز بھائی خدا کے نزدیک شہادت کا بہت بڑا ثواب ہے، اور اہل دنیا دنیا سے بہت کم محفوظ رہ سکتے ہیں"

حضرت عمرو بن سعید یہ فرما ہی رہے تھے کہ رومیوں نے دوبارہ نرغہ کیا۔ حضرت عمرو بن سعید تلوار لے کر ٹوٹ پڑے، ہولناک جنگ شروع ہو گئی

رومیوں کا ہجوم دور ہوا تو آپ اس حالت میں ملے کر شہید ہو کر زمین پر پڑے تھے اور آپ کے جسم مبارک کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تھے۔

حضرت خالد اور حضرت ابو عبیدہ کے پہنچ جانے سے مسلمانوں کے حوصلے بلند ہو گئے اور تمام افسران اسلام نے مل کر ایسا زبردست حملہ کیا کہ رومیوں کے قدم اکھڑ گئے۔ اور ان کو شکست ہو گئی، مسلمانوں نے رومیوں کی لشکر گاہ پر قبضہ کر لیا۔ رومی بھاگ کر قلعے میں پناہ گزیں ہوئے، مسلمان تعاقب کرتے ہوئے قلعہ تک چلے گئے اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا، آخر رومیوں نے امان طلب کی اور اس شرط پر ان کو امان دیدی گئی کہ کسی کو قتل نہ کیا جائے گا سب کو معافی دیدی جائے گی جو رومی روم کو واپس جانا چاہے گا چلا جائے گا۔ اور جو رہنا چاہے گا وہ جزیہ دیکر رہے گا،،

اس فتح سے علاقۂ اردن کے تمام بڑے بڑے مقامات پر اسلامی پرچم لہرانے لگا

حضرت ابو عبیدہؓ کا دربار خلافت کو نامۂ فتح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابو عبیدہ بن الجراح کا خط امیر المؤمنین عمرؓ کے نام

سلام علیک۔ خدا کی حمد و ستائش کے بعد آپ کو معلوم ہو کہ خدا نے مسلمانوں کو مظفر و منصور فرمایا، اور منکرین پر اپنا قہر و غضب نازل کیا، رومیوں سے ہماری جنگ ہوئی۔ جو پہاڑی اور ساحلی علاقوں سے سمٹ کر ہمارے مقابلے کے لیے آ گئے تھے۔ اُن

کا خیال تھا کہ ان کو کسی طرح شکست نہیں ہو سکتی، چنانچہ وہ بڑی کبر و ناز کے ساتھ میدان میں آئے۔ لیکن ہمارا توکل صرف خدا پر تھا اور وہی ہمارا مرجع تھا، ہم بھی اپنی پیدل اور سوار فوج کے ساتھ میدان میں نکلے، دن بھر سخت جنگ ہوتی رہی، آخر اللہ نے مشرکوں کو شکست دی۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور ان کو قتل و گرفتار کرتے بڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ رومی قلعوں میں پناہ گزیں ہو گئے، ان کی فوج مغلوب ہو گئی اور شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ اس لئے آپ کو اور آپ کے ساتھ تمام مسلمانوں کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اس نے اپنے دین کو غلبہ عطا فرمایا، اور دشمنوں کو مغلوب کیا۔ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر اپنی کامل رحمت نازل فرمائے۔ والسلام علیک[1]

فحل کی فتح کے بعد حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے حضرت عمرو بن العاص اور حضرت شرحبیل بن حسنہ کو بیسان کی طرف روانہ کیا، ان دونوں سپہ سالاروں نے شہر کا محاصرہ کیا، یہ محاصرہ کئی روز تک قائم رہا، اس درمیان میں مسلمانوں اور عیسائیوں میں مقابلے بھی ہوتے رہے۔ لیکن آخر میں عیسائیوں نے امان طلب کی اور شہر مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔

ابوالاعور سلمی طبریہ کی فتح پر مامور کئے گئے تھے، انھوں نے بھی شہر کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ طبریہ والوں کو خبر ہوئی کہ بیسان کے باشندوں نے مسلمانوں کی

[1] فتوح الشام ازدی ۱۲

اطاعت قبول کر لی تو انھوں نے بھی صلح کر کے شہر مسلمانوں کے حوالہ کر دیا۔[1]

جنگ مرج الروم

معرکہ فحل میں مسلمانوں کو جو فتح عظیم حاصل ہوئی اس سے تمام اردن پر مسلمانوں کا اقتدار قائم ہو گیا۔ مسلمانوں کے اس غلبہ و اقتدار سے بیت المقدس اور قیساریہ کے عیسائی بہت گھبرائے۔ انھوں نے بیت المقدس کی قلعہ بندی کر کے قیساریہ میں فوجیں جمع کرنی شروع کیں۔

حضرت ابو عبیدہ کو ان حالات کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے افسرانِ اسلام کو جمع کر کے حسب ذیل تقریر فرمائی۔

مسلمانو! خدا نے تم پر بہت احسان کیا، امن و امان اور عافیت و سلامتی عطا فرمائی، رومیوں پر مظفر و منصور کیا ان کے شہر اور قلعے تم پر فتح کر دیئے، سلاطین کی اس سرزمین کا تم کو مالک بنا دیا۔ میرا ارادہ تھا کہ میں تم کو لیکر بیت المقدس اور قیساریہ پر حملہ کروں، لیکن اس خیال سے رک گیا کہ دونوں شہروں کے باشندوں نے مقابلے کی زبردست تیاریاں کر رکھی ہیں اور ممکن ہے کہ ان کو مزید کمک بھی پہنچ جائے، لیکن اب دیکھتا ہوں کہ ہمارا اس طرح خاموش بیٹھنا مناسب نہیں ہے، اس طرح بیٹھے رہنے سے اندیشہ ہے کہ جو لوگ

---

[1] اشہر مشاہیر الاسلام - ابن خلدون ۱۲

ہمارے حلقۂ اطاعت میں داخل ہو چکے ہیں وہ بھی ہمیں کمزور سمجھکر عہد اطاعت توڑ دیں اور ہمارے دشمنوں سے مل جائیں اس لئے میری رائے ہے کہ ہم یہاں سے دمشق چلیں، اور وہاں سے دوسرے مفتوحہ علاقوں کا دورہ کرتے ہوئے حمص پر حملہ کر دیں اگر ہم نے حمص کو فتح کر لیا تو شام کے تمام شہر اور قریئے جزیہ دینے اور صلح کرنے پر مجبور ہو جائیں گے،،

افسران اسلام نے حضرت ابوعبیدہ کی رائے سے اتفاق کیا، آپ نے اُردُن کے مفتوحہ علاقہ کو حضرت عمرو بن العاص کے سپرد کیا، اور حضرت خالد بن ولید کو حکم دیا کہ اپنے رسالے کے ساتھ دمشق کو روانہ ہوں، اور انکی روانگی کے بعد خود بھی دمشق کی جانب کوچ کیا،

ہرقل قیصر روم کو خبر ملی کہ مسلمان حمص پر حملہ کرنا چاہتے ہیں تو اس نے ایک زبردست فوج دمشق کی طرف روانہ کی تاکہ وہ مسلمانوں کو حمص تک پہنچنے کا موقع نہ دے، اور ممکن ہو تو دمشق پر قبضہ کر لے، اس فوج کا سپہ سالار توذر تھا، اس نے دمشق کے مغرب میں بمقام مرج الروم پڑاؤ ڈالا۔

توذر کے پیچھے قیصر نے ایک اور فوج اس کی مدد کے لئے شنش کی قیادت میں روانہ کی۔ یہ فوج بھی تعداد میں توذر کے لشکر کے برابر تھی،

حضرت ابوعبیدہ نے توذر کے مقابلے کے لئے حضرت خالد کو مقرر کیا خود شنش کے مقابلے پر گئے۔

توذر مرج الروم سے دمشق کی جانب بڑھا تو حضرت خالد اس نے

پیچھے ہو لئے۔

حضرت یزید بن ابی سفیان دمشق کے حاکم تھے، وہ مجاہدین کو لیکر نوذر کے مقابلے کے لئے نکلے۔ ادھر نوذر اور حضرت یزید بن ابی سفیان میں جنگ شروع ہوئی، اس طرف عقب سے حضرت خالد نے توذر پر حملہ کر دیا۔ اس طرح دونوں طرف سے اسلامی فوجوں نے رومیوں کو تباہ کر ڈالا، حضرت خالد نے نوذر کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا اور جوش کے لہجے فرمایا۔

نحن قتلنا نوذرا اشوذرا   وقبله ما قد قتلنا حیدرا

ہم نے نوذر اور شوذر کو قتل کیا   اور اس سے پہلے ہم حیدر کو قتل کر چکے ہیں

نحن اذرنا الضیفة الاکیدرا

اور ہمیں نے سیاہ جنگل کا احاطہ کیا

مرج الروم میں حضرت ابو عبیدہ اور شنش کا مقابلہ ہوا، اس لئے شنش نوذر کی مدد نہ کر سکا، حضرت خالد بھی توذر کے مقابلے سے فارغ ہو کر شنش کے مقابلے میں آپہنچ گئے، بڑے گھمسان کی لڑائی ہوئی، بے شمار رومی مارے گئے، شنش بھی کام آیا۔ جو رومی بچے وہ بھاگ کر حمص میں پناہ گزیں ہوئے[1]

حمص کی فتح!

مرج الروم کی جنگ کے بعد حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے حمص کی طرف پیشقدمی کی، حضرت خالد بن ولید اپنے رسالے کے ساتھ آگے آگے تھے۔

---

[1] فتوح الشام ازدی، ابن اثیر، الشہر مشاہیر الاسلام ۱۲

راستے میں بقاع اور بعلبک پڑا، بقاع کے باشندوں نے آسانی سے اطاعت قبول کرلی۔ بعلبک کے باشندوں نے مقابلہ کرنا چاہا۔ لیکن حضرت خالد بن ولید کے ایک مختصر سے دستے نے اُن کا حوصلہ پست کردیا اور وہ قبول اطاعت کرنے پر مجبور ہو گئے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ حمص کے قریب پہنچے تو ایک زبردست رومی فوج مقابلے کے لیے نکلی۔ حضرت خالد نے مجاہدین کو آواز دی کہ مسلمانو! سختی سختی! اور رومیوں پر ٹوٹ پڑے۔ رومی ایک ہی حملے میں بھاگ کھڑے ہوئے اور جاکر شہر میں گھس گئے۔

حضرت خالد نے میسرہ بن مسروق کی سرکردگی میں ایک دستہ آگے بڑھایا، ایک ندی کے کنارے رومیوں کا ایک رسالہ ملا، میسرہ بن مسروق نے حملہ کرکے اسے بھگا دیا، اس حملے میں ایک حمیری مجاہد نے جن کا نام شرجیل تھا نہایت جانبازی کا ثبوت دیا۔ چنانچہ انھوں نے تنہا سات سوار قتل کیا اور جوش میں بڑھتے ہوئے آگے چلے گئے، وہ دریا کے کنارے اپنے گھوڑے کو پانی پلا رہے تھے، کہ دوسرے کنارے سے رومی سواروں کے ایک دستے نے جس میں تیس رومی تھے، ان کو دیکھا، اور چاہا کہ دریا اتر کر ان پر حملہ کریں۔

شرجیل نے رومیوں کو دیکھا تو انھوں نے خود اپنے گھوڑے کو دریا میں ڈال دیا اور اس پار پہنچکر رومیوں پر حملہ آور ہوئے، آپ جس کے سر پر پہنچ جاتے تھے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیتے تھے، اس طرح آپ نے گیارہ سوار

قتل کیا اس کے بعد رومی بھاگ کر ایک گرجا میں پناہ گزیں ہوئے، شرجبیل رضؓ تعاقب کرتے ہوئے گرجا میں داخل ہو گئے، گرجا میں بھی بہت سے رومی تھے انھوں نے پتھراؤ کر کے اس بہادر مجاہد کو شہید کر ڈالا،

حضرت ابو عبیدہ نے حمص کے دروازے پر پہنچکر جس کا نام "رستن" تھا مقام کیا اور شہر کے چاروں طرف فوجیں پھیلا دیں۔

ہرقل قیصر روم پہلے حمص ہی میں تھا، لیکن جب مرج الروم میں توذرا اور شنش مارے گئے تو وہ حمص کو باہان کے سپرد کر کے "ارہا" چلا گیا اور وہاں سے اس نے اہل جزیرہ کو اہل حمص کی امداد کا حکم بھیجا، اہل جزیرہ حمص والوں کی مدد کے لئے روانہ ہوئے، لیکن حضرت سعید بن سعد بن ابی وقاص نے جو عراق میں جہاد کر رہے تھے اہل جزیرہ کو روک لیا اور حمص تک پہنچنے نہیں دیا۔

اہل حمص کو امید تھی کہ مسلمان سردی کی تکلیف برداشت نہ کر سکیں گے اور محاصرہ اُٹھانے پر مجبور ہو جائیں گے، لیکن ان کا خیال غلط ثابت ہوا، مسلمانوں نے نہایت سختی سے محاصرے کو قائم رکھا،

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے دیکھا کہ اہل حمص نہ اطاعت قبول کرتے ہیں نہ باہر نکل کر مقابلہ کرتے ہیں تو آپ نے شہر پناہ کے انہدام کا حکم دیا۔ مجاہدین نے اکثر جگہ سے شہر پناہ کو منہدم کر دیا۔ اور اسی طرف سے شہر پر حملہ کیا، اہل شہر نے دیکھا کہ مسلمان بزور بازو شہر میں داخل ہو جائیں گے تو وہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس شرط پر اطاعت قبول کر لی کہ ہر مسلمان وارد کو ایک رات اور دن

مہمان رکھیں گے اور حمص کے پورے علاقے کی جانب سے ایک لاکھ ستر ہزار درہم سالانہ جزیہ دیا کریں گے۔
قبول اطاعت کے بعد انھوں نے شہر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کے سپرد کر دیا[1]

لاذقیہ کی فتح

حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت عبادہ بن صامت کو حمص کا حاکم مقرر کر کے ان کو وہاں چھوڑا، اور خود "حماۃ" کی طرف کوچ کیا، حماۃ والے حضرت ابو عبیدہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور انھوں نے بھی حمص کی شرطوں پر صلح کر لی، اسی طرح حضرت ابو عبیدہ "شیراز" اور "معرۃ النعمان" گئے اور وہاں کے باشندوں نے بھی اطاعت قبول کر لی، معرۃ النعمان کے بعد لاذقیہ پر حملہ ہوا، لاذقیہ والوں نے شہر پناہ کا دروازہ بند کر لیا، حضرت ابو عبیدہؓ نے شہر کا محاصرہ کیا۔ یہ ایک مستحکم شہر تھا، اور اہل شہر میدان میں آکر مقابلہ نہیں کرتے تھے اس لئے شہر کے فتح ہونے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی، آخر حضرت ابو عبیدہ نے ایک تدبیر سوچی، لاذقیہ سے باہر کسی قدر ہٹ کر بڑے بڑے غار کھدوائے جب غار تیار ہو گئے تو اس طرح مسلمانوں کو لیکر وہاں سے ہٹے کہ لاذقیہ والوں نے سمجھا مسلمان محاصرہ اٹھا کر واپس چلے گئے، اور رات کے وقت چپکے سے آکر ان غاروں میں چھپ رہے، دوسرے روز اہل لاذقیہ شہر پناہ کا دروازہ کھول کر کاروبار کے لئے باہر نکلے تو مسلمانوں نے یکایک ان پر حملہ کر دیا، وہ

[1] فتوح الشام ازدی اور تاریخ ابن اثیر۔ ۱۲

جو اس ہو کر شہر کی طرف بھاگے، اُن کے ساتھ مسلمان بھی شہر میں داخل ہو گئے۔[1]

دربارِ خلافت سے خط و کتابت

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ابوعبیدہ کا خط اللہ کے بندے امیر المومنین حضرت عمر کے نام

سلام علیک، تمام حمد و ستائش اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں اور آپ کو شام کا سب سے بہتر، آباد، مستحکم، اور دولت مند شہر، جس سے کفار کو ہر جگہ سے زیادہ مدد ملتی تھی نہایت آسانی سے بخشدیا،

امیر المومنین! اللہ آپ کو سنوارے۔ اور آپ کو خوشخبری ہو کہ ہم حمص کے علاقے میں پہنچے، وہاں مشرکوں کی بہت بڑی جمعیت تھی، لیکن اللہ نے اُن کے دلوں میں ہمارا رعب ڈالدیا، اُن کی تمام تدبیریں کمزور کر دیں اور انھیں مجبور کر دیا چنانچہ انھوں نے ہم سے صلح کی درخواست کی اور جزیہ دینے پر آمادگی ظاہر کی، ہم نے اُن کی درخواست منظور کر لی اور انھوں نے امان نامہ لکھوا کر شہر ہمارے حوالے کر دیا،

اب ہم اس شہر کی طرف بڑھنا چاہتے ہیں جہاں بادشاہ خود فوجوں کے ساتھ موجود ہے، ہم شہنشاہوں کے شہنشاہ اور

[1] ابن اثیر - ۱۲

مجاہدوں کے ناصر و محافظ خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں فتح و غلبہ عطا فرمائے اور عصیاں شعار مشرکوں کو اُن کی بداعمالیوں کی سزا دے۔

والسلام علیک

اس خط کے جواب میں حضرت عمرؓ نے حضرت ابو عبیدہ کو لکھا تمہارا خط ملا جس میں تم نے مجھ سے کہا ہے کہ میں خدا کی حمد و ثنا کروں کہ اس نے ہم کو زمین پر غلبہ عطا فرمایا، ہم پر قلعے فتح کر دیئے ہمیں دنیا میں اقتدار بخشا، ہم پر اور تم پر احسان کیا، اور ہمیں اور تمہیں امتحان میں بہتر ثابت کیا، بے شک خدا کی حمد و ثنا کبھی ختم نہیں ہو سکتی، نہ حد شمار میں آ سکتی ہے۔

تم نے لکھا ہے کہ اس طرف سوار روانہ کئے ہیں جس طرف روم کا بادشاہ اپنی فوجوں کے ساتھ موجود ہے، لیکن تم پیشقدمی روک دو، سواروں کو اپنے پاس واپس بلا لو، اور جب تک یہ سال نہ گذر جائے اور ہم کوئی دوسرا فیصلہ نہ کریں نقل و حرکت موقوف رکھو، ہر کام میں ہمارا حقیقی مددگار خدائے بزرگ و برتر ہی ہے۔

والسلام

حضرت ابو عبیدہؓ نے میسرہ بن مسروق کو حلب کی جانب روانہ کیا تھا، حضرت عمرؓ کے حکم کے مطابق ان کو واپس بلا لیا، اس کے بعد حضرت خالد بن ولید کو دمشق جانے کا حکم دیا، خود حمص کے باہر نکلکر اقامت اختیار کی اور حضرت عمرو بن العاص کو جو اُردُن میں مقیم تھے وہیں برقرار

تاکہ شام میں اسلامی طاقت کا توازن قائم رہے۔ ؎ا

رُومیوں کی عظیم الشان تیاریاں

جس زمانہ میں حمص پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔ قیصر ہرقل انطاکیہ میں مقیم تھا۔ مختلف مفتوحہ مقامات کے رومی بھاگ بھاگ کر انطاکیہ میں پناہ گزیں ہوئے جن میں بہت سے امراء اور افسران جنگ بھی تھے، ایک روز قیصر نے دربار منعقد کیا اور ان سب کو طلب کر کے کہا۔

خدا تمھیں غارت کرے تم مسلمانوں کے مقابلے سے بھاگے
کیوں؟ کیا وہ بھی تمھاری ہی طرح آدمی نہیں ہیں؟

ایک سردار:- "بے شک آدمی ہیں"

قیصر - "تمھاری تعداد زیادہ ہے یا ان کی؟"

ایک سردار - "ہماری تعداد زیادہ ہے۔ ہر میدان جنگ میں مسلمان ہم سے کم ہوتے ہیں۔"

قیصر - "خدا تمھیں تباہ کرے، پھر کیا وجہ ہے کہ ہر جنگ میں تمھیں کو شکست و ہزیمت ہوتی ہے؟"

اس سوال نے دربار پر سکوت طاری کر دیا۔ لیکن ایک بوڑھے سردار نے کھڑے ہو کر جواب دینے کی اجازت چاہی، قیصر نے اجازت دیدی۔ سردار نے کہا "ہماری شکست و ناکامی کا سبب یہ ہے کہ مسلمان ہمارے

؎ا فتوح الشام ازدی۔

حملے میں ثابت قدم رہتے ہیں لیکن ان کے حملے سے ہمارے قدم اکھڑ جاتے ہیں یعنی سچے جوش وولولے کے ساتھ حملہ کرتے ہیں اور ہمارے حملوں میں افسردگی و پژمردگی ہوتی ہے۔"

قیصر۔ "تیرا برا ہو۔ آخر تم میں اور مسلمانوں میں یہ فرق کیوں ہے؟"

سردار۔ "میں اس کی وجہ بھی جانتا ہوں، مسلمان رات کو نمازیں پڑھتے ہیں اور دن کو روزے رکھتے ہیں، عہد کے پابند ہیں وہ اچھے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برے کاموں سے منع کرتے ہیں کسی پر ظلم نہیں کرتے آپس میں حق و انصاف سے پیش آتے ہیں۔ لیکن ہماری یہ حالت ہے کہ ہم شراب پیتے ہیں، حرام کا ارتکاب کرتے ہیں، بدعہدی، غصہ اور ظلم ہمارا شعار ہے، لوگوں کو بدی کا حکم دیتے ہیں، نیکی سے روکتے ہیں ملک میں فتنہ و فساد پھیلاتے ہیں۔"

قیصر۔ "خدا کی قسم! تم نے سچ کہا، اب میں شام سے چلا جاؤں گا، جب تمہارا یہ حال ہے تو شکست و ناکامی اور ذلت و پشیمانی کے سوا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا۔"

سردار۔ "برائے خدا شہنشاہ، ایسا ہرگز نہ کریں ابھی تو جنگ کے تمام ارمان ہمارے دل ہی میں ہیں۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ شام کو جو ارضِ بہشت ہے مسلمانوں کے سپرد کر دیا جائے۔"

قیصر۔ "تم یہ کیسے کہتے ہو کہ ابھی تمھارے حوصلے پورے نہیں ہوئے تم مسلمانوں سے کتنی لڑائیاں لڑ چکے ہو۔ لیکن ہر میدان میں تمھیں

شکست و ناکامی ہوئی اور تمھیں ذلیل و خوار ہوئے"

سردار۔" شہنشاہ کے پاس ریگ کے ذروں کے برابر فوج ہے جو ابھی تک میدان میں نہیں آئی ہے، اس لئے مسلمانوں سے جنگ کئے بغیر شام سے دست کش ہونا مناسب نہیں ہے۔"

ابھی بوڑھے سردار اور قیصر ہرقل میں گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ بیت المقدس اور قیساریہ کے باشندوں کے نمائندے حاضر ہوئے، اور انھوں نے کہا کہ ہم ابھی تک بادشاہ کے وفادار اور مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ اور مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہیں، بشرطیکہ قیصر ہماری مدد کرے، ورنہ ہم مجبوراً مسلمانوں کی اطاعت قبول کرلیں گے۔"

بوڑھے سردار کی گفتگو کے ساتھ قیساریہ اور بیت المقدس کے نمائندوں کی آمادگی نے قیصر ہرقل کو بہت تقویت پہنچائی: اس نے مسلمانوں سے ایک عظیم الشان جنگ کرنے کا فیصلہ کرلیا چنانچہ اس نے اپنے مقبوضہ جات کے تمام حاکموں کے پاس فرمان بھیجے کہ بالغ لڑکوں سے لیکر بوڑھے تک فوج میں بھرتی کئے جائیں۔ اور مسلمانوں سے لڑنے کے لئے انطاکیہ بھیجے جائیں۔

اس فرمان سے تمام مملکت میں جوش و ولولہ اور عزم و حوصلہ کی لہر دوڑ گئی۔ ملک کے ہر گوشہ سے جنگجو عیسائی فوج کے فوج انطاکیہ پہنچنے لگے۔ مشائخ و رہبان بھی جو دنیاوی معاملات سے کوئی تعلق نہ رکھتے تھے گرجوں اور خانقاہوں سے نکل پڑے، تھوڑے ہی عرصہ میں تین لاکھ کا عظیم الشان لشکر انطاکیہ میں جمع ہو گیا"

قیصر ہرقل نے باہان کو جو نہایت نامور بہادر تھا سپہ سالار اعظم کے منصب پر معمور کیا، کوچ کے وقت قیصر نے دو لاکھ درہم باہان کو دیئے اور ایک ایک لاکھ درہم اسکے ماتحت سپہ سالاروں کو عطا کئے۔ اور فوج کے سامنے حسب ذیل تقریر کی۔

بہادرانِ روم! مسلمانوں نے شام پر قبضہ کر لیا ہے۔ مگر وہ اسی پر اکتفا کرنا نہیں چاہتے۔ تمھارا اصلی وطن بھی ان کا ہدف نظر ہے یہ بھی واضح رہے کہ مسلمان صرف املاک و اموال پر قناعت کرنے والے نہیں، وہ اس وقت تک مطمئن نہ ہوں گے، جب تک تمھاری ماؤں، بہنوں، بیویوں اور بیٹیوں کو لونڈی نہ بنا لیں گے۔ اور تمھارے رؤساء و عمائد کو اپنے غلاموں کے حلقے میں داخل نہ کر لیں گے، اس لئے عزم و استقلال سے کام لو، اور اپنی عزت و آبرو اور حریت و آزادی کی حفاظت میں جانیں قربان کر دو۔

افسرانِ اسلام کی مجلس شوریٰ

جاسوسوں نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ روم کا عظیم الشان لشکر حملہ آور ہونے کے لئے آ رہا ہے۔ یہ خبر پا کر حضرت ابو عبیدہ نے افسران اسلام کو جمع کیا اور ان کے سامنے یہ تقریر کی۔

مسلمانو! اور مومنو! اللہ نے تمھیں بار ہا آزمائش میں مبتلا کیا اور

کامیاب فرمایا، اس نے تم سے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنی نصرت سے تمھیں فتح و ظفر عنایت کی۔ اس ذات بزرگ و برتر نے ہر جنگ میں انجام کار وہی کیا جو تم چاہتے تھے۔ اب تمھارے دشمنوں نے تمھارے خلاف پھر اجتماع کیا ہے اور تمھاری جانب پیشقدمی شروع کردی ہے، ہمیں جاسوس نے اطلاع دی ہے کہ رومی فوجیں بحر و بر سے روانہ ہو کر ہرقل کے پاس انطاکیہ میں جمع ہوئیں اور وہاں سے تین حصوں میں تقسیم ہو کر ہماری طرف بڑھ رہی ہیں، ہر حصے میں بے شمار سپاہی ہیں، میں نے پسند نہ کیا کہ دشمنوں کی حالت سے تمھیں لاعلم رکھوں، بلکہ مجھے مناسب معلوم ہوا کہ دشمنوں کی صحیح حالت سے تمھیں آگاہ کردوں تاکہ تم مجھے مشورہ دو، اور میں خود بھی اپنی رائے تمھارے سامنے پیش کروں، کیونکہ میں بھی تمھارے ہی جیسا ایک آدمی ہوں،

حضرت ابو عبیدہ کے بعد حضرت یزید بن ابی سفیان نے کھڑے ہو کر کہا

آپ پر خدا کی رحمت ہو، آپ نے بہت اچھا کیا کہ ہمیں دشمنوں کی حالت سے آگاہ کر دیا۔ میں اپنی رائے پیش کرتا ہوں، اگر درست ہو تو اسے قبول فرمائیے۔ ورنہ جس بات میں مسلمانوں کی بھلائی ہو وہ کیجیے، میری رائے

آپ شہر حمص کے باہر نکل کر مورچہ قائم کریں، اور عورتوں اور بچوں کو شہر میں رہنے دیں، اور حضرت خالد بن ولید کو دمشق سے اور عمرو بن العاص کو اردن سے یہیں بلالیں تاکہ متفقہ قوت سے دشمنوں کا مقابلہ کریں،

یزید بن ابی سفیان کے بعد حضرت شرجبیل بن حسنہ اٹھے اور انھوں نے کہا یہ نہایت نازک موقع ہے، اس وقت مسلمانوں کی فلاح و بہبود کو ہر بات پر مقدم رکھنے کی ضرورت ہے خواہ اس کے لئے کسی بھائی کی مخالفت ہی کیوں نہ کرنی پڑے، اس میں کچھ شک نہیں کہ یزید بن ابی سفیان مسلمانوں کے نہایت خیر خواہ ہیں، لیکن میں اپنے بھائی کی رائے سے مخالفت کرنے پر مجبور ہوں، میرے خیال میں میری رائے یزید بن ابی سفیان کی رائے سے بہتر ہے، حمص کے باشندے ہمارے دشمن کے ہم مذہب ہیں۔ اس لئے یہ مناسب نہیں کہ ہم اپنے اہل و عیال کو ان کے اندر چھوڑ دیں، اس صورت میں خطرہ ہے کہ ہمیں مصروف جنگ دیکھ کر اہل شہر دشمنوں کو خوش کرنے کے لئے ہمارے اہل و عیال کو قتل کر دیں۔"

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے فرمایا۔

اللہ تعالےٰ نے تمھارے مقابلے میں ان لوگوں کو ذلیل و خوار کر دیا ہے، وہ تمھارے دشمنوں کی حکومت کی نسبت تمھاری

حکومت کو زیادہ پسند کرتے ہیں لیکن تم نے ان کے متعلق اندیشہ ظاہر کیا ہے اس لئے ہم ان کو شہر سے باہر نکالکر اور مسلمانوں کے اہل و عیال کو شہر میں رکھکر فصیل اور پھاٹکوں پر پہرے مقرر کردیں گے اور خود یہیں رہ کر دمشق اور اردن سے آنے والے بھائیوں کا انتظار کریں گے۔"

حضرت شرحبیل بن حسنہ نے حضرت ابو عبیدہ کی رائے پر یہ اعتراض کیا۔

ہمیں اس کا حق نہیں ہے کہ باشندوں کو شہر سے نکال دیں کیونکہ ہم صلحنامہ میں صاف طور پر لکھ چکے ہیں کہ ان کے گھر اور جان و مال کی حفاظت کریں گے، اور ان کو شہر سے نہیں نکالیں گے۔"

حضرت ابو عبیدہؓ نے یہ اعتراض قبول کیا اور دوسرے لوگوں سے اظہار رائے کے لئے کہا۔

دوسرے اصحاب نے رائے دی۔

آپ یہیں مقیم رہ کر دربار خلافت سے کمک طلب کریں اور دمشق و اردن سے بھی مسلمانوں کو اپنے پاس بلالیں۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا۔

تم جتنا سمجھ رہے ہو اس سے معاملہ کہیں زیادہ اہم ہے مجھے اندیشہ ہے کہ جب تک ہماری درخواست دربار خلافت تک پہنچے گی دشمن ہم پر حملہ کردے گا۔

میسرہ بن مسروق نے کہا۔

ہم کو نہ قلعوں اور مورچوں کی عادت ہے اور نہ ہم شہروں کے باشندے ہیں ہم تو خشک اور ریگستانی ملک کے رہنے والے ہیں اس لئے آپ رومیوں کے قلعوں کو چھوڑ دیئے اور ہمیں ایسے علاقوں میں لے چلیئے جو ہماری سرزمین سے مشابہ ہو۔ اور وہاں تمام اسلامی قوت کو یکجا کر کے دربار خلافت کو کمک کے لئے لکھیئے''

تمام لوگوں نے میسرہ بن مسروق کی رائے کو پسند کیا

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کے نزدیک حمص کو چھوڑنا مناسب نہ تھا لیکن اختلاف سے بچنے کے لئے انھوں نے اس رائے کو قبول فرما لیا۔

حمص سے مسلمانوں کا کوچ

مسلمان حمص سے کوچ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے، روانگی کے وقت انھوں نے اہل شہر کے ساتھ جس انصاف پسندی اور دیانت داری کا سلوک کیا اسکی مثال تاریخ عالم میں نہیں مل سکتی۔

جیب بن مسلمہؓ خراج کی وصولی کے افسر تھے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے انھیں بلا کر فرمایا کہ'' اہل حمص سے جتنا خراج وصول ہوا ہے اسے جب تک میں کوئی حکم نہ دوں محفوظ رکھنا۔ اور جن لوگوں کے ذمہ خراج کی رقم باقی ہے اسے بھی جب تک میں حکم نہ دوں وصول نہ کرنا۔

یہ ہدایت سنکر جیب بن مسلمہ چلے تو آپ نے اُن کو پھر بلایا اور فرمایا کہ اہل شہر سے جو رقم وصول ہو چکی ہے وہ سب انھیں واپس کر دو، کیونکہ جب ہم

معاہدۂ صلح کے مطابق ان کی حفاظت نہیں کر سکتے تو ہمیں ان کی رقم رکھنا جائز نہیں، تم شہر والوں سے کہدینا کہ ہم بدستور صلح پر قائم ہیں اور اس وقت تک قائم رہیں گے جب تک وہ خود صلح سے پھر نہ جائیں، رقم کی واپسی کے بارے میں کہدینا کہ ان سے یہ رقم ان کی حفاظت کے معاوضے کے طور پر وصول کی گئی تھی لیکن اس وقت ہم اُن کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ اس لئے یہ رقم واپس دیدی جارہی ہے، ہم یہاں سے دوسرے مقام پر جارہے ہیں، جہاں اپنی طاقت کو یکجا کرکے دشمنوں سے جنگ کریں گے، اگر خدا نے ہمیں فتح دی، تو ہم پھر یہاں اسی صلحنامہ کو رائج کردیں گے، بشرطیکہ اہل شہر کو انکار نہ ہو"

حبیب بن مسلمہ نے اہل شہر کو حضرت ابوعبیدہ کے ارشادات سے آگاہ کردیا، اور انھیں خراج کی رقم واپس کردی۔

اہل حمص کو مسلمانوں کے جانے کا بہت صدمہ ہوا، انھوں نے کہا،

"خدا رومیوں پر اپنا قہر وغضب نازل کرے اور تمھیں کامیاب واپس لائے، اگر اس وقت بجائے تمھارے وہ ہوتے، تو ایک پیسہ بھی واپس نہ کرتے، بلکہ جتنا لوٹ سکتے چلتے وقت اور لوٹ لیتے۔"

دربار خلافت سے نامہ و پیام

حمص سے روانہ ہونے کے ایک رات پہلے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے سفیان بن عوف کو یہ خط دیکر مدینۂ طیبہ روانہ کیا،

رومیوں کے پایۂ تخت سے جاسوسوں نے ہمیں خبر دی ہے کہ رومیوں نے ہمارے مقابلے کے لئے اتنی فوجیں جمع کی ہیں، جتنی انھوں نے کسی قوم کے مقابلے کے لئے کبھی جمع نہیں کی تھیں اور وہ ہماری طرف کوچ کر چکے ہیں، اس اطلاع کے مطابق میں نے اپنے رفقاء کو جمع کر کے ان سے رائے طلب کی سب نے بالاتفاق یہ رائے دی کہ ہمیں اپنے موجودہ مقام سے کسی دوسرے موزوں مقام پر منتقل ہو جانا چاہیئے۔ اور وہاں مجتمع ہو کر آپ کی ہدایت حاصل کرنی چاہیئے ہیں جس شخص کے ہاتھ خط بھیج رہا ہوں وہ معتمد علیہ اور تمام حالات سے واقف ہے، آپ اس سے جو بات چاہیں دریافت کر سکتے ہیں۔

ہم خدائے غالب و دانا سے مدد چاہتے ہیں وہ ہمارے لئے کافی اور بہترین کارساز ہے۔

سفیان بن عوف خط لیکر مدینہ منورہ گئے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت عمرؓ نے خط پڑھکر فرمایا — "بتاؤ مسلمانوں نے کیا کیا؟"

سفیان بن عوف - ہم رات کو حمص سے چلے، مسلمانوں نے فجر کی نماز پڑھکر حمص سے دمشق کے لئے روانہ ہونے کا فیصلہ کیا تھا۔ امید ہے کہ اسی کے مطابق عمل کیا ہو گا۔"

یہ بات حضرت عمرؓ پر بہت شاق گذری، ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا انھوں نے فرمایا "مسلمانوں نے ایسا کیوں کیا؟ وہ کیوں دشمنوں کے مقابلہ سے ہٹ گئے؟ اللہ نے انھیں ہر معرکہ میں فتحیاب کیا تھا، جس ملک کو انھوں

نے بزورِ قوت فتح کیا تھا اُسے کیوں چھوڑ دیا؟ میرے نزدیک انھوں نے غلط فیصلہ کیا، اور وہ کمزوری میں مبتلا ہو گئے جس سے دشمنوں کا حوصلہ بڑھ گیا ہو گا۔"

سفیان۔" امیر المومنین! جو لوگ موقع پر موجود ہوتے ہیں، ان کی رائے ان لوگوں سے ضرور مختلف ہوتی ہے جو موجود نہیں ہوتے، واقعہ یہ ہے کہ شہنشاہ ہرقل نے ہمارے مقابلے کے لئے جتنی فوجیں جمع کی ہیں اتنی فوجیں نہ اس نے کبھی جمع کی تھیں، نہ کسی اور نے کسی کے مقابلہ کے لئے جمع کی ہونگی، ہمارے جاسوسوں کا بیان ہے کہ رومیوں کی ایک فوج پہاڑ سے اترنے لگی تو دو پہر دن سے دو پہر رات تک اترتی رہی، اسی سے باقی رومی فوجوں کا اندازہ فرمالیجیے۔"

حضرت عمرؓ۔ بعض مرتبہ ایسا ہوا کہ میں نے مسلمانوں کے فیصلہ کو ناپسند کیا بالآخر اسی میں خدا نے مسلمانوں کی بہتری کی، اگر ایسا نہ ہوا ہوتا تو میں اس فیصلے کو ناپسند نہ کرتا۔ اچھا یہ تو بتاؤ، مسلمانوں نے یہ فیصلہ بالاتفاق کیا ہے؟"

سفیان۔" جی ہاں۔!"

حضرت عمرؓ۔" الحمد للہ! مجھے امید ہے کہ اللہ نے انھیں بہتری ہی پر متفق کیا ہو گا۔"

سفیان۔" مسلمانوں کی مدد فرمائیے، آغاز جنگ سے پہلے مسلمانوں کے پاس مدد پہنچ جانی چاہئیے، چونکہ یہ جنگ فیصلہ کن ہوگی، اس لئے اگر اس میں خدا نے ہمیں فتح دی تو رومی اسی طرح تباہ ہو جائیں گے

جس طرح عاد و ثمود تباہ ہو گئے"

حضرت عمرؓ "تم واپس جا کر مسلمانوں کو خوشخبری دینا کہ سعید بن عامرؓ انشاء اللہ مدد لے کر آ رہے ہیں"

اس گفتگو کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابو عبیدہ کے خط کا یہ جواب لکھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

اللہ کے بندے عمرؓ امیر المومنین کا خط ابو عبیدہ بن الجراح اور ان کے ساتھی مہاجرین وانصار و تابعین اور مجاہدین کے تمام السلام علیکم۔ اللہ کی حمد و ستائش کے بعد واضح ہو کہ مجھے معلوم ہوا کہ تم حمص سے دمشق چلے گئے اور جن علاقوں کو خدا نے تمہارے لئے فتح کر دیا تھا، ان کو تم نے خود بخود دشمنوں کے لئے خالی کر دیا، مجھے یہ بات پسند نہیں آئی، لیکن جب مجھے معلوم ہوا یہ فیصلہ تمہارے تمام دانشمندوں اور نیکوکاروں کی متفقہ رائے سے ہوا ہے تو میں سمجھ گیا کہ اللہ کے فضل و کرم سے بعید تھا کہ تم نیکی، بھلائی اور بہتری کے سوا کسی اور چیز پر متفق ہوتے، اس خیال کی بنا پر میری ناپسندیدگی میں کمی ہو گئی،

تمہارے قاصد نے مدد کی درخواست کی ہے۔ اس خط کے پہنچنے سے پہلے ہی انشاء اللہ مدد روانہ کر دوں گا، لیکن واضح رہے کہ ہم نے دشمن کے بڑے بڑے لشکروں کو بڑی بڑی فوجوں کی قوت سے شکست نہیں دی، اللہ کی نصرت نازل

ہونے کا یہی سبب نہیں ہے کہ فوج کی تعداد زیادہ ہو، کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ بڑے بڑے لشکروں کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے اور وہ تباہ و برباد ہو جاتے ہیں، اور بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ اللہ اپنے تھوڑے سے دوستوں کو اپنے بہت سے دشمنوں پر غلبہ عطا فرما دیتا ہے، اللہ تعالیٰ تم پر اپنی نصرت نازل فرمائے اور اپنے اور تمہارے دشمنوں پر سختی اور ذلت نازل کرے

والسلام علیکم

مسلمانوں کی تشویش و پریشانی

صبح کی نماز کے بعد مسلمان حمص سے دمشق کے لئے روانہ ہوئے دمشق کے قریب پہنچنے پر حضرت خالد بن ولیدؓ نے آگے بڑھکر مجاہدین کا استقبال کیا، حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت خالدؓ کو تخلیے میں وہ تمام باتیں سمجھائیں جن کی بنا پر مسلمانوں نے حمص کو چھوڑا تھا، حضرت خالدؓ نے کہا کہ وہیں رہکر دشمنوں سے مقابلہ کرنا تھا، وہاں سے ہٹنا اچھا نہیں ہوا، لیکن جب مسلمانوں کے اتفاق رائے سے ایسا ہوا ہے تو اللہ کے نزدیک اسمیں کوئی بہتری ہوگی

دمشق میں دو روز قیام کرنے کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے سوید بن کلثوم کو حکم دیا کہ اہل دمشق سے خراج و جزیہ کی جتنی رقم وصول کی گئی ہے سب واپس کر دی جائے اور ان سے کہدیا جائے کہ ہم اپنے عہد پر بدستور قائم ہیں، ہم واپس آکر پھر تمھیں پوری امان دیں گے۔ اور صلحنامہ کی تمام شرطوں

کو پورا کریں گے،

اس کے بعد حضرت ابو عبیدہ نے افسران اسلام کو جمع کر کے اُن سے آئندہ اقدام کے لئے مشورہ طلب کیا۔

سب سے پہلے حضرت یزید بن ابی سفیان نے کھڑے ہو کر کہا

میری رائے ہے کہ ہم یہاں سے نکلکر جابیہ میں مقام کریں اور وہیں عمرو بن العاص کو بھی بلالیں، اور متفق ہو کر دشمنوں سے مقابلہ کریں۔

حضرت شرجیل بن حسنہ نے رائے ظاہر کی کہ

جس طرح ہم نے کچھ ملک کو خالی کیا ہے باقی علاقوں کو بھی خالی کر کے سرحد میں چلے جائیں، وہاں سے دارالخلافہ قریب ہو گا۔ کمک آنے کے بعد ہم حملہ آور دشمن سے مقابلہ آرا ہوں، اور اگر وہ سرحد تک ہمارا تعاقب نہ کریں تو ہم خود آگے بڑھکر اس پر حملہ کریں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اس رائے کی سخت مخالفت کی اور نہایت جوش کے لہجے میں فرمایا کہ

ابو عبیدہ بن الجراحؓ! اللہ آپ کو سنوارے، کیا دشمن اس قدر شدید نقصان پہنچا سکتا ہے۔ جتنا نقصان مسلمان خود اپنے ہاتھوں اٹھانے پر تیار ہیں ہ تم ایسے علاقوں سے دستکش ہونا چاہتے ہو جن کو اللہ نے تمھارے لئے فتح کر دیا ہے جن کی جنگو

ہیں رومیوں کے متعدد رؤساء اور ممتاز ترین سپہ سالار مارے جا چکے ہیں، عظیم الشان فوجیں تباہ ہو چکی ہیں، اگر مسلمان ان علاقوں کو خالی کر دیں گے۔ اور رومی از سرنو اُن پر قابض و مسلط ہو جائیں گے، تو مسلمانوں کا ان کو دوبارہ فتح کرنا کتنا دشوار ہو جائے گا؟ کیا یہ تمھارے لیئے روا ہے کہ ان کو اور بلقاء وار دن کے علاقوں کو کسی مجبوری کے بغیر خالی کر دو؟ خدا کی قسم یہاں سے واپس جانے کے بعد اگر دوبارہ یہاں آنا چاہو گے تو تمھیں سخت مصیبتوں کا سامنا ہوگا۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے حضرت معاذ بن جبل کی تائید کی اور فرمایا کہ

معاذ بن جبل نے بہت درست کہا اور نہایت خیرخواہانہ مشورہ دیا۔ ہمارے لیئے یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ جن لوگوں سے ہم جزیہ و خراج لے چکے ہیں اور عہد و پیمان کر چکے ہیں کہ ہم انکی حفاظت کریں گے۔ ان کو کسی عذر صحیح کے بغیر چھوڑ دیں۔ اگر تمام لوگ پسند کریں تو ہم جابیہ میں چل کر قیام کریں اور عمرو بن العاص کو بھی وہیں بلا لیں اور دشمنوں سے لڑیں۔

حضرت خالد نے فرمایا۔ "کیا آپ جابیہ میں دمشق سے بہتر

حالت میں ہوں گے۔"

ابھی یہ گفتگو جاری ہی تھی کہ حضرت عمرو بن العاص کے بیٹے حضرت عبداللہ اپنے باپ کا خط لے کر پہنچے۔ خط کا مضمون حسب ذیل تھا۔

بیت المقدس اور اردن کے بہت سے باشندے جنھوں نے ہم سے معاہدۂ صلح کیا تھا۔ اپنے عہد سے منحرف ہو گئے ہیں، یہ سُنکر کہ رومی فوج کا سیلاب زور و شور سے بہتا چلا آرہا ہے اور مسلمان اپنے مفتوحہ علاقوں کو خالی کر کے بھاگ رہے ہیں یہ لوگ دلیر ہو گئے ہیں اور آمادۂ بغاوت ہیں، ان لوگوں نے حلفاً عہد کیا ہے کہ ہم پر حملہ آور ہوں گے اس لئے آپ اپنے فیصلے سے آگاہ کیجئے۔ اگر آپ یہاں آئیں تو میں یہاں ٹھیرا رہوں اور اگر شام کے کسی دوسرے مقام پر جائیں تو میں بھی وہیں پہنچوں۔ اگر آپ کے نزدیک یہاں رہنا ضروری ہو تو مجھے مدد بھیجئے تاکہ میں دشمنوں کا مقابلہ اور ماتحت علاقے کی حفاظت کرسکوں۔ لوگوں کے حوصلے بڑھ گئے ہیں، اور وہ ہمیں ہیچ سمجھنے لگے ہیں۔ اگر انھیں ہماری تھوڑی سی کمزوری کا بھی احساس ہو گیا اور وہ حملہ کرنے کا موقع پا گئے تو حملہ سے باز نہ آئیں گے۔

والسلام

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے حضرت عمرو بن العاص کو یہ جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵

تمہارے بیٹے عبد اللہ تمہارا خط لیکر میرے پاس آئے، تم نے
لکھا ہے کہ مفسدہ آمادۂ فساد ہیں اور تم پر حملہ کرنا چاہتے ہیں
اس لئے کہ مسلمانوں کے رومیوں کے مقابلے سے ہٹ جانے
کے باعث ان کے دل بڑھ گئے ہیں، لیکن اللہ کا فضل ہے
کہ مسلمانوں کی پسپائی کوتاہ بینی اور کمزوری کی وجہ سے نہیں
ہے بلکہ یہ مسلمانوں کی ایک متفقہ جنگی تدبیر ہے، اس حکمت عملی
کا مقصد یہ ہے کہ دشمن اپنے شہروں اور قلعوں سے نکلکر
کھلے مقام میں آجائے اور مسلمان یکجا ہو کر اور مزید امداد
منگا کر ان سے کامیاب مقابلہ کرسکیں،

ہم چاہتے ہیں کہ دشمن کی تمام قوتیں بھی ایک جگہ جمع ہو جائیں۔
پھر ہم خدا کی اس نصرت کے بھروسہ پر جو ہمیشہ اس کے دشمنوں
پر مبذول رہتی ہے اس طرح حملہ آور ہوں کہ کوئی رومی نہ
اپنی مال کو بچا سکے نہ اپنی بیوی کو اور نہ خود اپنی جان کو،
نہ پہاڑوں میں پناہ پا سکے نہ قلعوں کی حفاظت میں بیٹھ سکے
بلکہ ہتھیار ڈالنے اور امن طلب کرنے پر مجبور ہو جائے
سنۃ اللہ التی قد خلت من قبل ولن تجد لسنۃ
اللہ تبدیلا ط

تم اپنے ساتھی مسلمانوں سے کہدو کہ میں مجاہدینِ اسلام

کو لیکر آرہا ہوں، اس لئے انھیں چاہیئے کہ وہ اللہ کے ساتھ اپنا حسنِ ظن قائم رکھیں اور دشمنوں پر ذرا بھی کمزوری ظاہر نہ ہونے دیں ورنہ دشمن خوش ہو کر طعنہ زنی کریں گے اور شوخ و بے باک ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمھیں اپنی نصرت سے سرفراز فرمائے اور اپنی بخشش نازل کرے، والسلام،

حضرت ابو عبیدہ نے حضرت عبد اللہ کو یہ خط دے کر فرمایا کہ اپنے والد سے کہدینا کہ اس خط کے پیچھے میں بھی آرہا ہوں، مسلمانوں کو بھی اس بات سے آگاہ کر دیں۔

عبد اللہ! تم ان لوگوں میں سے ہو جاؤ جن کے ذریعہ اللہ مسلمانوں کی پشت پناہی کرتا، اور ان کے حوصلے بڑھاتا۔ اور ان کے دل مضبوط کرتا ہے، تم زمرۂ صحابہ میں سے ہو اور اصحاب رسولؐ کو اللہ نے عام مسلمانوں پر فضیلت دی ہے تم اپنے باپ پر بھروسہ کر کے بیٹھ نہ جانا، بلکہ ایک طرف تو تم مسلمانوں کو جہاد کے لئے اکسانا، ان کو اللہ کی نصرت کا یقین دلاتا اور ثابت قدمی کی تلقین کرنا اور دوسری طرف تمھارے والد بھی اسی طرح مسلمانوں کو تلقین و ہدایت کریں۔

حضرت عبد اللہ نے جواب دیا کہ میں انشاء اللہ وہی طرزِ عمل اختیار کروں گا جس سے آپ خوش ہوں گے،

حضرت عمرو بن العاص کی مدبرانہ کارروائیاں

حضرت عبداللہ نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کا خط لا کر اپنے باپ حضرت عمرو بن العاص کو دیا۔ انھوں نے مسلمانوں کو جمع کر کے وہ خط سنایا اور حسب ذیل تقریر کی۔

"اردن کے جن لوگوں نے ہم سے معاہدۂ امن کیا ہے وہ کان کھول کر اچھی طرح سن لیں کہ اگر ان میں کا کوئی شخص بیت المقدس گیا یا بیت المقدس کا کوئی آدمی اسکے پاس ہو اور وہ اسے میرے حوالے نہ کر دے تو اس سے اللہ کی امانت ساقط ہے اور یہ بھی سن لو کہ جن لوگوں نے مجھ سے معاہدہ کیا ہے وہ بیت المقدس چلنے کے لئے فوراً تیار ہو جائیں۔ کیونکہ میں نے بیت المقدس پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ میں ان سے برابر لڑتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ یا تو میں تمام جنگجو لوگوں کو قتل کر کے ان کے اہل و عیال کو غلام بنا لوں گا یا وہ جزیہ ادا کرنے پر مجبور ہو جائیں گے"

اس تقریر کے بعد آپ نے مجاہدین کو تیاری کا حکم دیا۔ اور ان کو لیکر بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ دو میل چل کر آپ نے مقام کیا اور اردن کے باشندوں میں منادی کرا دی کہ جو لوگ ہتھیار لگا کر ہمارے لشکر میں نہ آجائیں گے اور ہمارے حکم پر عمل نہ کریں گے۔ وہ اللہ کی امان

سے خارج سمجھے جائیں گے۔"

اس منادی کا یہ اثر ہوا کہ اردن کے باشندے اپنے گھروں سے نکل پڑے، جو لوگ لڑنے کے قابل تھے وہ ہتھیار لگا کر فوج میں شامل ہو گئے اور دوکانداروں نے مجاہدین کے لئے دوکانیں لگا دیں۔

حضرت عمرو بن العاص نے اہل اردن پر اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کو افسر بنا کر اور پانسو مجاہدین کو ساتھ کر کے ان کو آگے روانہ کیا، چنانچہ حضرت عبداللہ عیسائیوں اور مسلمانوں کی مشترکہ فوج لیکر آگے بڑھے۔

اس کارروائی سے حضرت عمرو بن العاص کا مقصد یہ تھا کہ ایک طرف تو اردن کے باشندوں کی شرارتوں اور فتنہ پردازیوں کا سدّ باب ہو جائے اور دوسری طرف بیت المقدس کے باشندے مدافعت کی فکر میں مبتلا ہو جائیں اور اسلامی فوج پر حملہ آور نہ ہو سکیں۔ اس کارروائی کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا۔ بیت المقدس کے باشندے جو اردن میں رہ کر یہاں کے باشندوں کو مسلمانوں کے خلاف آمادۂ جنگ و فساد کر رہے تھے بھاگ کر بیت المقدس چلے گئے اور خبر دی کہ اسلامی لشکر حملہ کے لئے آرہا ہے۔ اس خبر سے بیت المقدس کے باشندے گھبرائے اور حملے کی جگہ مدافعت کی فکر میں پڑ گئے۔

حضرت عمرو بن العاص نے اسی کارروائی پر بس نہیں کیا بلکہ بیت المقدس کے باشندوں کے نام ایک الٹی میٹم بھی روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

عمرو بن العاص کا خط بیت المقدس کے بطریقوں کے نام

جو لوگ ہدایت کی راہ اختیار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لاتے ہیں ان پر سلامتی ہو۔

اس کے بعد ہم اپنے پروردگار کی بہت بہت حمد کرتے ہیں اور بے شمار تعریف وثنا کرتے ہیں کہ اس نے اپنا رسول بھیج کر ہم پر رحم فرمایا، اپنی رسالت سے سرفراز کیا۔ اپنے دین سے عزت بخشی، اپنی اطاعت کے ذریعہ طاقت دی، اپنی توحید و اخلاص کے عرفان سے ممتاز کیا، اللہ کا ہزار ہزار احسان ہے کہ ہم اس معبود حقیقی کے ساتھ نہ کسی کو شریک کرتے ہیں نہ اس کے سوا کسی کو خدا سمجھتے ہیں۔ اگر ہم ایسا کرتے تو یہ ہماری شدید غلطی ہوتی اس کی ذات پاک اور بے انتہا بلند ہے۔ اور اس کی تعریفیں بے شمار ہیں، ہم اس کی حمد کرتے ہیں کہ تمہارے کفر کی وجہ سے اس نے تم میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔ تم کو گروہ گروہ بنا دیا ہے تمہارا ہر فرقہ اپنے ہی کو راہ راست پر سمجھتا ہے اور اپنی حالت میں خوش ہے۔ تمہارے بعض فرقے حضرت عیسیٰ بن مریم کو خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں اور بعض دو خداؤں کے قائل ہیں۔ اور بعض تین خداؤں کو مانتے ہیں۔ جو لوگ خدا کے ساتھ

دوسروں کو شریک ٹھیراتے ہیں وہ غارت ہو جائیں۔ اللہ کی ذات ہر طرح کے شرک سے ارفع و بلند ہے، ہم خدا کی ستائش کرتے ہیں کہ اس نے تمھارے طریقوں کو ہلاک کر ڈالا تمھاری عزت و عظمت زائل کر دی، تمھارے حاکموں کو اس ملک سے نکال دیا، تمھارے ملک و وطن اور تمھاری دولت و حکومت کا ہمیں وارث بنا دیا، تمھاری ذلت و تباہی کا سبب یہ ہے کہ تم مشرک ہو۔ ہم نے تمھیں اللہ و رسول پر ایمان لانے کی جو دعوت دی اسے رد کر چکے ہو، غرض تمھاری بد اعمالیوں ہی کی وجہ سے خدا نے تمھیں فقر و فاقہ، خوف و دہشت اور ذلت و بربادی میں ڈال دیا ہے۔ دیکھو میرا خط جا رہا ہے، اسے دیکھتے ہی مسلمان ہو جاؤ اور اپنے کو تباہی سے بچاؤ۔ اگر یہ منظور نہ ہو تو میرے پاس حاضر ہو ہمیں تمھاری جان و مال کے لئے معاہدۂ امن لکھکر تم پر جزیہ مقرر کر دوں جسے تم بحالت مغلوبیت ادا کرتے رہنا ورنہ خدائے واحد و یکتا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں پیدل اور سوار زبردست فوج کے ساتھ تم پر حملہ آور ہوں گا۔ اور اس وقت تک تمھیں نہ چھوڑوں گا جب تک تمھارے لڑنے والوں کو قتل کر کے تمھارے اہل و عیال کو غلام نہ بنا لوں گا اور تمھیں اس قوم کی طرح نہ کر دوں گا جو موجود تھی اور معدوم ہو گئی

ایک عیسائی قاصد خط لیکر بیت المقدس گیا وہاں کے باشندوں نے

کہا کہ ہم نے اپنے مخبروں کو مسلمانوں اور رومی فوجوں کی حالت معلوم کرنیکے لئے بھیجا ہے۔ ان کے واپس آنے کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ رومی مسلمانوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں تو ہم ان کا ساتھ دینگے ورنہ مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لینگے

مخبروں نے آکر اطلاع دی کہ رومیوں کا عظیم الشان لشکر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے روانہ ہو چکا ہے۔ جو تین حصوں پر تقسیم ہے اور ہر حصے میں ایک لاکھ سے زیادہ آدمی ہیں۔

یہ اطلاع پاکر باشندگان بیت المقدس نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

عیسائیوں پر رومیوں کے مظالم

جن علاقوں کو مسلمانوں نے خالی کر دیا تھا ان سے رومی فوج گذری تو یہ الزام رکھکر ان علاقوں کے باشندوں نے کیوں مسلمانوں کی اطاعت قبول کرلی تھی۔ ان پر سخت مظالم کئے۔ انھوں نے کہا کہ ہم مسلمانوں کی اطاعت قبول کرنے پر مجبور تھے۔ تم نے بزدلی سے کام لیا، ہم کو بے یار و مددگار چھوڑ کر بھاگے، مسلمان آئے اور ہم نے ان کی اطاعت قبول کرلی،

رومی سپاہی ہر وقت شراب کے نشہ میں چور رہتے، اسی حالت میں حرام کاریاں کرتے، غیر مسلم آبادیوں کو لوٹتے اور اپنے افسروں کی نافرمانیاں کرتے، ایک جگہ باہان سپاہیوں کے سامنے تقریر کر رہا تھا اور سمجھا رہا تھا کہ باشندوں پر اس طرح کے مظالم نہ کریں۔ اسی حالت میں

ایک مظلوم نے کھڑے ہو کر باہان سے فریاد کی کہ

بادشاہ کی عمر دراز ہو۔ میں اسی مقام کا رہنے والا ہوں میرے پاس تقریباً سو بکریاں تھیں، میرا لڑکا انہیں چرا رہا تھا، حضور کے ایک بڑے افسر نے بکریوں کے گلے کے قریب مقام کیا اور جتنی بکریاں چاہیں خود لے لیں اور اپنے ماتحتوں کو بھی اجازت دیدی، چنانچہ انھوں نے ساری بکریاں پکڑ لیں، میری بیوی کو معلوم ہوا تو وہ افسر کے پاس گئی اور اس نے کہا کہ جتنی بکریاں آپ نے لی ہیں وہ تو آپ لے لیں، مگر آپ کے ماتحتوں نے جو بکریاں پکڑی ہیں انھیں واپس دلا دیں، افسر نے میری بیوی کی طرف دیکھا اور اسے خیمہ میں لے جانے کا حکم دیا، عورت کو خیمے میں دیر ہوئی اس لئے لڑکے کو شبہ ہوا۔ اور اس نے جھانک کر خیمہ میں دیکھا، افسر اس کی عصمت دری کر رہا تھا اور وہ رو رہی تھی۔ لڑکے نے یہ دیکھکر شور کیا۔ جس پر افسر نے لڑکے کو قتل کرا دیا، میں نے سنا تو لڑکے کی لاش پر گیا، افسر نے میرے قتل کا بھی حکم دیا، حکم پاتے ہی سپاہی مجھ پر لوٹ پڑے میں نے ہاتھ سے اپنے کو بچانے کی کوشش کی، اس کوشش میں میرا ہاتھ کٹ گیا، میں فریاد لے کر آپ کے پاس آیا ہوں۔

باہان نے پوچھا، تو اس افسر کو پہچانتا ہے؟ وہ افسر باہان کا خاص رشتہ دار تھا اور دربار میں موجود تھا، فریادی نے اشارے سے اس کو بتایا اس

قیصر اور اس کے ساتھی بہت برافروختہ ہوئے اور تقریباً دو سو آدمیوں نے حملہ کر کے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

باہان بیٹھا دیکھتا رہا اور کسی نے اسکی پرواہ نہ کی۔

یرموک میں اسلامی اجتماع!

یرموک اردن کی ایک وادی ہے۔ مسلمانوں نے رومیوں سے مقابلہ کرنے کے لیے اسی مقام کو تجویز کیا۔ اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اور دوسرے افسران اسلام یہیں جمع ہوئے، سب سے پہلے حضرت خالد بن ولید مقدمۃ الجیش کے ساتھ یہاں پہنچے، ان کے بعد حضرت ابو عبیدہ ابن الجراح کا لشکر پہنچا، حضرت عمرو بن العاص بھی یہیں آگئے۔

جب تمام افسران اسلام یرموک پہنچ گئے تو حضرت ابو عبیدہ نے ان کو جمع کر کے ان سے مشورہ طلب کیا۔

حضرت یزید بن ابی سفیان نے کہا ۔ "میری رائے ہے کہ آپ مسلمانوں کو لیکر یہاں سے ایلہ چلیں اور دربار خلافت کو رومیوں کی طیاریوں کی اطلاع دے کر دہیں کمک کا انتظار کریں"۔

حضرت عمرو بن العاص ۔ "میرے خیال میں رومیوں کے دوسرے شہروں کی طرح ایلہ بھی ایک رومی شہر ہے ۔ اس لئے وہاں مقام کرنا بے سود ہے ہمیں مقام فسرح میں چلکر ٹھہرنا چاہیئے اور دربار خلافت سے کمک آنے پر رومیوں سے لڑنا چاہیئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اب تک خاموش تھے ، حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا - آپ بھی اپنی رائے ظاہر کیجئے ۔

حضرت خالد نے جواب دیا - میرا خیال یہ ہے کہ اگر ہم نفس اور دنیا کے واسطے لڑ رہے ہیں تو ہم بے شک دشمنوں سے مقابلہ نہیں کر سکتے ۔ کیونکہ وہ ہم سے بہت زیادہ قوی ہے ، لیکن اگر ہم اللہ کے لئے لڑتے ہیں ، اور خدا کی مدد سے جنگ کرتے ہیں تو خدا کی قسم دنیا کی تمام فوجیں بھی رومیوں کی مدد کے لئے آجائیں تو بھی ہمارا کچھ بگاڑ نہیں سکتیں ،

آپ بولتے جاتے تھے اور آپ کا جوش بڑھتا جاتا تھا - آپ نے حضرت ابو عبیدہ سے کہا - "کیا آپ میری بات مانیں گے - ؟

حضرت ابو عبیدہ - ضرور مانوں گا - !

حضرت خالد - مسلمانوں کے اندرونی معاملات کا نظم تو آپ اپنے اختیار میں کیجئے - اور جنگی معاملات میرے سپرد کیجئے - یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ضرور دشمنوں پر فتح دے گا -

حضرت ابو عبیدہ نے حضرت خالد کو سپہ سالار بنا دیا -

حضرت قیس بن ہبیرہ نے مفتوحہ علاقوں کا تخلیہ کر کے ترح جانے کی سخت مخالفت کی اور کہا "خدا ہمیں پھر کبھی اس سر زمین میں واپس نہ لائے اگر ہم مفتوحہ علاقے سے ایک انچ زمین بھی خالی کر کے کہیں اور چلے جائیں" -

مسلمانو ! کیا تم اس کے لئے تیار ہو کہ یہ بہتی ہوئی نہریں ، یہ چڑھتا دریا ، یہ سرسبز اور لہلہاتے ہوئے کھیت ، یہ انگور اور

انار کے باغ، سونا، چاندی اور ریشم کے ذخیرے چھوڑ کر پھر اسی سرزمین میں واپس جاؤ جہاں گوہ جیسے جانور کھانے کو ملیں گے اور جہاں فقر و فاقہ اور رنج و محن کے سوا کچھ نہیں ہے؟ تم کہتے ہو کہ ہمارے مقتول جنت میں داخل ہوتے ہیں اور اس لازوال عیش و راحت سے بہرہ ور ہوتے ہیں جس کی کہیں مثال نہیں، پھر مجھے بتاؤ کہ تم جنت کو چھوڑ کر کیوں بھاگتے ہو اور کہاں بھاگتے ہو؟ کیا تم قرح اور حجر جیسے مقاموں کو جنت پر ترجیح دینا چاہتے ہو؟ اللہ نہ اس کا ساتھ دے نہ اس کی حفاظت کرے جو اس جگہ کو چھوڑ کر وہاں جانے کا ارادہ کرے،

حضرت ابوعبیدہ — قیس! تم نے سچ کہا،

مسلمانو! تم اپنے ملک کو واپس جانا چاہتے ہو، اور اس ملک اس کی دولت، اس کے شہر، قلعے اور آبادیوں کو دشمنوں کے لئے چھوڑ دینا چاہتے ہو؟ حالانکہ ان تمام چیزوں کو خدا نے تمہارے واسطے فتح کر دیا ہے۔ آخر یہ کونسی عقلمندی ہے کہ تم سارے ملک کو خالی کر کے پھر واپس آنا اور از سر نو جنگ کرنا چاہتے ہو، حالانکہ اللہ نے تمہیں ان زحمتوں سے فارغ کر دیا ہے، خدا کی قسم یہ گمراہی کی رائے ہے،

حضرت خالد نے بھی جوش میں پکار کر فرمایا۔

قیس! اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے، جو تمہاری رائے

ہے وہی رائے میری بھی ہے۔ خدا کی قسم جب تک اللہ ہمارے اور دشمنوں کے درمیان فیصلہ نہ کردے گا۔ ہم یہاں سے ہٹنے والے نہیں۔

میسرہ بن مسروق عبسی نے کھڑے ہوکر حضرت ابو عبیدہ سے کہا۔

اللہ آپ کو سنوارے، آپ اس جگہ سے نہ ہٹیئے، اللہ پر بھروسہ کیجئے، اور دشمن سے لڑیئے خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ اللہ آپ کو ضرور منصور و مظفر کرے گا۔ اور اگر آپ یہاں سے چلے گئے تو مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کبھی واپس نہ آسکیں گے، ہم دشمنوں سے لڑ چکے ہیں، اجنادین و فحل کے میدانوں میں اُن کے بہادروں اور سرداروں کو قتل کر کے ان مقامات سے ان کو نکال چکے ہیں، پھر ہم کیوں اُن کے لئے سارے ملک کو خالی کر دیں۔"

اس رائے اور مشورے کے بعد حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے اعلان فرمایا کہ

میں یہاں سے ہرگز نہ ہٹوں گا، میں خالد بن ولید کو سالار بنا چکا ہوں، جب تک اللہ ہمارے اور دشمنوں کے درمیان فیصلہ نہ کردے گا، میں اپنی جگہ پر جما رہوں گا۔

رومی لشکر کوچ کرتا ہوا۔ اسلامی فوج کے قریب مقام "دیر الجبل" اُترا۔ جنگ شروع کرنے سے پہلے باہان نے چاہا کہ مسلمانوں پر رعب

بند کر دے چنانچہ انھوں نے رومیوں کے نام فرمان جاری کر دیا کہ مسلمانوں کے ہاتھ کوئی چیز فروخت نہ کریں۔ لیکن اردن ایک زرخیز علاقہ تھا اور اس پر مسلمانو کا قبضہ تھا اس لئے اس بندش سے مسلمانوں کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔

اب باہان نے چاہا کہ اردن کے راستہ پر قبضہ کر لے اور وہاں سے رسد کی امداد روک دے۔ اس غرض سے اس نے ایک عظیم الشان رسالہ ایک بڑے سپہ سالار کی سرکردگی میں روانہ کیا۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ تو انھوں نے دو ہزار سوار اور کچھ پیدلوں کو حضرت خالد بن ولید کی قیادت میں رومیوں کے مقابلے کے لئے بھیجا، رومیوں کے بالمقابل پہنچکر حضرت خالد نے رسالہ کی کمان حضرت قیس بن ہبیرہ کو دیدی اور خود پیدلوں کی کمان سنبھال لی اور حضرت قیس کو حملے کا حکم دیا۔ ایک سخت جنگ کے بعد اسلامی رسالے نے رومیوں کو شکست دیدی تو وہ پیدل مسلمانوں کی طرف بڑھے، ادھر سے حضرت خالد نے بڑھکر حملہ کیا اور رومی فوج کو زیر و زبر کر دیا۔ دشمنوں کو پیدل مسلمانوں کے مقابلے میں بھی بہت بری طرح شکست ہوئی، رومی سپہ سالار بھاگ کھڑا ہوا۔ قیس بن ہبیرہ نے اسے بھاگتے دیکھا تو ایک عبری مسلمان کو للکارا کہ دیکھنا دشمن بچکر جانے نہ پائے۔ میرا گھوڑا بہت تھک گیا ہے دوڑ نہیں سکتا۔ تم بڑھکر اس کا سر کاٹ لو۔ عبری نے اس کا تعاقب کیا۔ رومی سپہ سالار نے اس کو اپنی طرف بڑھتے دیکھکر تلوار کھینچ لی، دونوں ایک دوسرے سے قریب ہوئے تو آپس میں گتھ گئے اور گھوڑے کی پشت سے

زمین پر گر پڑے۔ نمیری مجاہد رومی سپہ سالار کو پچھاڑ کر اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھا۔ لیکن رومی سپہ سالار نہایت طاقت ور اور لحیم و شحیم آدمی تھا۔ اس نے نمیری کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دبا لیا۔ اور اس کی ٹانگیں اپنی رانوں میں جکڑ لیں۔ نمیری بالکل بے قابو ہو گیا۔

حضرت قیس بن ہبیرہ نے نمیری کو اس حالت میں دیکھا تو گھوڑا دوڑا کر اس کے پاس پہنچے اور گھوڑے سے اتر کر رومی سپہ سالار کے ہاتھ پر ایک تلوار ماری نمیری اس کی گرفت سے آزاد ہو گیا اور اسے مار ڈالا۔ اتنے میں حضرت خالدؓ پہنچ گئے اور پوچھا کہ سپہ سالار کو کس نے قتل کیا؟

حضرت قیس بجائے اس کے کہ اپنی کارگزاری کو ظاہر کرتے انھوں نے نمیری کی طرف اشارہ کر دیا۔

اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ مجاہدین میں باہم کتنا اخلاص و اخلاق تھا۔

مدینہ طیبہ میں اضطراب

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اکابر اسلام کی رائے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لکھا۔ اور رومیوں کی غیر معمولی تیاریوں کا ذکر کر کے آپ سے مدد طلب کی، خط کا مضمون حسب ذیل تھا۔

اللہ امیر المؤمنین کو معزز فرمائے! یہاں یہ حال ہے کہ رومی بحر و بر سے مسلمانوں پر چڑھ آئے ہیں، رومیوں کا ایک آدمی

بھی ایسا نہیں ہے جو ہتھیار اٹھا سکتا ہو اور فوج سے پیچھے رہ گیا ہو، تمام پادری یہاں تک کہ راہب بھی گرجوں اور خانقاہوں سے نکل آئے ہیں، آرمینیہ اور جزیرہ تک کے باشندے فوج میں بھرتی ہو کر آ گئے ہیں۔ مجھے رومیوں کی ان طیاریوں کی خبر ملی تو میں نے مسلمانوں سے اس کو پوشیدہ رکھنا مناسب نہ سمجھا۔ انھیں تمام باتوں سے خبردار کر دیا۔ باہمی مشورہ سے طے پایا کہ تمام اسلامی فوجوں کو شام کے کسی ایک مقام میں جمع ہو جانا چاہیئے۔ اور وہیں امیر المومنین سے مدد طلب کر کے دشمنوں سے لڑنا چاہیئے، اس لئے آپ جلد سے جلد کمک روانہ کیجئے اور رومیوں پر آدمی بھیجیئے، ورنہ اگر وہ ثابت قدم رہے تو آپ کو ان کی جانوں کو خیرباد کہنا ہوگا اور اگر وہ پراگندہ ہو گئے، تو ان کے دین کو رونا پڑے گا۔ کیونکہ دشمنوں کی اس قدر کثرت ہے کہ مسلمان ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے، ہاں اگر اللہ فرشتوں سے ان کی مدد فرمائے تو یہ اور بات ہے۔

والسلام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مہاجرین وانصار کو جمع کر کے یہ خط سنایا، خط سن کر مسلمان بے اختیار رونے لگے، اور ہاتھ اٹھا اٹھا کر مجاہدین کی فتح ونصرت کے لئے دعائیں مانگنے لگے، انھوں نے حضرت عمر سے کہا کہ آپ کسی کو سپہ سالار بنا کر ہمیں اس کے ساتھ بھیجئے یا خود سپہ سالار بنکر مجاہدین کی

امداد کے لئے چلئے۔ اگر خدا نخواستہ مسلمانوں پر کوئی مصیبت آگئی تو ہماری زندگیاں تلخ ہو جائیں گی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بار بار کہتے تھے کہ امیرالمؤمنین! اگر آپ خود شام جائیں تو مجاہدین کو بہت تقویت پہنچے اور کفار مرعوب ہو جائیں لیکن صحابہ نے کثرت رائے سے فیصلہ کیا کہ حضرت عمرؓ کا جانا مناسب نہیں، وہ مدینہ منورہ ہی میں رہ کر مجاہدین کے پاس کمک بھیجیں،

عبداللہ بن قرط خط لیکر گئے تھے، حضرت عمر نے ان سے پوچھا کہ رومی مسلمانوں سے کتنے فاصلہ پر ہیں۔؟

عبداللہ بن قرط نے جواب دیا کہ رومیوں کا مقدمۃ الجیش تین چار روز کے فاصلہ پر ہوگا، اور اصل لشکر پانچ دن کے فاصلے پر، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ افسوس، پھر کمک کس طرح بروقت پہنچ سکتی ہے۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابوعبیدہ کے خط کا یہ جواب لکھا

تمہارا خط پہنچا، تم نے لکھا ہے کہ رومی بحر و بر سے چڑھ آئے ہیں اور پادریوں، اور راہبوں تک کو اپنے ساتھ لائے ہیں، لیکن تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ہمارا حافظ و ناصر خدا ان پادریوں اور راہبوں کو اسی وقت سے دیکھ رہا ہے۔ جب اس نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، ان کی نصرت فرمائی اور ان کو فتحیاب کیا، ہمارا پروردگار اپنے وعدہ کے خلاف کبھی نہیں کرتا۔ وہ فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ٥

اسی نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ دے تمام دینوں پر غالب کر دے۔ اگرچہ مشرکین کو ناگوار کیوں نہ ہو۔

اس لئے تمھیں دشمن کی کثرت سے ڈرنا نہ چاہیئے۔ کیونکہ اللہ ان سے بری ہو چکا ہے اور جس کو خدا چھوڑ دے اس کی کثرت اُسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ وہ ذلیل و خوار ہی ہو کر رہے گا اسی طرح مسلمانوں کی قلت سے بھی تمھیں گھبرانا نہ چاہیئے، اس لئے کہ اللہ تمھارے ساتھ ہے اور جس کے ساتھ اللہ ہو اسے تعداد کی کمی سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ تم اپنی جگہ پر ثابت قدم رہو۔ اور جب دشمن کا مقابلہ ہو تو خوب جم کر لڑو اور اللہ سے مدد مانگو۔ اللہ کی حمایت و نصرت کافی ہے۔

تم نے لکھا ہے کہ اگر اللہ نے مدد نہ کی تو مسلمانوں کی جان اور اُن کے دین میں سے ایک چیز کو صبر کرنا پڑے گا۔ اللہ کی مدد کو مستثنیٰ کر کے تم ایک سخت غلطی کے ارتکاب سے بچ گئے، خدا کی قسم اگر مسلمان ثابت قدمی کے ساتھ لڑیں گے اور مارے جائیں گے تو صالحین کے لئے اللہ کے پاس جو کچھ ہے بہت بہتر ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ

ان میں کچھ ایسے ہیں جو اپنی ذمہ داری

مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًاo — سے جدا ہو چکے اور کچھ انتظار کر رہے ہیں اور انھوں نے اپنے ایمان میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

پس قابل مبارکباد ہیں وہ لوگ جو شہید ہو چکے، تمھارے سامنیوں کے لئے ان مسلمانوں کا بہترین نمونۂ عمل موجود ہے جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد لڑائیوں میں شہید ہو گئے، وہ خدا کے نام پر لڑنے سے کبھی باز نہ رہے اور نہ خدا کے نام پر مرنے سے ڈرے، اسی طرح حضرت رسول اللہ کے بعد کے لوگوں نے بھی نہ کمزوری کا اظہار کیا اور نہ مصیبتوں سے خوفزدہ ہوئے۔ وہ بھی اپنے پیش روؤں کے نقشِ قدم پر چلے۔ اور مخالفین سے جہاد فی سبیل اللہ کیا۔ اللہ نے ایک جماعت کی ان کے صبر و استقلال کی بنا پر اس طرح تعریف فرمائی ہے

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا — اور کتنے ہی نبی ایسے ہو گذرے ہیں کہ جن کی معیت میں بہت سے اہل اللہ نے راہِ حق میں جنگ کی۔ پھر خدا کی راہ میں انکو جن مصیبتوں کا سامنا ہوا ان کے باعث نہ تو انھوں نے ہمت ہاری نہ اپنے اندر ضعف پیدا ہونے

وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ	دیا اور نہ دشمنوں کے مقابلے میں اظہار
يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ	عجز کیا - اور اللہ انہیں لوگوں کو پسند
وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ	فرماتا ہے جو دشمن کے مقابلے میں ثابت
اِلَّا اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا	قدم رہتے ہیں - ان مجاہدین کی بھی دعا تھی
اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا	کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہوں
وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا	کو بخشدے اور ہماری بے اعتدالیوں کو
وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا	جو ہمارے کام میں سرزد ہوئی ہوں معاف
وَانْصُرْنَا عَلَى	فرما۔ اور ہمارے قدموں کو ثابت رکھ
الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ	اور کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد
فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ	کر، پھر اللہ نے انہیں دین کا ثواب بھی
الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ	دیا اور اس سے بہتر آخرت کا ثواب بھی
الْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ	مرحمت فرمایا - اور اللہ انہیں کو پسند
الْمُحْسِنِيْنَ -	فرماتا ہے جو نیکوکار ہوتے ہیں -

جہاد کی دنیاوی جزا مالِ غنیمت اور فتح ہے اور جزائے اخروی مغفرت و جنت - میرا یہ خط مسلمانوں کو سنا کر انھیں حکم دو کہ خدا کی راہ میں ثابت قدمی سے جنگ کریں تاکہ خدا انھیں دنیا اور آخرت دونوں کی جزا مرحمت فرمائے -

تم کہتے ہو کہ دشمن کا اتنا اجتماع ہو گیا ہے کہ مسلمان مقابلہ نہیں کر سکتے - تو خدا تو مقابلہ کر سکتا ہے جس نے ہمیشہ غلبہ و قہر سے

کام لیا ہے خدا کی قسم اگر ہم اپنی قوت و کثرت کے بھروسہ پر جنگ کرتے ہوتے تو نہ جانے کب کے فنا ہو چکے ہوتے، لوگ ہمیں کبھی باقی نہ چھوڑتے، لیکن ہم نے ہمیشہ خدا پر بھروسہ کیا، اپنی قوت و بڑائی کو ہمیشہ ہیچ سمجھا، اور خدا ہی سے فتح و نصرت کے خواستگار رہے۔ انشاء اللہ تمہاری فتح ہوگی، اس لئے تم اپنے کو خدا کے واسطے خاص کر دو، اس کی جانب متوجہ ہو جاؤ۔ اِصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ٥

حضرت عمرؓ نے عبداللہ بن قرط کو یہ خط دے کر ہدایت کی کہ جلد جاؤ وہاں مسلمانوں کی صف میں پھر کر ایک ایک جھنڈے کے نیچے کھڑے ہونا اور کہنا کہ مسلمانو! میں عمر کا قاصد ہوں، انھوں نے تمھیں سلام کہا ہے اور پیغام دیا ہے کہ جنگ میں بہادری سے کام لو، دشمنوں پر شیر کی طرح حملہ کرو اور تلواروں سے اُن کے سر اُڑا دو۔ یہاں تک تمھاری نظروں میں ان کی حیثیت کیڑے مکوڑے کے برابر بھی نہ ہو۔ ہم جانتے ہیں کہ تمھیں ہمیشہ غالب رہنا ہے۔ اس لئے آج بھی دشمن کی کثرت سے تمھیں مرعوب نہ ہونا چاہیئے نہ ان مسلمانوں کے بغیر تمھیں شکستہ خاطر ہونا چاہیئے جو تم سے دور ہیں اور تمھارے پاس پہنچ نہیں سکتے۔

جس روز عبداللہ بن قرط مدینہ طیبہ سے حضرت ابوعبیدہ کے پاس واپس آئے۔ حضرت سعید بن عامر بھی ایک ہزار مسلمانوں کے ساتھ پہنچ گئے

جن کو حضرت عمرؓ عبداللہ بن قرط کے جانے سے پہلے ہی روانہ کر چکے تھے۔ اس کمک کو دیکھ کر اور حضرت عمر کا خط سن کر مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی اور تقویت بھی پہنچی۔

یرموک کی پہلی جنگ

جب عیسائی مسلمانوں کے سامنے پہنچ کر خیمہ زن ہو گئے۔ اور جنگ کا وقت آیا تو حضرت خالد بن ولید نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح سے کہا کہ آپ اس جنگ کا سپہ سالار مجھے بنا دیجئے۔ اور اختیار دیدیجئے کہ میں جس طرح چاہوں دشمن کا مقابلہ کروں۔ انشاء اللہ میں اس کا قلع قمع کر دوں گا

حضرت ابوعبیدہ کو حضرت خالد کی شجاعت دلیری اور مہارتِ جنگ پر پورا اعتماد تھا۔ اور آپ کا دل اعزاز و امتیاز کی خواہش سے بالکل پاک تھا اس لئے آپ نے نہایت خوشی سے حضرت خالد کی بات مان لی اور ان کو سپہ سالار بنا کر تمام اختیارات ان کے سپرد کر دیئے۔

حضرت خالد غازیان اسلام کو لیکر میدان میں نکلے۔ فوج کی صف بندی کے بعد آپ نے حضرت ابوعبیدہ سے دریافت کیا کہ اگر آپ سپہ سالاری کرتے تو میمنہ کا افسر کس کو بناتے؟

حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا "معاذ بن جبل کو"

آپ نے کہا۔ بہتر ہے ان کو میمنہ کا افسر بنا دیجئے۔

حضرت ابوعبیدہ نے حضرت معاذ بن جبل کو میمنہ کا افسر مقرر کر دیا۔

پھر حضرت خالد نے پوچھا۔ آپ میسرہ کی افسری کس کو دیتے ؟
حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا۔ اس قابلیت کے کئی آدمی ہیں، اگر آپ پسند کیجیئے تو قباث بن اشیم کو میسرہ کی افسری دے دیجیئے۔
حضرت خالد نے حضرت ابو عبیدہؓ کی رائے کے مطابق میسرہ کی کمان حضرت قباث بن اشیم کو دی۔

اس کے بعد آپ نے کہا۔ رسالہ کو میں اپنی کمان میں رکھوں گا پیدل پر آپ جس کو چاہیے مقرر کر دیجیئے۔ حضرت ابو عبیدہ نے پیدل پر فاتح ایران حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھتیجے حضرت ہاشم بن عتبہ کو افسر بنایا اور فرمایا کہ "میں بھی تمہارے ساتھ ہوں"

جب فوج کی تقسیم و ترتیب مکمل ہو چکی تو حضرت خالد نے حضرت ابو عبیدہ سے کہا۔ ہر علم بردار کو ہدایت کر دیجیئے کہ وہ میرے حکم کی تعمیل کرے
حضرت ابو عبیدہ کے ارشاد کے مطابق حضرت ضحاک بن قیس نے ایک ایک علم بردار کے پاس جا کر اعلان کر دیا کہ حضرت ابو عبیدہ کا فرمان ہے کہ تمام افسر حضرت خالد بن ولید کے حکم کی تعمیل کریں۔
صحابۂ کرام میں عجیب خلوص تھا اور اسی میں ان کی کامیابی مضمر تھی حضرت معاذ سابق الاسلام اور بڑے مرتبہ کے بزرگ تھے، لیکن انھوں نے حضرت ابو عبیدہ کا اعلان سنکر کہا کہ "ہم نے اعلان سن لیا۔ ہم خالد کی پوری اطاعت کریں گے۔
پھر اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اگر تم خالد کی اطاعت کرو گے

تو ایک مبارک شخص کی اطاعت کروگے، کامیابی جس کے ہمرکاب ہوتی ہے جو نہایت شجاع اور پاک باطن ہے، اور جس کا ہر کام خدا کی رضا طلبی کے لئے ہوتا ہے۔

حضرت خالد حضرت معاذ کی مخلصانہ اور محبت آمیز باتیں سنکر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ "میرے بھائی معاذ پر خدا کی رحمت ہو وہ مجھ سے خدا کے لئے محبت کرتے ہیں، تو بخدا میں بھی خدا کے لئے ان سے محبت کرتا ہوں۔ وہ اور ان کے رفقا، مجھ سے پہلے وہ درجے حاصل کر چکے ہیں جو مجھے حاصل نہیں ہو سکتے۔ انھیں وہ درجے مبارک ہوں جو اُن کے لئے خدا نے خاص کر دیئے ہیں۔

ضحاک حضرت معاذ سے ملے تو انھوں نے حضرت خالد کی ان باتوں کو بھی ان سے بیان کیا۔ حضرت معاذ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے خالد کو مشرکین سے جنگ کرنے میں جو بصیرت اور دلیری عطا فرمائی ہے اور دین الہیٰ کی خدمت کا جو جذبہ وخلوص ان کو بخشا ہے اس کی بنا پر مجھے امید ہے کہ ان کا اجر زیادہ ہوگا اور وہ اپنے عمل کے باعث ہم میں افضل ہو جائیں گے۔

حضرت خالد کی سپہ سالاری کا اعلان ہو چکا تو آپ نے فوج کا معائنہ شروع کیا۔ آپ جس علم کے پاس پہنچے ٹھہرے ہو کر کہتے کہ

مسلمانو! فتح ثابت قدمی کا دوسرا نام ہے۔ اور کمزوری کا نتیجہ بربادی ہے۔ تم اسی حالت میں غالب اور فتح مند ہو سکتے ہو جب ثابت قدمی سے کام لو۔ خوب سمجھ لو کہ جو ثابت قدمی سے

کام دے گا اسی کو غلبہ حاصل ہو گا۔ کمزوری انھیں کو لاحق ہوتی ہے جن کا عقیدہ فاسد ہوتا ہے اور جو باطل پرست ہوتے ہیں حق پسندوں کو کبھی ضعف لاحق نہیں ہوتا کیونکہ وہ یقین رکھتے ہیں کہ خدا ان کے ساتھ ہے وہ حدود الٰہی کی حفاظت کرتے ہیں خدا کی راہ میں لڑتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ وہ شہید ہو کر خدا کے حضور میں پہنچیں گے تو وہ ان کو سرفراز فرمائے گا اور ان کے خلوص کی قدر کرے گا"

فوج کے معائنے سے فارغ ہو کر حضرت خالدؓ نے رسالے کو اپنے سامنے طلب کیا اور حضرت قیس بن ہبیرہ کو مخاطب کر کے کہا:۔

"تم عرب کے وہ ممتاز ترین شجاع ہو جس کی مثال نظر نہیں آتی اس لئے تم میرے رسالے کے ساتھ چلو"

اس کے بعد ہبیرہ بن مسروق اور عمر بن الطفیل کو ساتھ لیا اور رسالہ کو چار حصوں پر تقسیم کر کے ایک ایک حصہ ان تینوں افسروں کے سپرد کیا اور چوتھے حصے کو اپنے ماتحت رکھا۔

عیسائیوں کے مخبروں نے اطلاعیں دی تھیں کہ ان کی کثرت سے مسلمان ڈر گئے ہیں ان میں مقابلہ کی ہمت باقی نہیں رہی۔ وہ شام کو خالی کر کے چلے جائیں گے۔ لیکن جب اسلامی لشکر آراستہ ہو کر میدان میں نکلا تو عیسائیوں کو بہت تعجب ہوا۔ وہ ایک زبردست فوج کے ساتھ مقابلے میں آئے، عیسائی فوجوں کی بیس صفیں تھیں۔ جو اتنی لمبی لمبی تھیں کہ ان کا آخری

لڑنا آتا تھا۔ عیسائیوں کا رسالہ بھی مسلمانوں کے رسالے سے کئی گنا زیادہ تھا

جب دونوں رسالے ایک دوسرے سے قریب ہو گئے تو ایک رومی نے آگے بڑھ کر مقابلے کے لیے للکارا۔ جس کا مسلمانوں کی طرف سے کچھ جواب نہیں دیا گیا۔ حضرت خالد نے مسلمانوں کا سکوت دیکھ کر فرمایا۔ کیا اس کے مقابلے کے لیے کوئی تیار نہیں ہے، اگر ایسا ہے تو میں خود آگے بڑھتا ہوں۔

یہ سنکر میسرہ بن مسروق اور عمر بن الطفیل نے باری باری آگے بڑھنا چاہا۔ لیکن حضرت خالد نے ان کو روک دیا۔ پھر خود حضرت خالد کے دستے سے حارث بن عبداللہ نے مقابلے پر آمادگی ظاہر کی۔ حضرت خالد نے ان کو بھی منع کر دیا کہ وہ اس کے مقابلے کے نہ تھے۔

یہ دیکھ کر قیس بن ہبیرہ نے پوچھا۔ کیا آپ مجھے بھیجنا چاہتے ہیں؟ حضرت خالد نے فرمایا۔ ہاں! مجھے امید ہے کہ تم بات کی بات میں اس کا کام تمام کر دو گے۔ لیکن اگر تم نہ جاؤ تو میں خود جانے کو تیار ہوں۔"

یہ سنکر حضرت قیس رجز پڑھتے ہوئے آگے بڑھے اور قریب پہنچکر تلوار کا ایک ہاتھ مارا، دشمن نے جواب دینا چاہا لیکن قیس کی تلوار اپنا کام کر چکی تھی، دشمن مردہ ہو کر زمین پر گرا۔ ساتھ ہی مسلمانوں نے "اللہ اکبر" کا نعرہ بلند کیا۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ "بس اب فتح ہے۔"

اس کے بعد آپ نے قیس کو حملہ کرنے کا حکم دیا اور اپنے ساتھیوں سے بھی فرمایا کہ حملہ کرو۔

"خدا کی قسم! انکو کامیابی نہ ہو گی ان کا پہلا ہی آدمی خاک چاٹ رہا ہے"

حضرت خالد کی پکار سنتے ہی اسلامی رسالہ ٹوٹ پڑا، لیکن عیسائی رسالے کو اپنی کثرت پر ناز تھا، وہ پہاڑ کی طرح اپنی جگہ جما رہا۔ مگر عیسائیوں کی یہ شان دیر تک قائم نہ رہ سکی، ہر افسر کے مقابلے میں ان کو پیچھے ہٹنا پڑا، جب مسلمان دور تک عیسائیوں کو دباتے چلے گئے تو حضرت خالد نے ان کو واپسی کا حکم دیا عیسائی اپنی شکست پر نہایت نادم و شرمسار تھے، اور آپس میں ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ اسلامی رسالے کی تعداد بہت کم تھی پھر بھی اس نے تمہارے قدم اکھاڑ دیئے، اس ندامت و شرمساری کو دور کرنے کے لئے عیسائیوں نے جوش و حوصلے کے ساتھ آگے بڑھے،

مسلمانوں کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے، اس لئے وہ بہت خوش تھے کہ عیسائی پھر مقابلے میں آئے اور انھیں از سر نو شجاعت آزمائی کا موقع ملا، عیسائیوں پر مسلمانوں کی ایسی دھاک بیٹھ چکی تھی کہ وہ قریب پہنچ کر رک گئے ہمت نہ ہوئی کہ مسلمانوں پر حملہ کریں مسلمان خود حملہ آور ہونا چاہتے تھے مگر حضرت خالد نے ان کو روکا کہ تم فتحیاب ہو شکست ان کو ہوئی ہے، اگر وہ تم سے لڑیں تو بے شک تم ان کا جواب دو۔ لیکن اگر وہ واپس جائیں تو چلے جانے دو تمہاری بہر حال فتح ہے۔

رومی کچھ دیر پیش قدمی کرتے اور پسپا ہوتے رہے لیکن بالآخر ان کے حوصلے نے یک قلم جواب دے دیا اور وہ واپس چلے گئے۔



رومی قاصد امین الامت کی خدمت میں

اپنے لشکر میں پہنچ کر باہان نے رومی افسروں کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ مسلمان اتنے دنوں تک تمہارے ملک میں رہ کر تمہارے ملک کا عیش و آرام اٹھا چکے اب وہ بآسانی یہاں سے واپس جانے والے نہیں، اور جنگ کی نسبت نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا کیا انجام ہو۔ اس لئے تم لوگوں کی رائے ہو تو مسلمانوں کے پاس قاصد بھیج کر ان کا نمائندہ طلب کیا جائے۔ اور اس سے صلح کی گفتگو کی جائے۔ اگر وہ کچھ لے دے کر صلح پر راضی ہو جائیں تو یہ جنگ سے کہیں بہتر ہے۔

رومی افسروں نے باہان کی رائے سے اتفاق کیا اور ایک عیسائی کو جس کا نام جرجہ تھا حضرت ابوعبیدہ کی خدمت میں بھیجا۔ جرجہ نے حضرت ابوعبیدہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ میرے سپہ سالار کی خواہش ہے کہ آپ سے پہلے جو شخص مسلمانوں کا امیر العسکر تھا۔ اس کو میرے سپہ سالار کے پاس بھیجئے تاکہ بالمشافہ گفتگو کے بعد معلوم ہو کہ آپ لوگ کیا چاہتے ہیں اگر آپس کی گفتگو سے مصالحت کی کوئی صورت نکل آئی تو بہتر ہے ورنہ جنگ تو ہونی ہی ہے۔

حضرت ابوعبیدہ نے حضرت خالد کو بلا کر باہان کے پیام سے مطلع کیا۔ اور فرمایا کہ آپ رومیوں کے پاس جا کر انہیں اسلام کی دعوت دیجئے اگر انھوں نے اسلام قبول کر لیا تو ہمارے ان کے درمیان کوئی جھگڑا باقی

نہ رہے گا۔ اور ہمارا اور ان کا نفع نقصان ایک ہو جائے گا۔ اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو جزیہ کی شرط پیش کیجئے گا۔ اور اسے بھی قبول نہ کریں تو پھر صاف کہدیجیے کہ ہم جنگ کریں گے اور خدا جو فیصلہ کرے گا وہ ہوگا۔

رومی قاصد شام کے وقت اسلامی لشکر میں پہنچا تھا۔ اس لئے تھوڑی ہی دیر میں مغرب کی نماز شروع ہو گئی۔ مسلمانوں کی نماز باجماعت کے روح پرور نظارے نے قاصد کا قلب نور ایمان سے منور کر دیا۔

نماز سے فارغ ہو کر حضرت خالد نے قاصد سے فرمایا۔ اب رات ہو گئی ہے تو اپنی فوج میں واپس جا، کہہ دینا میں کل آؤں گا۔"

جرجہ کی توجہ تمام تر مسلمانوں کی نماز میں جذب ہو گئی تھی۔ چنانچہ وہ اب تک ان لوگوں کے دیکھنے میں محو تھا جو نماز و دعا میں مصروف تھے

حضرت عمرو بن العاص نے جرجہ کی غیر معمولی محویت کو دیکھ کر حضرت ابو عبیدہ سے کہا۔ آپ کے پاس جو رومی قاصد آیا ہے کچھ دیوانہ سا معلوم ہے

حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا۔ یہ بات نہیں ہے، تم دیکھتے نہیں کہ وہ کس ذوق و شوق سے مسلمانوں کی عبادت کو دیکھ رہا ہے، میرا خیال ہے کہ اللہ نے اس کے دل میں نور ایمان پیدا کر دیا ہے۔ اور اس پر اسلام کی خوبیاں واضح ہو گئی ہیں۔

مسلمان نماز و دعا سے فارغ ہوئے تو جرجہ نے حضرت ابو عبیدہ سے پوچھا۔ آپ نے اس دین کو کب قبول کیا اور کب سے اس کی اشاعت

کر رہے ہیں۔"

حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا۔ اب سے پچیس تیس برس قبل ہمیں اس دین کی دعوت دی گئی تھی۔ چنانچہ ہم میں سے کچھ لوگوں نے تو اسی وقت اسلام قبول کر لیا اور کچھ بعد میں مسلمان ہوئے۔

جرجہ نے پوچھا۔ تمھارے رسول نے اپنے بعد بھی کسی پیغمبر کے آنے کی خبر دی ہے؟

حضرت ابوعبیدہ نے جواب دیا۔ یہ خبر نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ البتہ حضرت عیسیٰ نے ہمارے رسول کی آمد کی بشارت دی تھی۔

جرجہ نے کہا۔ میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ نے ایک شتر سوار رسول کی بعثت کی خوشخبری دی ہے، اور میرا خیال ہے کہ وہ تمھارے رسول ہیں۔ اچھا یہ بتاؤ کہ حضرت عیسیٰ کے بارے میں تم کیا کہتے ہو۔؟

حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ ہمارے رسول نے ان کے متعلق وہی فرمایا ہے جو خود اللہ کا ارشاد ہے، اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ کے بارے میں فرماتا ہے۔

ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم خلقه من تراب ثم قال لہ کن فیکون ○	اللہ کے نزدیک عیسیٰ مثل آدم کے ہیں جن کو اللہ نے مٹی سے پیدا کیا۔ اور فرمایا کہ "ہوجا" بس وہ ہو گئے۔

اور یہ بھی فرمایا ہے۔

یا اھل الکتاب لا تغلوا فی	اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو اور

دینکم ولا تقولوا علی اللہ الا الحق
انما المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ
وکلمتہ القھا الی مریم وروح منہ فامنوا
باللہ ورسلہ ولا تقولوا ثلثۃ۔ انتھوا
خیرا لکم انما اللہ الہ واحد سبحنہ ان یکون
لہ ولد، لہ ما فی السموت وما فی
الارض وکفی باللہ وکیلا، لن
یستنکف المسیح ان یکون عبدا
للہ ولا الملئکۃ المقربون ٥
ومن یستنکف عن عبادتہ ویستکبر
فسیحشرھم الیہ جمیعا ط

اور اللہ کے بارے میں جو کچھ کہو حق کہو، عیسیٰ بن مریم
محض خدا کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ جسے اس نے مریم
کی طرف القا کیا اور اسی کی طرف سے ایک روح ہیں،
پس اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور تین خدا
نہ کہو۔ اس کو چھوڑ دو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اللہ
معبود واحد ہے، وہ اس بات سے پاک ہے کہ اس کے
اولاد ہو جو کچھ زمین و آسمان میں ہے سب اسی کا ہے
نہ مسیح خدا کے بندے ہونے سے عار محسوس کرتے
ہیں اور نہ مقرب ملائکہ، اور جو شخص اللہ کی بندگی
سے عار محسوس کرے اور تکبر سے کام لے تو وہ لوگ سن
لیں کہ اللہ ان سب کو اپنے پاس جمع کرے گا۔

جرجہ نے رومی زبان میں قرآن مجید کی اس آیت کا ترجمہ سنا تو بے اختیار پکار اٹھا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ نے بھی اپنی یہی صفت بیان کی ہے اور میں یہ بھی شہادت دیتا ہوں کہ تمہارے رسول سچے ہیں اور تم لوگ بھی سچے ہو۔

اس کے بعد جرجہ نے کہا۔ آپ ایسے آدمیوں کو بلایئے جو سابق الاسلام ہوں اور جو آپ کے ساتھیوں میں سب سے بزرگ سمجھے جاتے ہوں۔

حضرت ابو عبیدہ نے حضرت معاذ بن جبل اور حضرت سعید بن زید کو بلا کر کہا۔ یہ سابق الاسلام اور بزرگ ترین مسلمان ہیں۔

جرجہ نے حضرت ابوعبیدہ اور ان دونوں بزرگوں کو مخاطب کرکے کہا۔ اگر میں مسلمان ہوجاؤں اور جہاد کروں تو آپ میرے لئے جنت کی ضمانت کرسکتے ہیں ؟

ان بزرگوں نے جواب دیا۔ اگر تم مسلمان ہوجاؤ اور مرنے تک اسلام پر قائم رہو تو یقیناً جنتی ہوجاؤ گے ۔"

جرجہ نے کہا۔ تو آپ لوگ گواہ رہیئے۔ میں اسلام قبول کرتا ہوں ۔"

جرجہ کے قبول اسلام سے مسلمان بے حد خوش ہوئے، جرجہ رومیوں کے پاس جانا پسند نہیں کرتا تھا۔ لیکن حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا۔ اگر آج تم واپس نہ جاؤ گے تو باہان سمجھے گا کہ ہم نے تمھیں بجبر روک لیا۔ اس لئے یہاں سے کل جو قاصد جائے گا۔ اسے باہان روک لے گا۔ تم آج جاؤ۔ کل یہاں سے جو قاصد جائیگا اس کے ساتھ چلے آنا۔ تم میرے لئے بہت عزیز ہو، میں تمھاری ناقدری نہیں کرتا میں تمھیں دل سے چاہتا ہوں تم ہم میں سے ہر شخص کے نزدیک حقیقی بھائی کی طرح ہو۔

حضرت ابوعبیدہ کے فرمانے کے بعد جرجہ واپس چلا گیا۔ اور باہان سے کہدیا کہ تم جن سے گفتگو کرنی چاہتے ہو وہ کل آئیں گے۔

حضرت خالد اور باہان کی ملاقات

حضرت خالد بن ولید دوسرے روز باہان کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے، باہان نے اپنی شان و شوکت اور فوجی کثرت و قوت کے مظاہرے

کا خاص اہتمام کیا تھا۔ راستے میں دائیں اور بائیں پیدل فوج کی دس دس صفیں تھیں۔ اور ان کے پیچھے سواروں کی اتنی لمبی قطاریں تھیں جن کا آخری سرا نظر نہ آتا تھا۔ یہ تمام سپاہی خود، زرہ اور جوشن وغیرہ سے اس طرح لدے ہیں غرق تھے کہ آنکھوں کے سوا ان کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہ آتا تھا۔ لیکن حضرت خالد پر اس مظاہرے کا کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ رومیوں کے درمیان سے اس طرح گذر رہے تھے جیسے بھیڑوں اور بکریوں کے ریوڑ کے درمیان سے شیر گذرے، آپ رومیوں کو کتوں سے بھی زیادہ ذلیل و بے حقیقت سمجھتے تھے۔ باہان آپ کے ساتھ بڑے اعزاز و احترام سے پیش آیا۔ آپ کا خیر مقدم کر کے اپنے برابر بٹھایا۔ اور گفتگو شروع ہوئی۔ حضرت خالد کے پیرایۂ آغاز ہی کو سنکر باہان دنگ رہ گیا۔ کہنے لگا

"آپ تو روئے زمین پر سب سے زیادہ دانش ور اور عقلمند معلوم ہوتے ہیں، آپ کی سی باتیں وہی سوچ سکتا اور کر سکتا ہے جو غیر معمولی فہم و دانش کا مالک ہو، لیکن میں نہیں سمجھتا کہ جب آپ خود اس درجہ ذی فہم و دانش مند ہیں تو اپنے ساتھی کے مشورے کا اپنے کو کیوں محتاج سمجھتے ہیں؟"

ساتھی کا اشارہ حضرت ابوعبیدہ کی جانب تھا۔

حضرت خالد نے فرمایا۔ "تمہیں اتنے ہی پر تعجب ہے؟ ہماری فوج میں دو ہزار ایسے آدمی ہیں جن کے مشورے سے بے نیازی اختیار کی جا سکتی ہے اور نہ ان کی رائے کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔

باہان نے کہا۔ ہم نہیں سمجھتے تھے کہ تم لوگوں میں اس قدر فہم و فراست موجود ہے۔ ہم تو تم لوگوں کو ان چیزوں کا اہل ہی نہیں سمجھتے تھے۔"

حضرت خالدؓ نے فرمایا۔ یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہم جو سمجھیں وہ درست ہی ہو۔"

اس کے بعد کچھ اور باتیں ہوئیں، پھر باہان نے کہا۔ اصل معاملے پر پہلے آپ گفتگو شروع کریں گے یا میں ابتدا کروں۔؟

حضرت خالدؓ نے فرمایا۔ میں جو مطالبہ کرتا ہوں اور جس چیز کی طرف بلاتا ہوں اس سے تم ناواقف نہ ہوگے، اجنادین، مرج الصفر، فحل اور دوسری جنگوں میں تمہارے ساتھی اس سے واقف ہو چکے ہیں۔ اس لئے مجھے تو کوئی نئی بات کہنی نہیں ہے، البتہ مجھے نہیں معلوم کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو، اس لئے پہلے تمہیں گفتگو شروع کر سکتے ہو۔

باہان نے اس طرح گفتگو شروع کی "تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے ہمارے رسول کو سب سے افضل رسول ہمارے بادشاہ کو سب سے بڑا بادشاہ اور ہماری قوم کو سب سے بہتر قوم بنایا۔"

حضرت خالدؓ نے قطع کلام کر کے فرمایا "نہیں بلکہ تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں توفیق دی کہ اپنے رسول پر تمہارے رسول پر اور تمام رسولوں پر ایمان لائیں اور جس نے ہمارے امیر کو ہر طرح ہمارے برابر قرار دیا ہے ہمارا امیر اگر ہمارے مقابلے میں بادشاہی کا دعویٰ کرے تو ہم اسے فوراً معزول کر دیں ہم اپنے امیر کو کسی مسلمان سے افضل نہیں سمجھتے

ہمارے نزدیک سب سے بہتر وہ ہے جو خدا کے نزدیک زیادہ متقی و صالح ہو،
تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے ہماری قوم کو یہ توفیق دی کہ وہ نیک
کاموں کا حکم دیتی ہے اور بُرے کاموں سے روکتی ہے لغزش اور گناہ کا
اقرار کرتی ہے اور اللہ سے مغفرت چاہتی ہے خدائے واحد کی عبادت
کرتی ہے۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتی، ہاں اب تم جو چاہو کہو۔"
یہ سُن کر باہان کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا اور وہ تھوڑی دیر کے لئے
سوچ میں پڑ گیا۔ اس کے بعد اس نے ایک طویل تقریر کی جس میں پہلے
اپنی قوم کی خوشحالی کا ذکر کیا۔ پھر اپنے اس احسان کا ذکر کیا کہ اہلِ عرب
آزادی کے ساتھ اس ملک میں آمد و رفت کرتے تھے انھیں ہر جگہ امن حاصل
تھا لیکن وہ یکایک اس کے ملک پر چڑھ دوڑے اور اس کے شہروں اور
قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد اس نے ایرانیوں اور ترکوں کا حوالہ دیتے
ہوئے کہا کہ عربوں سے پہلے یہ دونوں قومیں اس کے ملک پر حملہ آور ہوئی
تھیں اور اس کو فتح کرنا چاہتی تھیں۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکیں۔ پھر بے
سروسامان اہلِ عرب اس کے ملک کو کیا فتح کر سکتے ہیں؟ وہ محض قحط
سالی اور فقر و فاقہ سے تنگ آکر اس جسارت پر مجبور ہوئے ہیں۔ اس لئے
اگر وہ اس کا ملک خالی کر دیں۔ اور وعدہ کریں کہ پھر حملہ آور نہ ہوں گے تو
سپہ سالاروں کو دس دس ہزار دینار، باقی افسروں کو ایک ایک ہزار
اور سپاہیوں کو ایک ایک سو دینار دینے کو تیار ہے۔"
باہان اپنی تقریر پوری کر کے خاموش ہوا تو حضرت خالد نے اسکے

جواب میں ایک زبردست تقریر فرمائی - حمد و نعت کے بعد آپ نے کہا
تم نے اپنی قوم کی خوشحالی و فارغ البالی، شوکت و عظمت، کثرت
و قوت شجاعت و بہادری اور دشمنوں پر فتحیاب و ظفرمند
ہونے کا جو حال بیان کیا ہم اس کو جانتے ہیں۔ تم نے اپنے
پڑوسیوں کے متعلق جن احسانوں کا تذکرہ کیا ہے اس سے
بھی ہم ناواقف نہیں ہیں۔ لیکن تم نے اپنے ہمسایوں کے ساتھ
جو احسانات کئے وہ اپنے دنیاوی مفاد کی خاطر کئے، تاکہ
تمہاری سلطنت کو فروغ و ترقی حاصل ہو، اسی کا نتیجہ ہے
کہ ہمسایوں کا نصف یا ثلث حصہ تمہارے دین میں داخل
ہوگیا اور آج وہ تمہارے زیر علم ہم سے جنگ آزما ہے،

تمہارا یہ کہنا درست ہے کہ ہم بھیڑ بکری اور اونٹ چرانے
والے ہیں۔ لیکن ہم میں کوئی شخص اس کام کو برا نہیں سمجھتا۔
تمہارا یہ کہنا بھی سچ ہے کہ ہم پہاڑوں اور بیابانوں کے رہنے
والے ہیں اور فقر و فاقہ میں مبتلا ہیں ہماری حالت پہلے اور بھی
خراب اور سخت تھی - اللہ نے ہمیں ایک ایسے ملک میں پیدا
کیا تھا، جس میں نہریں ہیں نہ دریا، باغ ہیں نہ کافی کھیت
بالکل بے آب و گیاہ ریگستان ہے، اس لئے بے شک ہم
پہاڑوں اور ریگستانوں میں رہتے تھے، بھیڑ بکری اور اونٹ
چراتے تھے، ہمیشہ فقر و فاقہ میں بسر کرتے تھے، افلاس و ناداری

کی وجہ سے صلہ رحمی کو قطع کرتے تھے، اپنی اولاد کو ہلاک کر دیتے تھے ہم میں جو قوی ہوتا تھا کمزوروں کو کھا جاتا تھا۔ کثیر التعداد لوگ قلیل التعداد لوگوں کو تباہ کر دیتے تھے۔ سال کے چار مہینوں کے علاوہ جن میں جنگ ممنوع تھی ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے اپنی جانوں کو محفوظ نہ سمجھتا تھا۔ ہم نے ایک اللہ کو چھوڑ کر بہت سے معبود بنا لیے تھے، اپنے ہاتھ سے بت بناتے تھے اور ان کو پوجتے تھے۔ وہ نہ ہمیں نفع پہنچا سکتے تھے اور نہ نقصان پھر بھی ہم ان کی پرستش کرتے تھے، ہم انھیں خرابیوں میں پڑے ہوئے، دوزخ کے کنارے کھڑے تھے۔ ہم میں جو مرتا دوزخ میں گرتا اور جو زندہ رہتا کفر و شرک میں مبتلا رہتا، اسی حالت میں اللہ نے ہم میں ایک رسول بھیجا جو ہماری قوم کے سب سے شریف خاندان اور سب سے محترم قبیلہ سے تھا۔ اور اپنی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے بھی تمام قوم میں افضل تھا۔

اس رسول نے ہمیں خدائے واحد کی طرف بلایا اور حکم دیا کہ ہم صرف اسی کی عبادت کریں کسی کو اس کا شریک قرار نہ دیں اور اس کے سوا ہم نے جو معبود بنا رکھے ہیں ان کو چھوڑ دیں۔ اسکے سوا کسی کو اپنا حامی و کارساز نہ بنائیں، اس کے بیوی اور اولاد نہ مانیں۔ آگ پتھر سورج چاند کسی چیز کی پرستش نہ کریں۔ اسی کی طرف لوگوں کو بلائیں اور اسی کی طرف متوجہ رہیں

اور ان لوگوں سے جہاد کریں۔ جو خدا کے ساتھ دوسروں کی عبادت کرتے ہوں خدا کے لئے بیٹا قرار دیتے ہوں۔ یا اس کو دو خداؤں میں سے ایک یا تین خداؤں میں سے ایک ٹھہراتے ہوں، اور اس جہاد کو ہم اس وقت تک جاری رکھیں جب تک ایسے لوگ ایک خدا کا اقرار کر کے مسلمان نہ ہو جائیں اور جب وہ اس طرح اسلام میں داخل ہو جائیں تو ہم اپنے اور ان کے نفع و ضرر اور راحت و تکلیف کو ایک سمجھیں۔ اور اگر وہ مسلمان نہ ہوں اور اپنے ہی دین پر قائم رہنا چاہیں تو ہم ان سے جزیہ کا مطالبہ کریں جسے وہ چھوٹے بنکر ادا کرتے رہیں۔ اگر وہ اس کو قبول کر لیں تو ان سے صلح کر لی جائے اور اگر وہ اس سے بھی انکار کریں تو پھر ان سے جنگ کی جائے۔ اس جنگ میں ہم میں سے جو مارا جائے گا وہ درجۂ شہادت پر فائز ہو گا۔ اور خدا کے ہاں زندہ رہے گا۔ اور جنت کی نعمتوں سے بہرہ ور ہو گا۔ اور دشمنوں میں سے جو مارے جائیں گے وہ کفر کی حالت میں مریں گے اور ہمیشہ دوزخ کی آگ میں جلتے رہیں گے۔

یہی باتیں ہیں جن پر خدا نے ہمارے رسول کو مامور فرمایا تھا، اور یہی باتیں ہمارے رسول نے ہمیں تعلیم فرمائیں۔ اس لئے ہم تمہیں بھی اسی بات کی دعوت دیتے ہیں کہ تم اسلام قبول کر لو اور شہادت دو کہ اللہ ایک ہے، اس کے سوا کوئی

معبود نہیں ہے اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو۔ اور اللہ کی طرف سے جو کچھ اترا ہے اس پر ایمان لاؤ، بس تم ہمارے اسلامی بھائی ہو اور ہمارا تمہارا نفع و نقصان ایک ہے، لیکن اگر تمہیں اس سے انکار ہو تو پھر جزیہ دینا منظور کرو۔ اگر تم اس کو قبول لو تو ہمارے ہاتھ سے تمہیں کوئی ضرر نہ پہنچے گا لیکن اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو سمجھ لو کہ تمہارا واسطہ ایسے لوگوں سے پڑا ہے جو موت کو اس طرح عزیز رکھتے ہیں جس طرح تم زندگی کو۔ ہم خدا کا نام لیکر میدان میں نکلیں گے۔ پھر ہمارے تمہارے درمیان وہی جو فیصلہ کرے گا وہ ہو گا۔ خدا ہی کا ملک ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ لیکن یہ سمجھ لو کہ انجام کار وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جو خدا سے ڈرتے ہیں۔

حضرت خالد کی تقریر کے بعد باہان نے پھر ایک مختصر تقریر کی جس میں کہا کہ نہ ہم میں سے کوئی اپنا دین چھوڑ کر تمہارا دین قبول کریگا نہ جزیہ دینے پر آمادہ ہو گا۔

اس گفتگو کے بعد حضرت خالد اسلامی فوج میں واپس چلے آئے۔

باہان کا اپنے افسروں سے مشورہ اور قیصر کو خط

حضرت خالد سے گفتگو کرنے کے بعد باہان نے اپنے افسروں کو جمع کیا

اور ان سے کہا کہ میں نے مسلمانوں کو جنگ سے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش
کی میں نے چاہا کہ وہ ہم سے مرعوب ہو کر یا لالچ میں آ کر ہمارے ملک سے
واپس چلے جائیں لیکن ان کو اس سے قطعی انکار ہے وہ ہر طرح تلے ہوئے
ہیں کہ ہم سے لڑیں، ہمارے ملک پر قابض ہو جائیں۔ ہمیں تباہ و برباد
کر دیں اور ہمارے اہل و عیال کو لونڈی غلام بنا لیں اس لئے تم لوگ
مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ۔

رومی سرداروں نے بیک زبان کہا۔ ہم ہر وقت مسلمانوں سے لڑنے
کے لئے تیار ہیں ہمیں حکم دیجئے ہم ابھی میدان میں جاتے ہیں۔

باہان نے کہا۔ آپ ہمیں یہ مشورہ دو کہ ہم مسلمانوں سے کس صورت
سے مقابلہ کریں۔ ہماری تعداد چار لاکھ ہے اور ان کی تعداد تیس ہزار
کے قریب ہو گی ہم ان سے دس گنا زیادہ ہیں۔"

رومی سرداروں نے کہا "آپ ہمارے اہل و عیال اور مال و
اسباب کو سمندر کے کنارے بھیج دیجئے تاکہ ہمیں لڑنے کے سوا کسی اور
چیز کی فکر نہ رہے۔ اور جنگ کی یہ صورت اختیار کیجئے کہ ہر روز ایک لاکھ
فوج مسلمانوں کے مقابلے کیلئے بھیجئے۔ اور تین لاکھ کو محفوظ رکھیئے۔ اس
طرح ہم نہایت اطمینان سے مقابلہ کر سکیں گے۔ مسلمانوں کو روزانہ لڑنا پڑے گا
اور ہم میں سے ہر شخص کی باری چوتھے روز آیا کرے گی۔ مسلمان ہر روز مقتول و
مجروح ہوتے ہوتے بالآخر سپر ڈال دیں گے۔ اگر اس جنگ میں ہمارے دو لاکھ
آدمی بھی کام آ گئے تب بھی دو لاکھ آدمی باقی رہیں گے۔"

دوسرے سرداروں نے بھی مختلف تجویزیں پیش کیں بحث و گفتگو کے بعد طے پایا کہ تمام رومی فوج ایک ساتھ مقابلے کے لئے نکلے۔ اور جب تک جنگ کا فیصلہ نہ ہو جائے میدانِ کارزار سے منہ نہ موڑے۔

اس کے بعد باہان نے قیصر ہرقل کو خط لکھا کہ میں نے مسلمانوں کے نمائندہ کو بلا کر گفتگو کی ترغیب و ترہیب سے کام لیا، اور انہام و تفہیم کی گفتگو کی مگر وہ کسی طرح صلح پر راضی نہ ہوا۔ دوسری طرف رومی فوج کا حال ہے کہ وہ دشمن سے خوفزدہ ہو گئی ہے تاہم میں جانتا ہوں کہ اس فوج میں ایسے دلیر اور بہادر بھی موجود ہیں جو دشمن کے مقابلے سے گریز نہ کریں گے وہ اس وقت تک برابر لڑتے رہیں گے جب تک خود میدانِ جنگ میں کام نہ آجائیں یا دشمن کو شکست نہ دیدیں، میں نے اپنے سرداروں کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا سب نے فیصلہ کیا کہ دشمن کا پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہیئے۔ اور جب تک شکست و فتح کا فیصلہ نہ ہو جائے ہمیں جنگ جاری رکھنی چاہیئے۔ میں نے ایک خواب دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے مسلمانوں سے جنگ نہ کرو ورنہ تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔

اسے وہم و وسوسہ سمجھ کر میں نے اس کے اثر کو دل سے دور کر دیا۔ لیکن اگر یہ خواب سچا ہے تو اس کے ذریعہ مستقبل واضح ہو جاتا ہے اس لئے میری رائے ہے کہ حضور والاحشم و خدم اور خزانہ کے ساتھ سرحد پر چلے جائیں اور وہاں سے جنگ کے نتیجہ کا انتظار کریں۔

مجاہدین کے متعلق رومی جاسوس کی رپورٹ

ایک روز کہر چھائی ہوئی تھی اور ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی کہ باہان اپنی فوج آراستہ کر کے نکلا اس کی پوری فوج بیس صفوں پر تقسیم تھی اور صفیں اتنی لمبی لمبی تھیں جن کی ابتدا و انتہا نظر نہ آتی تھی۔

انصاران اسلام نے دیکھا کہ رومی آراستہ ہو کر بڑھے چلے آ رہے ہیں تو وہ حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا۔ اگر ہم بھی تیار ہو کر مقابلہ کے لئے نہ نکلیں گے تو رومی ہماری لشکر گاہ میں داخل ہو جائیں گے پھر مجبوراً ہم کو مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اس لئے بہتر ہے کہ ہم پہلے سے تیار ہو جائیں۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا۔ تمہاری رائے بالکل مناسب ہے چنانچہ تھوڑی ہی دیر میں مسلمان بھی جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔ لیکن رومی پھر کچھ سمجھ کر اپنی چھاؤنی میں لوٹ گئے۔

رومیوں کا ایک سپہ سالار درنجار تھا۔ جو صوفی منش اور صاحب بصیرت شخص تھا۔ اس نے اپنے جاسوس کو مسلمانوں کے حالات معلوم کرنے کے لئے اسلامی لشکر میں بھیجا۔ اس نے رات بھر مسلمانوں میں رہ کر ان کے طور و طریق دیکھے اُن کے عزائم و خیالات معلوم کئے اور صبح کو درنجار کے پاس جا کر کہا۔

میں ایسے لوگوں کے پاس سے آ رہا ہوں جو رات بھر نمازیں پڑھتے ہیں، دن بھر روزہ رکھتے ہیں، نیک کاموں کا

حکم دیتے ہیں۔ اور برے کاموں سے منع کرتے ہیں، اُن کے عدل و مساوات کا یہ حال ہے کہ اُن کا حاکم بھی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ ڈالیں، اور زنا کرے تو اسے سنگسار کر دیں تمام حالات میں حق و انصاف کو ملحوظ رکھتے ہیں اور اپنی خواہشوں کی کبھی پیروی نہیں کرتے،

وربجار نے جاسوس کا یہ بیان سنا تو کہا۔

خدا کی قسم! ایسے لوگوں سے جنگ کرنے کے بجائے ہمارے لئے زمین کی آغوش کہیں بہتر ہے۔"

یرموک کا فیصلہ کن معرکۂ عظیم

چند عیسائی عرب حال میں مسلمان ہوئے تھے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے ان کو حکم دیا کہ تم رومی لشکر میں جا کر ان کے حالات معلوم کرو۔ اور واپس آکر اطلاع دو، تمھارے اس کام سے مدافعت میں مدد ملے گی۔ اس لئے تمہارا یہ کام بھی جہاد ہی میں شمار ہوگا۔

یہ نو مسلم۔ رومی لشکر میں گئے اور نصف رات کو واپس آکر انھوں نے حضرت ابو عبیدہؓ کو اطلاع دی کہ رومی مسلمانوں کے مقابلہ کی تیاریاں کر رہے ہیں، صبح ہی ان کا حملہ ہوگا۔ اس لئے آپ کو بھی تیار ہو جانا چاہیئے۔

یہ اطلاع پاتے ہی حضرت ابو عبیدہؓ، حضرت خالدؓ اور تمام

افسرانِ اسلام نے فوج کی آراستگی کا کام شروع کر دیا۔

حضرت ابو عبیدہ کی قرأت سے ایک مبارک شگون

مجاہدین میں ایک شخص راشد بن عبدالرحمٰن ازدی تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو عبیدہ نے فجر کی نماز پڑھائی، پہلی رکعت میں آپ نے سورۂ والفجر پڑھی، جب اس مقام پر پہنچے،

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ	اے رسول! کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمھارے پروردگار
بِعَادٍ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِيْ	نے عادِ ارم کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ جو ایسی ایسی عالیشان
لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ	عمارتوں کے مالک تھے جن کی مثل (عمارتیں دوسرے)
وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ	شہروں میں نہیں بنائی گئی تھیں اور ثمود (کے ساتھ
بِالْوَادِ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ	کیا کیا؟) جس نے وادی (قری) میں عمارت کے لئے
الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ	چٹان تراشی تھی، اور میخوں والے فرعون کے ساتھ کیا معاملہ
فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ فَصَبَّ	کیا؟ ان سب نے دانسانی آبادیوں میں سرکشی اختیار
عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ	کر رکھی تھی اور ان میں کثرت سے فساد پھیلا رکھا تھا۔
عَذَابٍ اِنَّ	انجام کار تمھارے رب نے ان پر اپنی سزا کا تازیانہ
رَبَّكَ	پھینکا۔ تمھارا پروردگار (ہمیشہ نافرمانوں کی) گھات
لَبِالْمِرْصَادِ	میں ہے۔

تو میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ رومی بھی اپنی کثرتِ تعداد اور کفر و معصیت کے اعتبار سے عاد ہی کی طرح ہیں۔ اس لئے ہم رومیوں پر ضرور غالب ہوں گے۔ ابو عبیدہ کی اس سورۃ کی قرأت

ہمارے لیے ایک طرح کی غیبی بشارت ہے۔

دوسری رکعت میں حضرت ابوعبیدہ نے سورۂ والشمس پڑھی جب آپ نے یہ آیتیں پڑھیں۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَآ	قوم ثمود نے ازراہ سرکشی (صالح) کی تکذیب کی
اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا	جب کہ ان میں کا سب سے بڑا شقی اٹھ کھڑا ہوا۔
فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ	پھر اللہ کے رسول نے ان سب سے کہا کہ اللہ کی
اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا	اونٹنی اور اس کے پانی پینے کی باری سے خبردار
فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا	رہنا۔ لیکن انھوں نے اس (تہدید) کو بھی جھٹلادیا
فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ	اور اونٹنی کی کونچ کاٹ ڈالی انجام یہ ہوا کہ خدا نے
رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ	ان کے گناہ کے سبب ان پر ہلاکت ڈالدی اور
فَسَوّٰىهَا وَلَا يَخَافُ	ان کو برابر کر کے رکھدیا۔ اور اس کو ان کے
عُقْبٰهَا	انجام کار کا ڈر نہیں۔

تو میرے دل میں خیال گذرا کہ رومیوں پر بھی عذاب الٰہی کا تازیانہ پڑے گا۔ اور گذشتہ قوموں کی طرح یہ بھی تباہ و برباد کر دیئے جائیں گے۔

حضرت ابوعبیدہ کا مبارک خواب

نماز کے بعد حضرت ابوعبیدہ نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں نے یہ مبارک خواب دیکھا ہے کہ کچھ لوگ مجھے گھیرے کھڑے ہیں۔ میرے جسم پر سفید لباس ہے۔ ان لوگوں نے تم میں سے

کچھ ایسے آدمیوں کو بلایا جنھیں میں پہچانتا ہوں اور کہا کہ رومیوں پر حملہ کرو
ان سے خوف نہ کھاؤ تمھیں غالب ہوگے۔ ہم رومیوں پر ٹوٹ پڑے
ان کا ہجوم کائی کی طرح پھٹ گیا۔ ہم برابر آگے بڑھتے گئے اور ان کے
لشکر میں گھس پڑے وہ مقابلے میں قائم نہ رہ سکے اور بھاگ نکلے،
یہ خواب سنکر مسلمانوں نے خوشی کا نعرہ بلند کیا۔

حضرت ابوعبیدہ کے خواب کی تائید

ابو مرثد خولانی نے پکار کر کہا کہ میں نے بھی ایک خواب
دیکھا اور وہ بھی خدا کی طرف سے ایک بشارت ہے۔ میں نے دیکھا کہ ہم
ان کے مقابلے کے لئے نکلے۔ جب ہم ان کے سامنے پہنچے تو آسمان سے
بڑے بڑے ہیبتناک پرند اترے جنکے پنجے شیر کے پنجوں کی مانند
تھے، وہ دشمنوں پر اس طرح جھپٹ رہے تھے جس طرح باز چڑیوں پر
جھپٹتے ہیں۔ جب کوئی پرند کسی دشمن کے پاس پہنچتا تو اس کو ایسا پنجہ مارتا
کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔
پھر یکایک میں نے شور سنا کہ مسلمانو! بشارت ہو کہ خدا نے
تمہاری امداد کے لئے فرشتے بھیجے ہیں۔
یہ خواب سنکر مسلمانوں نے پھر اظہار مسرت کیا۔
حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ یہ بھی خدا کی طرف سے ایک بشارت
ملی ہے۔ مسلمانوں میں اس خواب کو پھیلاؤ۔ اس سے ان کا دل بڑھیگا
اور ان کا حوصلہ بلند ہوگا۔ اور وہ دشمن کے مقابلہ میں اور بھی دلیر ہو جائیں گے۔

حضرت ابو عبیدہؓ کی ہدایت کے مطابق مسلمانوں میں ان خوابوں کی اشاعت کی گئی۔ جس سے اُن کے عزائم کو مزید تقویت پہنچی

حضرت ابو عبیدہؓ کی تقریر

رومی ایک سیلاب عظیم کی طرح میدان میں آئے چار لاکھ سپاہیوں کی ہیں صفیں تھیں، میمنہ کی کمان ابن فناطیر اور حاکم ارمینیہ جرجیر کے ہاتھ میں تھی، اور میسرہ کا سپہ سالار دور نجار تھا۔

حضرت ابو عبیدہؓ بھی غازیانِ اسلام کو لیکر نکلے، میمنہ کے افسر حضرت معاذ بن جبل تھے، میسرہ کے افسر قباث بن اشیم تھے، پیدل فوج کی کمان ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کے ہاتھ میں تھی، اور رسالہ کے سپہ سالار سیف اللہ حضرت خالد بن ولیدؓ تھے، کل فوج چار حصوں میں تقسیم تھی ایک حصہ کے سپہ سالار یزید بن ابی سفیان تھے۔ دوسرے حصے کے سپہ سالار شرحبیل بن حسنہ، تیسرے حصے کے سپہ سالار حضرت عمرو بن العاص اور چوتھا حصہ سپہ سالار اعظم حضرت ابو عبیدہ کے ماتحت تھا۔

جب صفیں درست ہوگئیں تو حضرت ابو عبیدہ نے مجاہدین کو مخاطب کرکے فرمایا۔

اللہ کے بندو! اللہ سے اعانت طلب کرو، وہ تمھاری اعانت فرمائے گا۔ اور تمھیں ثابت قدم بنا دے گا۔ مسلمانو! اللہ کا وعدہ حق ہے۔ استقلال سے کام لو،

استقلال میں کفر سے نجات ہے۔ خدا کی خوشنودی ہے، ذلت
آمیز شکست سے مفر ہے۔ خبردار!

خبردار! جب تک میں حملے کا حکم نہ دوں، کوئی اپنی صف
سے علیحدہ نہ ہو۔ ایک قدم بھی دشمن کی طرف نہ بڑھے، جنگ
میں سبقت نہ کرے۔ نیزے سیدھے اور سپر سامنے کرلو
بالکل ساکت و صامت رہو۔ صرف دل میں اللہ کا ذکر کرو۔

زعمائے اسلام کی تقریریں

حضرت معاذ بن جبل نے فرمایا

قرآن کی تلاوت کرنے
والو! اور اسے حفظ یاد کرنے والو! ہدایت کے جابجا
حق کے لینے والو! خدا کی قسم! صرف تمنا کرکے تم خدا
کی رحمت سے بہرہ ور نہیں ہو سکتے۔ محض زبانی دعووں
سے خدا کی جنت نہیں مل سکتی۔ خدا کی مغفرت اور رحمت وا
صرف انہیں لوگوں پر نازل ہوتی ہے جن کا دعویٰ ایمان سچا
ہوتا ہے جو اپنے عمل سے خدا کے وعدوں کی تصدیق
کرتے ہیں۔

حضرت عمرو بن العاص نے فرمایا۔

لوگو! نگاہیں نیچی رکھو، گھٹنوں پر جھک جاؤ۔ نیزے تان لو
اپنی جگہ ثابت قدم رہو۔ دشمن آگے بڑھے تو پڑے رہنا اور
جب نیزوں کی زد پر آجائے تو شیروں کی طرح ٹوٹ پڑنا

خدا کی قسم مجھے خبر دی گئی ہے کہ مسلمان اس ملک کو ضرور فتح کر لیں گے۔ اس کا ایک ایک قریہ اور ایک ایک مکان مسلمانوں کے قبضے میں آجائے گا۔ اس لئے تم دشمن کی کثرت سے خوفزدہ نہ ہونا۔ اگر تم نے دل کی سچی قوت سے حملہ کیا تو یہ بزدل اس طرح فرار ہو جائیں گے جس طرح باز کے حملے سے کبوتر بھاگ جایا کرتے ہیں۔"

ابو سفیان بن حرب ہر جھنڈے کے سامنے کھڑے ہو کر کہتے تھے مسلمانو! تم دشمن کے ملک میں ہو جو تمھارے وطن سے دور امیر المومنین سے بہت فاصلہ پر ہے۔ اس لئے تمھارے دینی بھائی بھی تمھاری مدد کو نہیں پہنچ سکتے۔ تم ایسے دشمن کے بالمقابل ہو جو تم سے تعداد میں بہت زیادہ ہے۔ تم نے اسکے ملک و مال اور جان کا نقصان کیا ہے اس لئے وہ تم سے سخت برافروختہ ہے۔ اگر تم اس سے محفوظ رہنا چاہتے ہو اور خدا کی رحمت کی نزدیکی کے طالب ہو تو اس کی صورت یہی ہے کہ صدق دل سے مقابلہ کرو اور جنگ میں ثابت قدم رہو۔

جنگ رومی فوج کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر مسلمانوں کی طرف بڑھا۔ راہب اور پادری صلیبیں بلند کئے ہوئے صفوں کے آگے آگے تھے اور اپنے پرجوش فقروں سے رومیوں کو ابھار رہے

تھے تیس ہزار رومی ایسے تھے جنھوں نے اپنے پیروں میں زنجیریں ڈال لی تھیں۔ تاکہ مسلمانوں کے حملے کا دباؤ ان کو پیچھے نہ ہٹا سکے۔

مسلمان خواتین لشکرگاہ میں ایک اونچے ٹیلے پر تھیں۔ حضرت خالدؓ نے رومیوں کو اس جوش وخروش کے ساتھ آگے بڑھتے دیکھا تو خواتین اسلام کے پاس جاکر فرمایا

خبردار رہنا اور جس مسلمان کو بھاگتے دیکھنا اسے روکنا اور غیرت دلانا۔ خواتین نے ہاتھوں میں لکڑیاں اٹھالیں اور مسلمانوں کے سامنے آکر کہنے لگیں۔ خبردار! آج تم نے ہماری حفاظت نہ کی تو اپنے کو ہمارا شوہر نہ سمجھنا"

سیف اللہ خالد بن ولید کو خدا نے جو حربی بصیرت عطا فرمائی تھی اس سے وہ تمام پہلوؤں کو نہایت ہوشیاری سے دیکھ رہے تھے، اور ضروری تدابیر عمل میں لا رہے تھے۔

آپ حضرت ابوعبیدہ کے پاس گئے اور کہا کہ رومیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ تیاری بھی بہت زبردست ہے اور وہ بڑے جوش وولولہ کے ساتھ پیش قدمی کر رہے ہیں۔ میرا رسالہ رومی پیدلوں اور سواروں کے مقابلہ کی تاب نہیں لاسکتا۔ اس لئے میری رائے ہے کہ میں اپنے رسالہ کو دو حصوں پر تقسیم کرکے ایک حصہ تو بدستور اپنے ماتحت رکھوں۔ اور دوسرے حصے کو قیس بن ہبیرہ کی کمان میں دے دوں۔ اس کے بعد ہم دونوں اسلامی میمنہ و میسرہ کے پیچھے کھڑے ہوجائیں، رومیوں کے

حملے پر خدا مسلمانوں کو ثابت قدم رکھے، اگر وہ اپنی جگہ تھمے رہے تو بہتر ورنہ ہم دونوں اپنی فوج کے ساتھ رومی میمنے اور میسرے پر حملہ کر دینگے اس وقت رومی رسالے کا جوش و خروش سرد پڑ چکا ہوگا۔ اور لڑتے لڑتے اس کی صفیں درہم برہم ہو چکی ہوں گی۔ اس لئے ہمارا حملہ انشاء اللہ کامیاب ثابت ہوگا اور خدا ہمیں فتحمند اور دشمن کو تباہ کر دے گا۔

اس کے ساتھ آپ کی نسبت بھی میری رائے ہے کہ آپ اپنی جگہ سعید بن زید کو مقرر فرما کر خود ایک معقول جمعیت کے ساتھ ان کے پیچھے کھڑے ہو جائیں اور مسلمانوں کی پشت پناہی کریں۔

حضرت خالدؓ کے مشورے کے مطابق حضرت ابو عبیدہ نے حضرت سعید بن زید کو اپنی جگہ متعین کر دیا اور اپنی جمعیت لے کر فوج کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔

رومی میسرے کا اسلامی میمنے پر حملہ

رومی میسرے کے سپہ سالار دریجان نے آگے بڑھ کر مسلمانوں پر حملہ کیا۔ حضرت معاذؓ بن جبل اسلامی میمنے کے سپہ سالار تھے۔ انھوں نے پکار کر مسلمانوں سے کہا۔

خدا کے ایماندار بندو! رومی بڑی دلیری سے تم پر چڑھ رہے ہیں اگر کوئی چیز انھیں پسپا کر سکتی ہے تو تمہاری بے جگرانہ حملہ آوری اور بیباکانہ جنگ ہے

یہ کہہ کر آپ گھوڑے سے کود پڑے اور فرمایا کہ

جس کا جی چاہے میرے گھوڑے پر سوار ہو کر لڑے میں پیدل لڑوں گا۔

حضرت معاذ بن جبل کے نوخیز بیٹے پاس ہی موجود تھے، وہ جست کر کے گھوڑے کی پشت پر پہنچ گئے، اور کہنے لگے مجھے امید ہے کہ میں سوار ہو کر بہتر طور پر مسلمانوں کی خدمت انجام دے سکوں گا۔ اور آپ پیدل ہو کر زیادہ مفید ثابت ہو سکتے ہیں، جو لوگ پیدل ہیں وہ آپ کو دیکھ کر ثابت قدم ہو جائیں گے۔

حضرت معاذ نے اپنے اور بیٹے کے لئے خدا کی رضا و خوشنودی کی دعا مانگی اور نہایت بہادری سے لڑے۔

پادریوں اور راہبوں کے جوش دلانے سے ایک مرتبہ رومیوں نے زبردست حملہ کیا تو حضرت معاذ نے چلا کر کہا۔

الٰہی رومیوں کے قدم اکھاڑ دے ان کے دلوں کو مرعوب کر دے۔ ہم پر سکون نازل کر، ہمیں تقویٰ پر قائم کر دے ہماری نظر میں جنگ کو محبوب بنا دے اور ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم تیرے فیصلے پر رضامند ہو جائیں۔"

سپہ سالار اعظم باہان بھی آگے بڑھ کر اپنے میسرہ کو حوصلہ دلانے لگا رومیوں نے نئے جوش کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کر دیا،

مسلمان بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے لیکن رومی میسرہ کے یکایک ٹوٹ پڑنے سے ان میں اضطراب پھیل گیا اور قلب فوج کے

کچھ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے یہ دیکھکر حجاج بن عبدیغوث نے للکار کر مسلمانوں کو حوصلہ دلایا۔ ان کی آواز پر پانسو مجاہدین ان کے گرد جمع ہو گئے انھوں نے آگے بڑھکر ان رومیوں کو روک دیا جو بھاگتے ہوئے مسلمانوں کا پیچھا کر رہے تھے، جن مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے تھے انھوں نے اپنے ساتھیوں کی یہ جرات و بہادری دیکھی تو ان کی بھی ہمت بندھ گئی اس کے بعد جو مسلمان بھاگے جا رہے تھے۔ ان کے راستہ میں مسلمان خواتین لکڑیاں لیکر کھڑی ہو گئیں اور انھوں نے بھاگنے والوں کو مار مار کر فوج میں واپس جانے پر مجبور کر دیا۔ انھیں بہادر خواتین میں ایک خاتون خولہ بنت ثعلبہ تھیں، انھوں نے خیمہ کی ایک چوب نکال لی تھی اور اسے ہاتھ میں لیکر بھاگنے والوں کو روک رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں

نیک اور پارسا عورتوں کو چھوڑ کر بھاگنے والے! کوئی تیر یا موت تیرا کام تمام کر دے تو تو دیکھ لیگا کہ یہ عورتیں بہت جلد قید ہو جائیں گے اور ان کو عزت و شادمانی سے محروم کر دیا جائے گا۔

اس گھمسان کی لڑائی میں قبیلہ ازد بڑی ثابت قدمی سے مقابلہ کر رہا تھا، عمرو بن طفیل ازدی نے اپنے قبیلے کو خطاب کرکے کہا

خبردار! تمھاری طرف سے مسلمانوں کو شکست نہ ہونے پائے

وہ آخر دم تک لڑتے رہے اور نو رومی بہادروں کو قتل کر کے خود بھی شہید ہو گئے۔

جندب بن عمرو نے اپنے جھنڈے کو زور سے ہلا کر بلند آواز سے کہا
اے قوم ازد! تم میں سے کوئی ہمیشہ زندہ نہ رہے گا۔ نہ
اس وقت تک اپنے کو معصیت و خواری سے بچا سکے گا
جب تک وہ پوری صدق دلی کے ساتھ دشمن کا مقابلہ نہ کریگا
آگاہ ہو جاؤ کہ مرنے والے کیلئے شہادت اور بھاگنے والے
کے لئے ذلت ہے۔"

حضرت ابو ہریرہؓ بھی اسی قبیلہ سے تھے وہ چلا چلا کر کہہ رہے تھے
بہادرو! حوریں تمہاری منتظر ہیں ان سے ملنے کے لئے اپنے
کو آراستہ کر لو، خدا کا تقرب حاصل کرنے کے لئے کمر
باندھ لو۔ خدا کے نزدیک نیکی کی اس سے زیادہ پسندیدہ
جگہ کوئی نہیں ہے جہاں تم اس وقت کھڑے ہو۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی آواز پر قبیلہ ازد کے بہادر ان کے گرد جمع ہو گئے
دست بدست جنگ ہونے لگی، معلوم ہوتا تھا زمین چکی کی طرح گھوم رہی
ہے۔ لیکن غازیان اسلام (اپنی) جگہ پر ثابت قدم تھے۔ رومی صف کے
صف مسلمانوں پر ٹوٹ پڑتے تھے لیکن مسلمان قدم پیچھے نہ ہٹاتے تھے
نہایت خونریز اور ہولناک جنگ ہو رہی تھی۔ ہر طرف ہاتھ اٹھتے اور اسلحہ
چمکتے نظر آتے تھے۔ سر اور بازو کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ جنگ کا سلسلہ
اسلامی میمنے سے قلب تک پھیلا ہوا تھا۔ لیکن میمنے میں قیامت برپا تھی اسی
حالت میں بیس ہزار تازہ دم رومیوں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا پھر بھی

غازیانِ اسلام کے پائے استقلال میں فرق نہ آیا وہ برابر لڑتے رہے۔

حضرت خالدؓ کا بروقت حملہ

لیکن اسی حالت میں حضرت خالد ابن ولید اپنا رسالہ لئے ہوئے پہنچ گئے اور حملہ شروع کر دیا، آپ کے بے پناہ حملوں سے رومیوں میں قیامت برپا ہو گئی، سیف اللہ کے رسالے نے آن کی آن میں دس ہزار رومیوں کو خاک و خون پر سلا دیا۔

اس کے بعد حضرت خالدؓ ہجوم سے نکلے اور رومیوں کو قتل کرتے ہوئے اسلامی میمنہ میں پہنچ گئے، آپ نے وہاں کی ترتیب ازسرنو درست کی اور باآواز بلند مسلمانوں سے خطاب کیا۔

مسلمانو! دشمن کے جوش و خروش اور اس کی جنگ جوئی و بہادری کو تم دیکھ چکے اب اس پر سختی سے حملہ کرو، خدا انہیں ابھی ابھی مظفر و منصور کر دے گا۔

حضرت خالدؓ کی پکار نے مسلمانوں میں تازہ روحِ جہاد دوڑا دی۔ آپ مجاہدینِ اسلام کو لیکر رومیوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ رومیوں کی تعداد ایک لاکھ تھی اور حضرت سیف اللہؓ کے ہمرکاب صرف ایک ہزار غازیانِ اسلام تھے لیکن آپ کے حملہ کرتے ہی رومی رسالے کے قدم اکھڑ گئے، اس کی پسپائی کے بعد مسلمانوں نے پیدل فوج پر حملہ کیا وہ بھی بھاگ کھڑی ہوئی، رومی میسرہ اسلامی میمنے سے لڑ رہا تھا وہ بھی پیچھے ہٹ گیا۔

حضرت خالدؓ لڑتے اور بڑھتے ہوئے اس مقام تک پہنچ گئے جہاں رومی میمنہ کا سپہ سالار دربجار کھڑا تھا وہ اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا "مجھے کپڑے میں لپیٹ دو، کاش خدا مجھے مسلمانوں کے مقابلے سے بچا لیتا۔ نہ میں اُن کو دیکھتا نہ یہ مجھے دیکھتے، نہ میں ان کی مخالفت کرتا نہ یہ میری مخالفت کرتے"

آخر دربجار مسلمانوں کے ہجوم میں پڑ گیا اور مارا گیا۔

اسلامی میسرے پر حملہ

ابن قناطر رومی میمنے کا سپہ سالار تھا اس نے اسلامی میسرے پر حملہ کیا۔ یہ حملہ اتنا سخت تھا کہ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ بھاگنے پر مجبور ہو گئے لیکن اسلامی علم بردار اب بھی پہاڑ کی طرح سے کھڑے تھے اور داد شجاعت دے رہے تھے، رومیوں نے بھاگنے والے مسلمانوں کا تعاقب کیا اور پیچھا کرتے ہوئے اسلامی لشکر گاہ میں گھس گئے۔ اس موقع پر خواتین اسلام نے حیرت انگیز دلیری اور بہادری کا ثبوت دیا، وہ چوبیں لیکر رومیوں کے مقابلے میں کھڑی ہو گئیں، نہایت خونریز جنگ ہو رہی تھی۔ قباث بن اشیم اسلامی میسرہ کے سپہ سالار تھے وہ نہایت بے جگری سے مقابلہ کر رہے تھے اور وفور جوش میں کہہ رہے تھے "

اگر مسلمان مجھے کھو دیں گے تو ایک بہترین سپہ سالار اور پشت پناہ سردار کو کھو دیں گے۔ جو جنگ کی ہولناکیوں کا مقابلہ کرتا ہے جس کے دل میں کبھی خوف راہ نہیں پاتا

جو ایسا شمشیر زن اور خوفناک حملہ آور ہے جسکی کوئی مدافعت نہیں کر سکتا۔

ان کے ہاتھ سے تلوار اور نیزے ٹوٹتے جا رہے تھے اور وہ یہ کہہ کر لوگوں سے دوسری تلواریں اور نیزے لیتے جا رہے تھے کہ کون ہے جو اس شخص کی تلوار یا نیزے سے مدد کرے جو اپنے کو خاصانِ خدا سے وابستہ کر چکا ہے اور خدا سے عہد کر چکا ہے کہ یا تو اپنی جگہ سے مر کر ہٹے گا یا مسلمان فتحمند ہو جائیں گے۔

ابوالاعور سلمی آگے بڑھے اور انھوں نے قبیلۂ قیس سے پکار کر کہا

"تم بھی صبر و ثبات میں حصہ لو، صبر دنیا میں باعث عزت و سرفرازی ہے اور آخرت میں موجب رحمت و عزت، اس لئے صبر و ثبات کو ہاتھ سے نہ دو"

سعید بن زید بڑی بہادری سے پیدل لڑ رہے تھے۔ وہ شیر کی طرح اپنے گھٹنوں پر بیٹھے رہتے اور جہاں کوئی دشمن سامنے آجاتا اس پر ٹوٹ پڑتے۔ جو آپ کی زد پر آجاتا آپ کے نیزے سے بچ کر سلامت نہ جا سکتا۔

ایمان کا کرشمہ دیکھئے کہ جو ابوسفیان فتح مکہ تک اسلام کے دشمن اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حریف تھے۔ اس معرکہ میں شریک ہو کر دادِ شجاعت دے رہے ہیں۔ اور اپنے بیٹے حضرت یزید کو اس طرح حوصلہ دلا رہے ہیں۔

بیٹے ! تو مسلمانوں کا ایک سپہ سالار ہے دوسروں کی نسبت تجھ پر جنگ و جہاد اور صبر و استقلال کی ذمہ داریاں زیادہ ہیں تو خدا سے خوف کرتا رہ۔ ہر حال میں اسی پر نگاہ رکھ، تجھے چاہیئے کہ تو اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ آخرت کا طالب، جنگ میں پا مرد، مشرکوں پر سخت اور شدائد جنگ کا برداشت کرنے والا ہو۔

رومیوں کی ایک بہت بڑی فوج نے حضرت عمرو بن العاص پر ایسا سخت حملہ کیا کہ ان کی ماتحت فوج میں پراگندگی پھیل گئی، لیکن حضرت عمرو بن العاص نہایت بسالت اور ثابت قدمی سے مقابلے میں جمے رہے ان کے ساتھیوں نے ان کا یہ صبر و استقلال دیکھا تو ان کی بھی ہمتیں بندھ گئیں اُن کے اکھڑے ہوئے قدم جم گئے، جو مسلمان بھاگے جا رہے تھے وہ بھی پلٹ آئے۔

حضرت عمرو بن العاص کی بہن بھی مردوں کے دوش بدوش داد شجاعت دے رہی تھیں۔ اور پکار پکار کر کہہ رہی تھیں کہ

خدا اس مرد کو روسیاہ کرے جو اپنی بیوی اور بچوں کو چھوڑ کر بھاگے

دوسری خواتینِ اسلام نے بھی خیموں کی چوبیں اٹھا لی تھیں جو مسلمان بھاگ کر خیموں کی طرف آتے ان کو مار کر پھر میدان کی طرف بھگا دیتیں، اور کہتیں جاؤ لڑو! اگر تم نے آج ہماری حفاظت نہ کی تو تم آج سے

ہمارے شوہر نہیں ۔

حضرت شرجیل بن حسنہ قلب کے سپہ سالار تھے اور حضرت سعید بن زید حضرت ابوعبیدہ کی جگہ کھڑے تھے ۔ اور حضرت ابوعبیدہ قلب کی پشت پناہی کر رہے تھے فوج کے اس حصے میں بھی زبردست جنگ ہو رہی تھی حضرت شرجیل بن حسنہ چلا چلا کر یہ آیت پڑھ رہے تھے ۔

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ؕ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَ الْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ ؕ وَذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ؓ	اللہ نے جنت کے بدلے مسلمانوں کی جان و مال کو خرید لیا ہے وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں پھر مارتے ہیں اور مارے جاتے ہیں ۔ اللہ نے تورات و انجیل اور قرآن میں جنت کے اس وعدے کو اپنے ذمہ ٹھیرا لیا ہے اور اللہ سے زیادہ اپنے وعدے کا پورا کرنے والا کون ہے ؟ پس تمہیں اس سودے پر بشارت ہو جو تم نے خدا سے کیا ہے اور یہ بہت بڑی مرادمندی ہے ۔

آپ اس آیت کو پڑھتے اور پکارتے کہ

کہاں ہیں خوشنودی کے عوض اپنی جانیں بیچنے والے ؟

اور کہاں ہیں آخرت میں جوار الہٰی کے خواستگار ؟ "

جن لوگوں کے کانوں میں یہ آواز جاتی آکر حضرت شرجبیل بن حسنہ کے گرد جمع ہو جاتے۔

اسلامی میسرے کی ابتری سے فائدہ اٹھا کر رومیوں نے مسلمانوں کے رسالے پر حملہ کر دیا۔

حضرت قیس بن ہبیرہ نے یہ دیکھا تو اپنے ہمرکاب سواروں کو لیکر رومیوں پر حملہ کر دیا جس سے رومیوں میں سخت اضطراب پیدا ہو گیا۔ مسلمانوں نے قریب پہنچکر اور سخت حملہ کیا جس سے دشمن کی صفیں درہم برہم ہو گئیں اور سپاہی بھاگنے لگے۔

ادھر حضرت ابو عبیدہ نے سعید بن زید کو حملے کا حکم دیا اور ان کی جانب سے بھی حملہ شروع ہو گیا۔

فتح عظیم

مجاہدین اسلام نے ہر طرف سے ایک ساتھ بلغار کی تو رومیوں پر بدحواسی طاری ہو گئی اور ان کے حوصلوں نے جواب دے دیا۔ مسلمانوں نے اپنے حملے کو اور زیادہ تیز کر دیا اور رومیوں کے قدم اکھاڑ دیئے۔ رومی سر پر پیر رکھ کر بھاگے۔ مسلمانوں نے تعاقب کیا، رومی بھاگتے جاتے تھے اور مسلمان تعاقب کر کے ان کو قتل کرتے جاتے تھے۔ رومی ایک بلندی پر چڑھنے لگے، جس کے نیچے بہت بڑے بڑے غار تھے، ان پر بدحواسی تو طاری ہی تھی، اس کے علاوہ ٹیلے پر کہر بھی چھائی ہوئی تھی جس کی وجہ سے انہیں کچھ سوجھتا نہ تھا۔ وہ بھاگتے جاتے تھے اور غاروں میں گرتے جاتے تھے۔

اور پیچھے والوں کو اس کی خبر نہ تھی وہ سمجھتے تھے آگے جگہ ہے لوگ بھاگے جا رہے ہیں۔ اسی طرح رومی تمام رات غاروں میں گرتے رہے، دوسرے روز صبح ہوئی انھیں غار دکھائی دیئے۔ اور انھوں نے دوسرے راستے اختیار کئے۔ مسلمانوں نے تعاقب کا سلسلہ جاری رکھا۔ تقریباً ایک لاکھ رومی غاروں میں گر کر ہلاک ہوئے۔ اور پچاس ہزار تعاقب میں مارے گئے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے میدانوں جنگلوں، پہاڑوں اور وادیوں تک میں تعاقب کیا اور رومیوں کو بھگاتے ہوئے دمشق تک چلے گئے وہاں کے باشندوں نے آپ کا خیر مقدم کیا اور معاہدۂ صلح کی تجدید کی۔

مالک اشترؒ حضرت خالدؓ کے ساتھ تھے انھوں نے دورانِ تعاقب میں بڑی بہادری سے کام لیا، مسلمان دمشق کے پاس پہنچے تو رومیوں نے "ثنیعۃ العقاب" کی پہاڑیوں پر چڑھ کر سنگباری شروع کر دی، مالک اشترؒ مسلمانوں کی ایک جمیعت کو لیکر پہاڑی پر چڑھ گئے، وہاں ایک نہایت قد آور اور لحیم و شحیم پہلوان موجود تھا وہ مقابلہ میں آیا۔ مالک اشترؒ نے ایک تلوار ماری اس کی ہتھیلی کٹ گئی۔ اس کے بعد وہ ان سے لپٹ گیا۔ کشتی ہونے لگی دونوں حریف گتھے ہوئے پہاڑی سے لڑھکے۔ آخر کار مالک اشترؒ اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے اور تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس کے مارے جاتے ہی رومی بھاگ گئے۔

حضرت خالد نے دمشق میں قیام نہیں کیا بلکہ وہاں سے آگے بڑھکر رومیوں کا تعاقب کیا جو حمص کی طرف بھاگ رہے تھے۔ آپ حمص پہنچے تو وہاں کے باشندوں نے بھی آپ کا استقبال کیا اور معاہدہ اطاعت کی تجدید کی۔

یرموک کی جنگ میں تین ہزار کے قریب مسلمان شہید ہوئے تھے حضرت ابو عبیدہ نے ان شہداء کو سپرد خاک کیا اور وہاں سے حمص کی جانب کوچ فرمایا۔ جہاں حضرت خالد نے اپنی فوج کے ساتھ قیام کیا۔

دربار خلافت میں نامۂ فتح

یرموک کی جنگ سے فارغ ہوکر حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ مکتوب ارسال کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

اللہ کے بندے امیر المومنین عمر کے نام، ابو عبیدہ بن الجراح کا مکتوب۔

سلام علیک

میں خدا کی ستائش کرتا ہوں جس کے سوا کوئی قابل عبادت نہیں۔ تمام خوبیاں خدا ہی کے لئے ہیں جس نے مشرکوں کو ہلاک اور مسلمانوں کو فتح مند کیا۔ وہ ہمیشہ سے مسلمانوں کا محافظ و معاون ہے۔ انھیں عزت دیتا ہے اور ان کی دعوت کو بلند کرتا ہے۔ میں امیر المومنین

کو خبر دیتا ہوں کہ رومیوں سے جنگ ہوئی جس میں رومیوں کی تعداد غیر معمولی طور پر زیادہ تھی۔ ایسی عظیم الشان رومی فوج سے ہمارا کبھی مقابلہ نہیں ہوا تھا۔ رومیوں کو غرور تھا کہ انھیں کوئی شکست نہیں دے سکتا۔ وہ اس جوش سے لڑے کہ مسلمانوں کو اس سے پہلے کبھی ایسے معرکہ سے سابقہ نہیں پڑا تھا۔ لیکن اللہ نے انھیں صبر و ثبات عطا فرمایا۔ ان پر فتح و نصرت نازل کی اور اُن کے ہاتھوں سے بستیوں پہاڑوں، جنگلوں اور وادیوں میں اپنے دشمنوں کو قتل و غارت کرایا۔ رومیوں کے تمام خیمے، خیرگاہ اور مال و اسباب مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ میں مسلمانوں کے ساتھ رومیوں کا تعاقب کرتا ہوا شام کی آخری سرحد تک پہنچ گیا۔ افسرانِ اسلام ملک کے مختلف حصوں میں بھیج دیئے گئے ہیں۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جنگ یرموک کے نتیجے کے متعلق سخت تشویش تھی وہ کئی روز سے سوئے نہ تھے۔ نامۂ فتح پڑھ کر آپ نے سجدۂ شکر ادا کیا اور حضرت ابوعبیدہؓ کے خط کا حسب ذیل جواب دیا۔

اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کا خط ابوعبیدہ بن الجراح کے نام!

اللہ کی حمد و ستائش کے بعد واضح ہو کہ تمہارا خط

خط پہنچا، معلوم ہوا کہ اللہ نے تمہارے ہاتھ سے مشرکوں کو برباد کیا مسلمانوں کی مدد فرمائی، اور اپنے دوستوں اور اور فرمانبرداروں پر احسان کیا میں اس کے اس فضل وکرم پر اس کا ہزار ہزار شکر ادا کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اس شکر کے ذریعہ وہ ہم پر اپنے احسان کی تکمیل کردے تمہیں یہ فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ یہ فتحمندی اور کامیابی تمہیں اپنی کثرت، ساز وسامان اور قوت سے حاصل نہیں ہوئی ہے تمہیں خدا کے فضل واحسان اور اس کی نصرت واعانت سے یہ فتح نصیب ہوئی ہے۔ اس لئے ساری خوبیاں ساری ستائشیں اور ساری بزرگیاں اسی کے لئے ہیں۔ جو احسن الخالقین ہے۔

والسلام

قیصر کی شام سے عبرت انگیز وداع

جنگ یرموک کے دوران میں قیصر ہرقل انطاکیہ میں تھا۔ اس نے یرموک کے مفرور رومیوں سے سنا کہ انہیں شکست ہو گئی تو اس نے اپنے درباریوں سے کہا

"مجھے تو پہلے ہی سے معلوم تھا کہ مسلمان فتحیاب ہوں گے"

اس کے درباریوں نے پوچھا "یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟"

قیصر نے جواب دیا ۔ "تم جس قدر زندگی کو عزیز رکھتے ہو اس سے زیادہ مسلمان موت کے دلدادہ ہیں اور تمھیں جس قدر دنیا مرغوب ہے اس سے بڑھکر انھیں آخرت سے رغبت ہے ۔ اس لئے ان کی فتح یقینی تھی ۔ جب تک ان کی حالت تمھاری جیسی نہ ہو جائے گی اور تمھاری طرح وہ بھی دین سے پھر نہ جائیں گے ۔ ہمیشہ کامیاب اور فتحمند ہوتے رہیں گے ۔"

مفرورین میں قیصر کا ایک سپہ سالار بھی تھا ، قیصر نے اس سے جنگ کا نتیجہ دریافت کیا اس نے شکست کی تصدیق کی ۔

قیصر نے باہان اور دوسرے سپہ سالاروں کے بارے میں نام بنام دریافت کیا ۔ معلوم ہوا کہ سب کے سب مارے گئے ، یہ سن کر قیصر اس سپہ سالار پر بہت خفا ہوا ۔ اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم تو نہایت خبیث اور کمینہ ہے نہ تو دین کی مدافعت کر سکا نہ دنیا کے لئے لڑ سکا ۔ جب پیغمبر اسلام نے میرے پاس مکتوب دعوت بھیجا اور میں نے اسلام قبول کرنا چاہا تو سب سے پہلا شخص تو ہی تھا جس نے میری مخالفت کی ۔ مسلمانوں نے حملہ کیا تو تو نے کیوں ان سے میرا ملک نہیں بچایا ؟

قیصر کی طرف سے مدافعت کی یہ آخری کوشش تھی جس میں اس نے اپنی تمام طاقت صرف کر دی تھی ، اس شکست نے اس کے عزائم کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا چنانچہ مسلمانوں نے انطاکیہ کا رخ کیا تو وہ اپنے حشم و خدم کو لے کر قسطنطنیہ روانہ ہو گیا ۔ جس وقت سرحد شام کو عبور کر

روم کی سرزمین میں قدم رکھا تو شام کی طرف رُخ کر کے نہایت عبرت انگیز لہجے میں کہا

اے شام! اس وداع ہونے والے کا سلام قبول کر جسے پھر تیرے پاس آنے کی اُمید نہیں ہے"۔ [۱]

فتوحات کا سیلاب [۲]

اسلامی قبضہ و تصرف سیلاب کی طرح شام کے شہر و دیار میں پھیلتا جا رہا تھا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے افسران اسلام کو تھوڑی تھوڑی فوج کے ساتھ ہر طرف روانہ کر دیا تھا، وہ جہاں جاتے تھے عیسائی بغیر مقابلہ یا معمولی مقابلہ کے بعد اطاعت قبول کر لیتے تھے۔

قنسرین کی فتح حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو قنسرین کی فتح کے لئے روانہ کیا۔ یہاں کا حاکم میناس تھا جو قیصر کے بعد رومیوں میں سب سے مقتدر سمجھا جاتا تھا۔ اس نے قنسرین سے آگے بڑھ کر اسلامی فوج کا مقابلہ کیا۔ طرفین میں نہایت خونریز جنگ ہوئی جس میں میناس مارا گیا۔

یہاں سے حضرت خالدؓ نے قنسرین کی طرف پیش قدمی کی اہلِ شہر قلعہ بند ہو کر مدافعت کرنے لگے۔ حضرت خالدؓ نے ان کو پیام دیا۔

---

[۱] یرموک کی جنگ کی تمام تفصیل فتوح الشام ازدی سے لی گئی ہے ۱۲

[۲] اس عنوان کے ماتحت جتنے واقعات ہیں وہ سب ابن خلدون سے ماخوذ ہیں ۱۲

تم اگر بادلوں میں چھپو گے۔ جب بھی خدا ہمیں اُٹھا کر تمہارے
پاس پہنچا دے گا۔ یا تمھیں ہمارے پاس اُتار دے گا۔"

کچھ روز تک اہل شہر قلعہ بند رہے لیکن آخر میں وہی ہوا جو حضرت خالدؓ
نے فرمایا تھا۔ مسلمانوں کا عزم واستقلال دیکھکر رومیوں نے شہر کا دروازہ
کھول دیا اور حمص کی شرطوں پر اطاعت قبول کرلی۔

حلب کی فتح

قنسرین کی فتح کے بعد حضرت ابوعبیدہؓ نے
حلب کی طرف پیش قدمی کی۔ مضافات حلب
میں عربوں کے چند قبیلے آباد تھے جو عیسائی ہو گئے تھے، انھوں نے پہلے
جزیہ دینے کی شرط پر اطاعت قبول کی اس کے بعد مسلمان ہو گئے۔

حلب کے باشندوں نے اسلامی فوج کی آمد کی خبر سنی تو
قلعہ بند ہو گئے۔ حضرت عیاض بن غنمؓ مقدمۃ الجیش کے سپہ سالار تھے
انھوں نے شہر کا محاصرہ کیا، اہل شہر مدافعت جاری نہ رکھ سکے۔ اور صلح
کی درخواست پر مجبور ہو گئے۔ بشرائط صلح اہلِ حلب کی جان و مال
ان کے گرجوں اور قلعوں کو امان دی گئی اور صرف ایک مسجد کی جگہ
مستثنیٰ کر کے عہد نامہ لکھدیا گیا۔

انطاکیہ کی فتح

حلب سے حضرت ابوعبیدہ نے انطاکیہ کی
طرف کوچ کیا، یہ شہر رومی سلطنت کا پایہ تخت
تھا۔ یہاں مختلف شہروں کے عیسائی آکر پناہ گزین ہو گئے تھے انھوں
نے شہر سے باہر نکلکر اسلامی فوج کا مقابلہ کیا۔ لیکن ایک ہی حملہ میں

اُن کے حوصلے پست ہو گئے اور انھوں نے بھاگ کر شہر میں پناہ لی۔
حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے شہر کا محاصرہ کر لیا ، چند روز کے بعد عیسائیوں نے صلح کی درخواست کی ۔ حضرت ابو عبیدہ نے اس شرط پر درخواست منظور فرمائی کہ اہل شہر جزیہ دیں اور جو جزیہ نہ دینا چاہے وہ شہر چھوڑ کر چلا جائے ۔ صلح نامہ لکھ دیا گیا ۔

حلب اور انطاکیہ وغیرہ کے باشندے نہایت سرکش تھے انھوں نے کئی بار عہد شکنی کی ۔ لیکن ہر بار اسلامی فوجوں نے ان کو مغلوب کر لیا ایک بار حلب کے پاس مختلف مقامات کے عیسائیوں نے بہت بڑا اجتماع کیا ۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی تو آپ بڑھے اُن پر حملہ کیا بہت سے عیسائی مارے گئے ۔ جن میں مذہبی پیشوا اور بطریق بھی تھے ۔ عیسائیوں نے مغلوب ہو کر اطاعت قبول کر لی

مالک اشتر کا کارنامہ

حضرت ابو عبیدہ جو شہر فتح کرتے اُن پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق ایک عامل مقرر کرتے اور اس کی حفاظت کے لئے ایک فوج متعین کر دیتے ۔ رفتہ رفتہ فرات تک کے شام کے تمام شہر فتح ہو گئے اس کے بعد حضرت ابو عبیدہ نے فلسطین کی جانب مراجعت فرمائی اور حضرت میسرہ بن مسروق کو دو ہزار فوج دیکر اطراف و جوانب کے مقامات کو حلقۂ اطاعت میں داخل کرنے کے لئے بھیجا ، حضرت مالک اشتر بڑے دلیر اور حوصلہ مند شخص تھے انھوں نے بھی حضرت ابو عبیدہ

سے درخواست کی اور تین ۳۰۰ سو سواروں کو لیکر نکلے، حضرت میسرہ ابن مسروق نے لفر اس پر حملہ کیا۔ جو مضافات انطاکیہ میں واقع تھا اور حبس کی سرحد ایشیا، کوچک سے ملتی تھی یہاں متعدد قبائل عرب تنوخ ایاد، اور غسان آباد تھے یہ عرب اور رومی بیس ہزار کی تعداد میں مجتمع ہوکر مقابلے میں آگئے، مسلمان سخت خطرے میں پڑ گئے تھے، لیکن حضرت مالک ابن اشتر اپنے تین سو سواروں کے ساتھ بروقت پہنچ گئے، مسلمانوں نے اسلامی علم دیکھکر خوشی کا نعرہ بلند کیا، اشتر نے پہنچتے ہی رومیوں پر حملہ کردیا اس غیر متوقع حملہ سے رومی گھبرا گئے اور ان کے قدم اکھڑ گئے مسلمانوں نے تعاقب کرکے ان کو قتل کرنا شروع کیا۔ رومی ایک بلندی پر چڑھ گئے اور اوپر سے تیروں کی بارش کرنے لگے، اسلامی رسالہ بلندی کے پاس پہنچکر رک گیا۔

اسی حالت میں ایک رومی پہلوان سامنے آیا، اور اس نے مقابلے کے لئے للکارا، اشتر نے بڑھکر مقابلہ کیا اور دونوں حریفوں نے ایک ساتھ تلوار چلائی۔ رومی کی تلوار حضرت اشتر کے سر پہ پڑی اور خود کو کاٹتی ہوئی سر تک پہنچ گئی۔ اشتر کا ہاتھ رومی کے بازو پہ پڑا جو صرف زخمی ہوکر رہ گیا۔ حضرت اشتر اپنی فوج میں واپس چلے آئے، سر سے خون بہ کر چہرے اور ڈاڑھی پر آرہا تھا۔ آپ نے مہندی لیکر زخم پر رکھی اور پٹی باندھکر اپنے چچیرے بھائی سے کہا "میری تلوار تم نے لو اور اپنی تلوا

مجھے دیدو۔"

انھوں نے کہا "میری تلوار میرے پاس رہنے دیجئے شاید مجھے ضرورت پڑجائے۔"

اشتر نے جوش میں کہا "لاؤ مجھے تلوار دو۔ میری بیٹی ام نعمان تمھاری ہوگئی۔" بھائی نے تلوار دیدی۔ اشتر رومی کے مقابلے کے لئے چلے۔ تو آپ کے ساتھیوں نے کہا "خدا کے لئے آپ اس کے مقابلے میں نہ جائیں"

آپ نے کہا "خدا کی قسم! میں ضرور جاؤں گا یا اسے مار ڈالونگا یا اس کے ہاتھ سے مارا جاؤں گا۔"

چنانچہ آپ گئے اور ایسا تلا ہوا ہاتھ مارا کہ تلوار رومی کے کندھے پر پڑی اور پھیپھڑے تک پہنچ گئی۔ اس کے مارے جاتے ہی رومیوں سے میدان خالی ہوگیا۔

بہت دور نکل جانے کی وجہ سے میسرہ بن مسروق کی واپسی میں دیر ہوئی تو حضرت ابوعبیدہؓ کو پریشانی ہونے لگی۔ چنانچہ آپ نے حلب کے تین آدمیوں کو ان کی تلاش میں روانہ کیا اور میسرہ بن مسروق کے نام یہ خط لکھا

"میرا قاصد جاتا ہے خط پڑھتے ہی فوراً واپس چلے آؤ، مجھے ایک ایک مسلمان مشرکوں کے تمام مال و دولت سے زیادہ محبوب ہے"

میسرہ واپس آرہے تھے راستے میں ان کو حضرت ابوعبیدہؓ

کا خط ملا۔ خط پڑھ کر انھوں نے کہا۔

مسلمانوں کی طرف سے اللہ انھیں جزائے خیر دے، وہ مسلمانوں سے کتنی شفقت و ہمدردی رکھتے ہیں"۔

قاصدوں نے واپس آکر میسرہ بن مسروق کی آمد کی خبر سنائی تو حضرت ابو عبیدہ کو اطمینان ہوا اور انھوں نے خدا کا شکر ادا کیا۔

منبج کی فتح

حضرت ابو عبیدہؓ نے خود منبج کی طرف پیش قدمی کی، عیاض بن غنم ہراول کے افسر تھے۔ منبج کے باشندوں نے ان سے صلح کی درخواست کی جو منظور کر لی گئی۔

وہاں سے حضرت ابو عبیدہ بالس گئے اور حبیب بن مسلمہ کو قاصرین بھیجا، وہاں کے باشندوں میں سے کچھ نے جزیہ دینا منظور کیا اور کچھ ترک وطن کر کے رومی علاقے میں چلے گئے، اس طرح سرحد تک اسلامی قبضہ ہو گیا۔

مرعش اور حصن حرث کی فتح

حضرت خالد نے ایک مختصر فوج کے ساتھ مرعش پر حملہ کیا اور لڑکر اسے اس شرط پر فتح کیا کہ عیسائی شہر چھوڑ کر نکل جائیں، حبیب بن مسلمہ نے حصن حرث کو بھی اسی شرط پر فتح کیا،



اجنادین کی دوسری جنگ

جس طرح تدبیر و سیاست اور فہم و فراست میں حضرت عمرو بن العاص تمام عرب میں ممتاز تھے، اسی طرح ان اوصاف کے اعتبار سے رومیوں میں ارطبون کو یہ حیثیت حاصل تھی، اس کی ایک عظیم الشان فوج رملہ میں تھی، اور دوسری بیت المقدس میں وہ خود اجنادین میں مقیم تھا، حضرت عمرو بن العاص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رومیوں کے اجتماع کا حال لکھکر آپ کی رائے طلب کی، آپ نے ارطبون پر حملہ کرنے کا حکم دیا اور فرمایا "ہم نے ارطبون روم کی طرف ارطبون عرب کو پھینک دیا ہے۔ دیکھو دونوں میں کون کامیاب ہوتا ہے"

حضرت عمرو بن العاص نے علقمہ بن حکیم الفراس اور مسروق عکی کو بیت المقدس کی طرف بھیجا اور ابو ایوب مالکی کو رملہ کی جانب روانہ کیا اور خود ارطبون کے مقابلہ کے لئے اجنادین کی طرف بڑھے۔ حضرت عمرو ابن العاص کی فوج کے مقدمۃ الجیش کے افسر حضرت شرجبیل بن حسنہ تھے، میمنہ و میسرہ پر حضرت عمرو بن العاص کے بیٹے حضرت عبد اللہ اور جنادہ بن مالک تمیمی تھے،

حضرت عمرو بن العاص اجنادین پہنچکر ارطبون کے بالمقابل اترے رومیوں کی ایک فوج قیساریہ میں بھی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یزید بن ابی سفیان کو لکھا کہ معاویہ کو قیساریہ کی طرف بھیجدو، ساتھ

ہی معاویہ کو بھی لکھا کہ میں نے تم کو والیٔ قیساریہ مقرر کیا ہے، تم قیساریہ کی طرف روانہ ہو جاؤ اور اللہ سے مدد مانگتے رہو اور یہ دعا پڑھتے رہو

لاحول ولا قوۃ الا باللہ - اللہ ربنا وثقتنا ورجاءنا

ومولانا نعم المولیٰ ونعم النصیر ط

حضرت معاویہ نے قیساریہ پہنچکر وہاں کی رومی فوج کو وہیں مشغول جنگ کر لیا جس سے وہ اجنادین تک نہ پہنچ سکی۔

حضرت عمرو بن العاص کے پاس دربار خلافت سے پے در پے امداد آرہی تھی آپ نے اپنے بیٹے محمد بن عمرو کو علقمہ بن حکیم الفراس کی مدد پر اور عمارہ بن امیہ خمری کو ابو ایوب مالکی کی مدد پر روانہ کیا،

اجنادین میں دونوں فوجیں ایک دوسرے کے بالمقابل پڑی رہیں لیکن عمرو بن عاص کو جنگ شروع کرنے کا موقع نہ ملتا تھا، آپ کسی شخص کو قاصد بنا کر ارطبون کے قلعے میں بھیجنا چاہتے تھے تاکہ وہ اس طرح ضروری معلومات حاصل کر آئے، لیکن اس کام کے قابل کوئی ہشیار آدمی نہیں ملتا تھا، اس لئے حضرت عمرو بن عاص اپنے قاصد آپ بنگئے اور ارطبون سے ملکر اس سے بات چیت کی، اور اسکی فوج اور قلعہ کے متعلق واقفیت حاصل کر لی۔

ارطبون نے حضرت عمرو بن عاص کی دانشمندانہ انداز گفتگو اور اپنی فراست سے سمجھ لیا کہ یہ شخص سپہ سالار اسلام کا قاصد نہیں خود سپہ سالار ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے ایک افسر کو اشارہ کر دیا کہ جب آپ واپس ہوں

آپ کی گردن مار دے، حضرت عمرو بن العاص بھی فہم و بصیرت میں
ں سے کم نہ تھے، آپ نے بھی خطرے کا اندازہ کر لیا، چنانچہ آپ نے
رطبون سے کہا،

تم نے میری بات سن لی، اور میں نے تمھاری بات سن لی
اور میں نے تمھاری بات پسند بھی کر لی۔ لیکن میں ان دس
آدمیوں میں سے صرف تنہا ہوں جن کو عمرو بن العاص نے
تمھارے پاس بھیجا ہے۔ اس لئے میں واپس جا کر ان کو بھی
تمھارے پاس لے آتا ہوں۔"

ارطبون نے کہا "بہتر ہے"۔ اور اس شخص کو جسے حضرت عمرو بن
عاص کے قتل کرنے کا حکم دیا تھا واپس بلا لیا، اس طرح حضرت
عمرو بن العاص سلامت واپس چلے آئے۔ جب ارطبون کو معلوم
ہوا کہ وہی عمرو بن العاص تھے تو اس نے کہا کہ" وہ دنیا کا سب
سے بڑا عقلمند ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس واقع کی اطلاع
ہوئی تو آپ نے بھی حضرت عمرو بن عاص کی عقلمندی کی بہت تعریف
فرمائی۔

ارطبون کے پاس سے واپس آکر حضرت عمرو بن عاص نے
جنگ شروع کی جس میں ارطبون کو شکست ہوئی، اور وہ اجنادین چھوڑ کر
بیت المقدس کی طرف بھاگا۔

ارطبون کے بیت المقدس بھاگ جانے کے بعد حضرت

عمرو بن عاص نے فلسطین کے بہت سے بلاد و مقامات بذریعہ صلح فتح کئے۔ پہلے غزہ فتح ہوا اس کے بعد سبسطیہ۔ یہاں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا مزار مقدس ہے، اسی طرح باری باری نابلس، لد، نبی عمواس، بیت جبرین، مرج عیون، سب فتح ہو گئے۔

جنگ اجنادین اور جنگ یرموک کے سنہ کے بارے میں مؤرخوں نے باہم بہت اختلاف کیا ہے، بعضوں نے لکھا ہے کہ دمشق کی فتح سے پہلے ۱۳ھ میں اجنادین کی جنگ ہوئی

بعضوں نے لکھا ہے کہ بیت المقدس کی فتح سے قبل ۱۵ھ میں یہ معرکہ پیش آیا۔ اسی لحاظ سے بعضوں نے ۱۳ھ کی جنگ کو اجنادین کی بجائے یرموک کا معرکہ قرار دیا ہے، لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اجنادین میں دو مرتبہ جنگ ہوئی، ایک بار ۱۳ھ میں اور دوسری بار ۱۵ھ میں، اور یرموک کی جنگ ۱۵ھ میں ہوئی،

اجنادین کے بارے میں علامہ ابراہیم حسن کا بھی یہی خیال ہے کہ یہاں دو بار جنگ ہوئی۔

بیت المقدس کی فتح

بیت المقدس صوبۂ فلسطین کا مشہور شہر اور عیسائیوں کا کعبۂ دین تھا۔ مسلمانوں کے نزدیک بھی یہ شہر نہایت محترم و معظم تھا، کعبے کے قبلہ بننے سے پہلے مسلمان اسی کی جانب رخ کر کے نماز پڑھتے تھے

حضرت ابو عبیدہؓ نے اس صوبہ کی مہم کا سپہ سالار حضرت عمرو بن العاص کو مقرر فرمایا تھا۔ ضرورت کے وقت آپ انھیں اپنے پاس بلا لیتے اور پھر اسی علاقہ میں واپس بھیج دیتے تھے چنانچہ یرموک کی جنگ کے بعد حضرت عمرو بن العاص فلسطین چلے آئے تھے۔ دوسرے مقامات کی فتح کے بعد حضرت ابو عبیدہ نے بھی بیت المقدس کی طرف اقدام کیا پہلے حضرت خالد بن ولید کو بھیجا، ان کے بعد خود بھی روانہ ہوئے، پہلے حمص پہنچے اور حبیب بن مسلمہ کو وہاں کا حاکم مقرر کیا وہاں سے دمشق پہنچکر وہاں کی حکومت سعید بن زید کے سپرد کی، دمشق سے روانہ ہو کر اردن پہنچے اور وہاں سے باشندگان بیت المقدس کو پیام دیا کہ جن شرائط پر دوسرے شہروں کے باشندوں کی جان و مال کو امان دی گئی ہے، انھیں شرائط پر تم بھی آکر صلح کر لو لیکن باشندگان بیت المقدس آپ کے پاس نہیں آئے۔ اس پر آپ نے اُن کے پاس حسب ذیل مکتوب بھیجا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؁

ابو عبیدہ بن الجراح کا مکتوب دبیت المقدس) ایلیا کے اکابر اور عوام کے نام

ان پر سلامتی ہو جو ہدایت کی پیروی کریں اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں، اس کے بعد ہم تمھیں اس بات

کی دعوت دیتے ہیں کہ تم شہادت دو کہ خدائے واحد کے سوا کوئی سزاوارِ عبادت نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور رسول ہیں، قیامت آنے والی ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے، اور مُردوں کا دوبارہ زندہ ہو کر قبروں سے اٹھنا حق ہے، اس شہادت کے بعد تمھارا خون اور مال ہم پر حرام ہو جائے گا۔ اور تم ہمارے دینی بھائی بن جاؤ گے۔ اور اگر تمھیں یہ پسند نہ ہو تو زیردست بن کر جزیہ دینا قبول کرو، اگر تم اس کو بھی نہ مانو گے تو یاد رکھو کہ میں تم پر ایسے لوگوں کے ساتھ حملہ کروں گا جو موت کو اسی طرح عزیز رکھتے ہیں جس طرح تم زندگی اور شراب اور سور کے گوشت کو عزیز رکھتے ہو، پھر ان شاء اللہ اس وقت تک تمھیں نہ چھوڑوں گا جب تک تمھیں قتل و غارت کر کے تمھارے اہل و عیال کو غلام نہ بنا لوں گا۔"

حضرت ابوعبیدہؓ یہ مکتوب روانہ کر کے کچھ دنوں تک اسکے جواب کا انتظار کرتے رہے۔ لیکن جب اس کا کچھ جواب نہ آیا تو آپ نے آگے بڑھکر بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا۔ دو ایک روز اہلِ شہر نے باہر نکل کر مقابلہ کیا، لیکن جب ہر روز ان کو شکست و ناکامی ہی ہوئی تو انھوں نے شہر کے دروازے بند کر لئے۔

حضرت ابوعبیدہ نے محاصرے کے سلسلہ کو سختی سے جاری رکھا

جب اہل شہر نے دیکھا کہ حضرت ابوعبیدہ شہر کو فتح کئے بغیر محاصرہ نہ اٹھائیں گے تو انھوں نے آپ کے پاس درخواست بھیجی

ہم اس شرط پر مصالحت کے لئے تیار ہیں کہ آپ اپنے خلیفہ عمر کو بلائیے، ہم چاہتے ہیں کہ صلح کی کارروائی انھیں کے ذریعہ عمل میں آئے۔

حضرت ابوعبیدہ اپنے اکثر امور میں حضرت معاذ بن جبل سے مشورہ فرمایا کرتے تھے، وہ اس وقت اردن میں حاکم تھے۔ حضرت ابوعبیدہ نے خط لکھکر ان کو بلایا اور ان سے مشورہ کیا۔ انھوں نے کہا

اگر امیر المومنین تشریف لائے اور اہلِ شہر صلح سے مکر گئے تو انکو بہت تکلیف ہوگی۔ اس لئے شہر والوں سے صلح کا پختہ عہد لینے کے بعد امیر المؤمنین کو بلائیے۔

اس مشورے کے مطابق حضرت ابوعبیدہ نے اہلِ شہر سے صلح کا پختہ وعدہ طلب کیا۔ انھوں نے یقین دلایا کہ اگر امیر المومنین تشریف لائیں اور ہمیں جان و مال کی امان دیں اور صلحنامہ لکھدیں تو ہم وہ تمام شرطیں منظور کرلیں گے جن کو شام کے دوسرے مقامات کے باشندے منظور کرچکے ہیں

حضرت ابوعبیدہ نے اہلِ شہر سے صلح کا کامل اطمینان حاصل کرنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حسب ذیل خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کے نام ابوعبیدہ بن الجراح

کا مکتوب ۔

سلام علیک ۔ اللہ کی حمد و ثنا کے بعد عرض ہے کہ ہم نے اہل ایلیا کا محاصرہ کیا ۔ ابتدا میں انھوں نے خیال کیا تھا کہ ہمارے مقابلے میں جمے رہنے سے انھیں کچھ فائدہ ہو جائے گا ۔ لیکن اس تذبذب کی وجہ سے خدا نے ان کو اور بھی تنگی میں ڈال دیا ان کی تعداد گھٹا دی ۔ ان کو کمزور اور پراگندہ کر دیا ، ان حالات کے پیش نظر اب وہ صلح پر آمادہ ہیں لیکن انھوں نے اس شرط پر صلح منظور کی ہے کہ خود امیر المومنین تشریف لا کر انھیں امان دیں اور صلحنامہ لکھدیں ہمیں اندیشہ تھا ۔ کہ امیر المومنین کے آنے پر وہ صلح سے مکر جائیں اور امیر المومنین کو فضول زحمت ہو اس لئے ہم نے ان سے حلفیہ اقرار لے لیا ہے کہ اگر آپ تشریف لا کر ان کی جان و مال کو امان عطا کریں اور عہد نامہ لکھدیں تو وہ جزیہ کی ادائیگی اور دوسری تمام باتیں جو دوسرے بلاد و مقامات کے ذمی قبول کر چکے ہیں قبول کر لیں گے ۔ پس اگر امیر المومنین اس صورت کو پسند فرمائیں تو یہاں تشریف لائیں ۔ یہ سفر نیکی و بہتری اور مسلمانوں کے لئے فوز و فلاح کا باعث ہوگا ۔ اللہ آپ کو سیدھے راستہ پر چلائے اور

اور آپ کے معاملے کو آسان کر دے۔ والسلام علیکم!

فاروق اعظم کا ورود شام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو عبیدہؓ کا خط ملا تو آپ نے تمام جلیل القدر صحابہ کو جمع کر کے اس بارے میں ان سے مشورہ کیا۔ بحث و گفتگو کے بعد طے پایا کہ امیر المومنین کو شام تشریف لے جانا چاہیئے چنانچہ آپ نے سفر شام کی تیاری کا اعلان کرا دیا۔ اور اکابر مہاجرین و انصار کے ساتھ جن میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ بیت المقدس کو روانہ ہوئے۔

دوران سفر میں روزانہ نماز کے بعد حضرت عمرؓ مصلّے پر بیٹھے بیٹھے ایک مختصر تقریر فرماتے جس میں رفقائے سفر کو تلقین کرتے کہ "خدا نے ہم پر جو احسان فرمائے ہیں ان پر شکر بجا لائیں اور تکمیل احسانات کی دعا کرتے رہیں"۔

یہ مقدس تاریخی قافلہ منزلیں طے کرتا ہوا بیت المقدس پہنچا۔ حضرت ابو عبیدہؓ اور دوسرے افسران اسلام نے آگے بڑھکر حضرت امیر المومنین کا استقبال کیا۔ اس وقت جانشین رسول اور خلیفۂ اسلام کی شان یہ تھی کہ اونٹ پر سوار تھے جس پر زین کسا ہوا تھا اور چمڑے کا تھیلا لٹک رہا تھا۔ مسلمانوں کو حضرت فاروق اعظم سے والہانہ عقیدت تھی چنانچہ آپ کے خیر مقدم کے لئے ان کا سیلاب امنڈ پڑا تھا۔ عقیدت مندوں کے اس پرجوش ہجوم کو دیکھکر آپ اونٹ سے اتر پڑے اور اس کی نکیل پکڑ کر پیدل چلنے لگے۔ راستہ میں ایک نالہ پڑتا تھا اسی حالت سے اسی بھی پار کیا۔ اس کے بعد حضرت ابو عبیدہ نے سواری کے لئے گھوڑا اور

پہننے کے لئے سفید کپڑے آپ کی خدمت میں پیش کئے۔ دوسرے افسرانِ اسلام نے بھی کپڑے بدلنے اور گھوڑے پر سوار ہونے کے لئے زور دیا، اور کہا کہ "ہمیں آپ کا اس طرح ذمیوں کے سامنے جانا اچھا نہیں معلوم ہوتا"

آپ نے کپڑے تو نہیں بدلے لیکن افسرانِ اسلام کے اصرار سے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ مگر جب گھوڑے نے شوخی شروع کی تو اسے بھی یہ کہکر علیحدہ کر دیا کہ

"اسے ہٹاؤ یہ شیطان ہے ایسا نہ ہو کہ یہ میرے دل میں فساد پیدا کر دے"

اکابر صحابہ نے پھر ایک بار زور دیا کہ "امیر المومنین اگر کپڑے بدل لیتے اور گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لے چلتے تو شان بڑھ جاتی جس کا اہل شہر پر اچھا اثر پڑتا۔ اور مقصد جہاد کو فائدہ پہنچتا"

لیکن حضرت عمر نے فرمایا۔

"تمھاری نادانی کا برا ہو۔ جس چیز کو خدا نے تمھارے لئے ناپسند کر دیا ہے اس میں اپنی عزت نہ سمجھو۔ اگر ایسا کرو گے تو ذلیل ہو جاؤ گے"

حضرت فاروق اعظم اسی حالت میں بیت المقدس پہنچے، یہاں آپ نے دیکھا کہ حضرت خالد بن ولید اور ان کے رسالے کے لوگ دیبا و حریر کی قبائیں پہنے ہوئے تھے۔ حضرت عمر نے ان لوگوں کو اس پر تکلف

لباس میں دیکھا تو برہم ہو کر گھوڑے سے اُتر پڑے، اور زمین سے کنکریاں اُٹھا کر ان کی طرف پھینکتے ہوئے طیش آلود لہجے میں فرمایا۔

تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو اس تزئین و تکلف کے ساتھ میری استقبال کو آئے ہو؟ دو ہی سال کے عرصے میں تم نے اپنی سادگی ترک کر کے رومی وضع اختیار کر لی "

لوگوں نے عرض کی

ہم نے اپنی سپاہیانہ وضع ترک نہیں کی ہے، اس لباس کے نیچے ہمارے اسلحے موجود ہیں "

یہ سن کر حضرت عمر نے فرمایا " اگر یہ بات ہے تو پھر کچھ مضائقہ نہیں "[1] بیت المقدس میں یزید بن ابی سفیان نے بھی تبدیل لباس پر اصرار کرتے ہوئے کہا۔

امیر المومنین! یہاں ہمیں سب کچھ میسر ہے، یہاں کی معاشرت بلند ہے۔ آپ کی خواہش کے مطابق مسلمان خوشحال ہیں اگر آپ اچھے کپڑے پہن لیں، اچھی سواری پر سوار ہوں اور مسلمانوں کو بھی ان کے استعمال کی اجازت دیدیں تو اس سے غیروں کی نظر میں آپ کا رعب و وقار بڑھ جائے۔

حضرت عمر نے فرمایا "

نہیں یزید، میں یہ وضع ہر گز ترک نہ کروں گا۔ جو دو دوستوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

[1] ابن خلدون ۲۱۱

کے جدا ہونے کے وقت تھی۔ میں دنیا والوں کی نظر میں پسندیدہ اور باوقعت بننے کے لئے کوئی ایسی وضع اختیار نہ کروں گا جس سے یہ اندیشہ ہو کہ میں خدا کے نزدیک بدنما ہو جاؤں گا۔ میں نہیں چاہتا کہ رومیوں کی نظر میں میری عزت بڑھے اور خدا کی جناب میں میری وقعت کم ہو جائے۔"

اہل بیت المقدس کے لیے عہد نامۂ امن

حضرت ابو عبیدہؓ نے باشندگانِ بیت المقدس کو حضرت عمرؓ کی تشریف آوری کی اطلاع دے کر انھیں طلب فرمایا۔ اُن کے آنے کے بعد حضرت عمرؓ نے ان کے لیے حسب ذیل صلحنامہ لکھوایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

یہ وہ امان ہے جو بندۂ خدا امیر المومنین نے اہل بیت المقدس کو دی۔ ان کی جانیں ان کے مال ان کے گرجے ان کی صلیبیں ان کے مریض ان کے تندرست اور ان کے تمام اہل ملت امن میں ہوں گے۔ نہ ان کے گرجوں کو مکان بنایا جائے گا۔ نہ ان کو ڈھایا جائیگا۔ نہ ان کے کسی حصے یا احاطہ کو کوئی نقصان پہنچایا جائیگا۔ نہ اُن کی صلیبوں اور مالوں میں کچھ کمی کیجائے گی۔ نہ دین کے بارے میں ان پر جبر کیا جائے گا۔ نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائیگا۔ نہ ان

کے ساتھ بیت المقدس میں کوئی یہودی رہنے پائیگا۔ اہلِ
بیت المقدس پر یہ فرض ہے کہ جس طرح اور شہروں کے
باشندے جزیہ دیتے ہیں اسی طرح وہ بھی جزیہ دیں۔ اور
رومیوں اور چوروں کو اپنے یہاں سے نکال دیں۔ اور
رومیوں میں سے جو شخص نکلے گا اس کی جان و مال کے لیئے
اس کی جائے پناہ میں پہنچنے تک امان ہوگی اور ان میں سے
جو شخص شہر ہی میں رہنا چاہے اس کے لئے بھی امن ہے اور
اس کو اہلِ بیت المقدس کی طرح جزیہ دینا ہوگا۔ اور اہلِ
بیت المقدس میں سے جو شخص اپنی جان و مال کو لیکر رومیوں
کے ساتھ جانا چاہے اور اپنے گرجوں اور صلیبوں کو خالی
چھوڑنا چاہے تو اس کو اور اس کے گرجوں اور صلیبوں کو
امن ہے۔ جب تک وہ اپنی جائے امن میں نہ پہنچ جائے
اس میں جو کچھ تحریر ہے اس پر خدا کا خدا کے رسول کا
رسول کے خلفاء کا اور مسلمانوں کا اس وقت تک عہد
اور ذمہ ہے۔ جب تک اہلِ ایلیا مقررہ جزیہ ادا کرتے
رہیں۔ اس تحریر کے گواہ خالد بن ولیدؓ، عمرو بن العاصؓ،
عبدالرحمٰن بن عوف اور معاویہ بن ابو سفیان ہیں اور ۱۵ھ کو
یہ عہد نامہ لکھا اور حوالہ کیا گیا [1]

[1] فتح بیت المقدس کے حالات ترجمہ ابن خلدون اور اس کے حاشیہ سے لئے گئے ہیں۔ ۱۲

امین الامت کے یہاں امیر المومنین کی دعوت

بیت المقدس میں تمام افسران اسلام نے باری باری حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے خیموں میں مدعو کیا اور ان کی خاطر و دلجوئی کے خیال سے آپ سب کے یہاں تشریف لے گئے لیکن حضرت ابو عبیدہ نے آپ کی دعوت نہیں کی۔ چنانچہ آپ نے ایک روز ان سے کہا۔ تمام افسروں نے میری دعوت کی لیکن آپ نے مجھے مدعو نہیں کیا

حضرت ابو عبیدہ نے جواب دیا۔ "میں نے اس خیال سے آپ کی دعوت نہیں کی کہ شاید آپ کو میرے یہاں آکر آنسو بہانا پڑے۔"

حضرت عمر نے فرمایا۔ "نہیں ایک روز اپنے یہاں میری دعوت کیجئے"

چنانچہ آپ نے ایک روز حضرت عمر کو اپنے یہاں مدعو کیا، فاروق اعظم فاتح شام کے خیمہ میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ گھر میں گھوڑے کے نمدے کے سوا کوئی چیز موجود نہیں ہے یہی نمدا ان کا بستر تھا اور گھوڑے کا زین تکیہ ایک طاق میں روٹی کے کچھ سوکھے ٹکڑے پڑے تھے۔ فاتح شام نے وہی ٹکڑے، تھوڑا سا نمک اور مٹی کے گلاس میں پانی لاکر آپ کے سامنے زمین پر رکھ دیا۔

یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ کو بے اختیار رونا آگیا، آپ حضرت ابو عبیدہ کو سینے سے لگا کر کہنے لگے۔

"تمھیں میرے بھائی ہو، تمھارے سوا میرے ساتھیوں میں اب کوئی نہیں جسے دنیا نے اپنا کچھ نہ کچھ جادو نہ کر دیا ہو"

حضرت ابو عبیدہ نے کہا "میں کہتا نہ تھا کہ آپ کو میرے یہاں آکر آنسو بہانا پڑیں گے"؟

فاروقِ اعظم کا خطبہ

حضرت عمرؓ نے ایک روز مسلمانوں کو جمع کر کے ایک خطبہ دیا جس میں حمد و نعت کے بعد ارشاد فرمایا

مسلمانو! خدا نے تم سے اپنا وعدہ پورا فرمایا تمھیں دشمنوں پر فتح دی، ملکوں کا مالک بنا دیا تمھاری قوت کو استحکام بخشا پس تم اس کے احسانات کا شکر ادا کرتے رہنا۔ اور خبردار گناہوں میں مبتلا نہ ہونا، معصیت و نافرمانی کفرانِ نعمت ہے اور جب کوئی قوم خدا کی نعمتوں کی ناقدری کرتی ہے اور اس گناہ سے تائب نہیں ہوتی تو اللہ اس سے عزت و شوکت چھین لیتا ہے اور اس پر طاقتور دشمنوں کو مسلط کر دیتا ہے۔

حضرت بلالؓ کی اذان

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا اتنا صدمہ ہوا تھا کہ آپ نے اس کے بعد سے اذان دینا ترک کر دیا تھا اور مجاہدین کے ساتھ شام آکر یہیں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اس موقع پر وہ بھی موجود تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبے سے فارغ ہوئے تو نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ آپ نے حضرت بلال سے اذان دینے کی خواہش ظاہر کی انھوں نے کہا۔

میں نے عہد کر لیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

اذان نہیں دوں گا، لیکن آپ اسی ایک نماز کے لئے کہتے
ہیں اس لئے آپ کا کہنا مان لیتا ہوں "

چنانچہ آپ نے اذان دینی شروع کی - آپ کی اذان سنکر صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد مبارک یاد آگیا لوگ زار زار رونے لگے، حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت معاذؓ سب سے زیادہ رو رہے تھے حضرت عمرؓ نے ان کو صبر کی تلقین کی اور چپ کرایا - حضرت بلال نے مسلمانوں کے طبقۂ عوام کی نیابت کرتے ہوئے حضرت عمر سے کہا " افسر چڑیوں کا گوشت اور اچھے آٹے کی روٹی کھاتے ہیں اور عام مسلمان تکلیف اٹھاتے ہیں ان کی معیشت کا معقول بندوبست نہیں کیا جاتا "

یزید بن ابی سفیان نے افسروں کی طرف سے صفائی پیش کرنی چاہی مگر حضرت عمرؓ نے اس کو قبول نہیں فرمایا - اور عام مسلمانوں کی روزی کا ایک دستور العمل مقرر کر کے فرمایا -

اگر تمہارے افسر اس کے مطابق عمل نہ کریں تو مجھے اطلاع
دینا میں انھیں معزول کر کے ان کے بجائے دوسرے
افسر مامور کر دوں گا "

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہاں کے ضروری امور کی تکمیل کے بعد مدینہ منورہ کو مراجعت فرمائی -

راستے میں ایک مقام پر دیکھا کہ کچھ ذمیوں پر سختی کی جا رہی ہے

آپ نے وجہ دریافت فرمائی۔ جواب ملا کہ خراج ادا نہیں کرتے۔ آپ نے ذمیوں سے پوچھا کہ تم خراج کیوں نہیں بھیجتے تو انھوں نے عرض کی کہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ یہ سنکر آپ نے انھیں رہا کر دیا اور فرمایا کہ آئندہ کسی پر ایسی سختی نہ کی جائے۔ [1]

رومیوں کی آخری قسمت آزمائی

رومی مسلمانوں کے مقابلے میں مسلسل ناکام ہو چکے تھے قیصر ہرقل بھی اپنی کامیابی کی طرف سے مایوس ہو کر شام کو الوداع کہہ چکا تھا۔ تقریباً سارے ملک پر مسلمان قابض و متصرف ہو چکے تھے پھر بھی رومی شام کو آسانی سے صبر نہیں کر سکتے تھے۔ اور قیصر بھی امید کے کسی گوشے کو بے التفاتی کے ساتھ نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ اہلِ جزیرہ نے ہرقل کو لکھا کہ آپ شام کی طرف دوبارہ توجہ کیجیے اور حمص پر قبضہ کرنے کے لئے فوجیں بھیجئے ہم ہر طرح امداد و اعانت کے لیئے تیار ہیں، اپنی مستعدی اور آمادگی کا عملی ثبوت دینے کیلئے جزیرہ والوں نے ایک جمعیتِ عظیم بھی تیار کر لی اور اسے ہیت کی طرف روانہ کر دیا۔ اس علاقے کی سرحد عراق سے ملتی تھی حضرت سعد بن وقاص عراق وایران کی اسلامی فوج کے سپہ سالار اعظم

---

[1] فتوح الشام ازدی ۱۲

تھے۔ انھیں یہ اطلاع ملی تو انھوں نے عمر بن مالک کی زیر سرکردگی ایک فوج جزیرہ والوں کے مقابلے کے لئے روانہ کی۔ عمر بن مالک نے ہیت پہنچ کر اسکا محاصرہ کر لیا۔ اہلِ ہیت نے فصیل شہر کو مستحکم کر لیا تھا اور حفاظت کے لئے اسکے گرد خندق کھود دی تھی، اس لئے اسلامی فوج کو کامیابی نہ ہو سکی تھی، عمر بن مالک نے یہ حالت دیکھی تو نصف فوج حرث بن یزید کی ماتحتی میں یہاں چھوڑ دی کہ وہ محاصرہ کو قائم رکھے اور خود نصف فوج لیکر قرقیسیہ کی طرف سے پیش قدمی کی، کچھ دنوں اہل شہر نے مقابلہ کیا لیکن بالآخر انھوں نے جزیہ دینا منظور کر کے صلح کر لی۔

عمر بن مالک نے حرث بن یزید کو لکھا کہ اہل ہیت کو پیام دو کہ وہ اسلام لائیں یا جزیہ دینا منظور کر کے صلح کریں۔ اگر وہ اس شرط کو منظور کر لیں تو صلحنامہ لکھ دو ورنہ اُن کے خندق کے بالمقابل تم بھی خندق کھود لو اور محاصرہ قائم رکھو۔

حرث بن یزید نے اہل شہر کے پاس یہ پیغام کہلا بھیجا اور انھوں نے جزیہ دینے کی شرط پر صلح کر لی۔ اس کے بعد حرث بن یزید یہاں سے کوچ کر کے عمر بن مالک سے جا ملے۔

قیصر ہرقل نے اہلِ جزیرہ کی درخواست پر ایک عظیم الشان فوج حمص کی طرف بھیجی، حضرت ابو عبیدہ کو ہرقل کی فوج کشی کی اطلاع ملی تو آپ نے مجاہدین اسلام کو اطراف وجوانب سے جمع کر کے حمص کے باہر قیام کیا۔ حضرت خالد بن ولید قنسرین میں تھے وہ بھی آپ کے پاس

آگئے، دونوں بزرگوں نے دربار خلافت کو تمام حالات کی اطلاع دی،
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً مجاہدین کی فراہمی کے لئے ہر طرف قاصد روانہ
کئے اور حضرت سعد بن وقاص کو لکھا کہ وہ کوفہ سے قعقاع بن عمر کو چار
ہزار سواروں کے ساتھ فوراً حمص بھیجدیں۔ ساتھ ہی سہیل بن عدی کے
پاس حکم بھیجا کہ وہ رقہ کی طرف پیش قدمی کرکے اہل جزیرہ کو حمص جانے
سے روک لیں۔ اور عبداللہ بن عتبان کو حکم بھیجا کہ وہ نصیبین ہوتے ہوئے
حران اور رہا کی طرف پیش قدمی کریں۔ ولید بن عقبہ کو عرب قبائل
تنوخ اور ربیعہ کی روک تھام پر مامور فرمایا۔ جو عیسائی مذہب رکھتے تھے
اور جزیرہ میں آباد تھے۔ بصورت جنگ ان تمام امراء پر عیاض بن غنم کو
سردار مقرر کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں انتظامات پر اکتفا نہیں کیا۔
حضرت ابو عبیدہ کو براہ راست امداد دینے کی غرض سے خود شام تشریف
لے گئے۔ اور جابیہ میں اترے، اہل جزیرہ کو معلوم ہوا کہ اسلامی فوجیں
خود ان کے علاقے میں پہنچ گئی ہیں۔ تو وہ جزیرہ واپس چلے گئے، رومی
حمص کے علاقہ میں داخل ہو چکے تھے۔

ایک روز رومی فوج کے عیسائی عربوں نے خفیہ طور پر حضرت
خالد کے پاس آدمی بھیجکر کہلایا کہ اگر آپ کہیں تو ہم ابھی رومیوں سے
علیحدہ ہو جائیں۔ یا عین حالت جنگ میں ان کا ساتھ چھوڑ دیں۔
حضرت خالد نے جواب میں فرمایا "مجھکو نہ تمھارے رہنے کی

پرواہے نہ رومیوں کا ساتھ چھوڑ کر چلے جانے کی۔ میرے نزدیک تمہارا عدم وجود برابر ہے۔"

حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت خالد سے رومیوں پر حملہ کرنے کے متعلق رائے طلب کی۔ وہ پہلے ہی سے حملے کے حق میں تھے۔ جواب دیا "اب عیسائیوں سے کس بات کا خطرہ ہے وہ کثرت تعداد کے بھروسہ پر لڑتے ہیں اور اب تو انھیں یہ بات بھی حاصل نہیں رہی۔"

دونوں حضرات کے اتفاق رائے سے حملہ کی تیاری شروع ہوئی صفیں درست ہو چکیں تو حضرت ابو عبیدہ نے مجاہدین کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"آج جو ثابت قدم رہے گا اور زندہ بچ جائے گا۔ وہ ملک و مال سے بہرہ ور ہو گا۔ اور جو مارا جائیگا۔ وہ مرتبۂ شہادت سے سرفراز ہو گا، میں شہادت دیتا ہوں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص مرے اور مشرک ہو کر نہ مرے وہ ضرور جنت میں جائیگا

مجاہدین نے اس جوش سے حملہ کیا کہ رومی تاب مقابلہ نہ لا سکے اور بھاگتے ہوئے مرج الروم تک چلے گئے۔ یہ رومیوں کی حوصلہ مندی کا آخری مظاہرہ تھا۔ اس بار یہ شمع بھڑک کر بجھی تو ہمیشہ کے لئے بجھ گئی۔

اختتام جنگ کے تیسرے روز قعقاع بن عمر عراق سے پہنچے حضرت

ابو عبیدہ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں فتح کی خوشخبری اور قعقاع بن عمرؓ کے آنے کی اطلاع بھیجی تو آپ نے حکم بھیجا کہ مال غنیمت میں قعقاع کو بھی حصہ دیا جائے۔

عیاض بن غنم نے جزیرہ پہنچ کر سہیل بن عدی کو رقہ کی طرف روانہ کیا۔ ابھی اسلامی فوج نے شہر کا محاصرہ ہی کیا تھا کہ اہل شہر نے جزیہ دینے کی شرط پر صلح کرلی۔ عیاض بن غنم نے خود حرّان کی طرف پیش قدمی کی۔ جزیرہ میں جو عربی قبائل آباد تھے ان میں سے قبیلہ ایاد بن نزار (بنو تغلب) رومیوں کے ساتھ چلا گیا تھا۔ باقی سب نے مجاہدین کا ساتھ دیا۔ اہل حران نے بھی جزیہ دینا منظور کیا اور امان نامہ لکھ دیا گیا۔ اس کے بعد سہیل اور عبداللہ رہا کی طرف بھیجے گئے۔ اہل رہا نے بھی جزیہ دینے کی شرط پر صلح کی درخواست کی جو منظور کرلی گئی۔

اسی طرح قلیل ترین مدت میں چھوٹی چھوٹی جنگوں کے بعد جزیرہ کے تمام شہر مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے۔ جن کے نام یہ ہیں۔
رقہ۔ حرّان۔ نصیبین۔ میافارقین۔ سمساط۔ سروج۔ قرقیسا
زوزان۔ عین الوردۃ

حضرت ابوعبیدہ نے حضرت عمرؓ کو جزیرہ کی فتح کا خط لکھا اس کے بعد آپ جابیہ سے مدینہ منورہ واپس چلے گئے۔
قبیلہ بنو ایاد جو رومی علاقے میں چلا گیا تھا اس کے متعلق حضرت عمرؓ نے قیصر ہرقل کو لکھا کہ ”ایک عرب قبیلہ ہمارا علاقہ چھوڑ کر تمہارے

علاقے میں چلا گیا ہے تم اسے اپنے یہاں سے نکال دو ورنہ ہم عیسائیوں کو بھی اپنے علاقے سے نکال کر تمھارے پاس بھیج دیں گے،

ہرقل نے آپ کا مکتوب پاتے ہی قبیلۂ ایاد کو جو چار ہزار افراد پر مشتمل تھا اپنے علاقے سے نکال دیا اور اسے پھر شام اور جزیرے میں واپس آجانا پڑا، ولید بن عقبہ نے اس قبیلے کو قبول اسلام پر مجبور کرنے کے لئے حضرت عمر سے استصواب رائے کیا۔ آپ نے لکھا کہ اگر وہ جزیہ دینے پر رضامند ہوں تو ان کو اسلام لانے پر مجبور نہ کیا جائے۔ یہ امر کہ عربوں سے جزیہ قبول نہ کیا جائے ان سے صرف اسلام کا مطالبہ کیا جائے۔ جزیرۃ العرب کے لیے مخصوص ہے۔ اس لئے اگر وہ جزیہ دے کر صلح کرنا چاہیں تو صلح کرلی جائے۔ البتہ صلحنامہ میں یہ بات صاف کردو کہ وہ ان لڑکوں کو نصرانی نہ بنائیں جن کے باپ مسلمان ہوچکے ہوں اور جو عیسائی مسلمان ہونا چاہیں انھیں اس سے نہ روکیں۔

علامہ طبری نے اس واقعہ کو اسی طرح لکھا ہے لیکن ابن خلدون اور ابن اثیر وغیرہما نے باپ کے اسلام کی قید و تخصیص کے بغیر لکھدیا ہے کہ وہ اپنے لڑکوں کو نصرانی نہ بنائیں جو خلافِ حقیقت ہے۔ [1]

امارت

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ میں جہاں بڑے بڑے اوصاف

---

[1] یہ واقعات ترجمہ ابن خلدون اور اس کے حاشیہ سے لئے گئے ہیں ۔ ۱۲

وکمالات تھے وہاں کچھ بے اعتدالیاں اور بے احتیاطیاں بھی تھیں جن کا ظہور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت ہی میں شروع ہو گیا تھا۔ اور اس بنا پر حضرت عمر نے کئی بار حضرت ابوبکرؓ کو حضرت خالدؓ کی معزولی کا مشورہ بھی دیا تھا۔ لیکن وہ ہر بار جواب دیا کرتے تھے کہ "جس تلوار کو خدا نے بے نیام کیا ہے میں اُسے نیام میں نہیں کر سکتا"

حضرت عمرؓ کی خلافت میں بھی حضرت خالد کا یہی طرز عمل جاری رہا حضرت عمر نے انھیں بارہا اصلاح حال کی طرف توجہ دلائی لیکن انھوں نے اپنی روش ترک نہ کی، وہ انعام میں شعراء کو بڑی بڑی رقمیں دیدیا کرتے تھے۔ ایک بار اشعث بن قیس کو دس ہزار درہم دیدیئے۔ حضرت عمر کو اطلاع ہوئی تو آپ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو لکھا کہ "خالد سے مجمع عام میں دریافت کیا جائے کہ تم نے اشعث بن قیس کو یہ روپیہ کہاں سے دیا! اگر مسلمانوں کے مال سے دیا ہے تو یہ خیانت ہے اور اپنی جیب سے دیا ہے تو یہ اسراف ہے۔ یہ دونوں صورتیں اس قابل ہیں کہ ان کو معزول کر دیا جائے۔ حضرت عمرؓ کا یہ حکم عین معرکۂ جنگ میں پہنچا۔ اس کی تعمیل اس طرح ہوئی کہ حضرت خالد اسی حالت میں علیحدہ کئے گئے۔ اور حضرت ابوعبیدہ نے ان سے دریافت کیا "تم نے یہ رقم کہاں سے دی؟"

انھوں نے جواب دیا۔ "اپنے مالِ غنیمت سے"!

حضرت ابوعبیدہ نے حضرت عمرؓ کا حکم سنا کر معزولی کے طور پر ان کی ٹوپی اُتار لی اور عمامے کو گردن میں ڈالدیا۔

حضرت خالدؓ نے کہا "میں نے حکم سنا اور قبول کیا۔ میں اب بھی افسروں کے احکام کی تعمیل اور خدمتوں کی بجاآوری کے لئے تیار ہوں۔

اللہ اللہ! صحابۂ کرام ارشادِ ربانی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْۚ کی عملی تفسیر تھے۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے براہِ راست اس معاملہ کی تحقیق کے لئے حضرت خالد کو اپنے پاس طلب فرمایا۔

حضرت خالد نے کہا۔ میں نے اپنے حصے کے مالِ غنیمت سے وہ رقم دی تھی آپ حساب کر لیں اور ساٹھ ہزار سے زائد جو نکلے وہ آپ لے لیں۔"

حضرت عمر نے حساب کرایا تو بیس ہزار سے زائد نکلے وہ آپ نے بیت المال میں داخل کر لئے، اس کے بعد تمام مقبوضات و ممالک میں اعلان کرا دیا کہ میں نے خالد کو خیانت کے جرم یا غصہ وغیرہ کی وجہ سے معزول نہیں کیا ان کی معزولی کی بنا صرف یہ ہے کہ مسلمان جان لیں کہ اسلامی فتوحات کا انحصار خالد کے زور و قوت پر نہیں ہے۔

حضرت خالد کی معزولی کے بعد حضرت عمر نے دمشق کی امارت پر بھی حضرت ابو عبیدہؓ کو مامور کر دیا۔

یہ واقعہ ۱۸ھ کا ہے۔

حضرت خالد دمشق سے روانہ ہونے لگے تو انھوں نے کہا "مسلمانو! تمھیں خوش ہونا چاہیئے امین الامت تمہارے والی ہیں۔"

حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا

"میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے

کہ خالد خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں"

غور کیجیے صحابۂ کرام میں باہم کتنا اخلاص تھا اور وہ ایک دوسرے کی کتنی قدر و منزلت کرتے تھے۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے فریضۂ امارت کو بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا ۱۸ھ میں عرب میں ایک سخت قحط پڑا، حضرت عمرؓ نے اپنے تمام والیان و امراء کو فرمان بھیجے کہ وہ غلہ فراہم کرکے مدینہ روانہ کریں۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے اس موقع پر بڑی سعی و کاوش سے کام لیا اور چار ہزار اونٹ غلہ مدینہ منورہ بھیجا۔

اسلام کی تبلیغ و اشاعت صحابۂ کرام کی زندگی کا مقصد اولین تھا۔ وہ جب بھی موقع پاتے تھے اس فرض کی ادائیگی کی کوشش کرتے تھے۔

چنانچہ حضرت ابو عبیدہؓ نے۔ قبیلہ تنوخ، بنو سلیح، اور عرب کے دوسرے قبیلوں کو جو شام میں آباد تھے اور عیسائی مذہب اختیار کر چکے تھے، اسلام کی تبلیغ کی اور وہ سب مسلمان ہو گئے۔ بعض رومیوں نے بھی آپ کی دعوت پر اسلام قبول کیا۔ [1]

---

[1] سیر المہاجرین، حالات حضرت ابو عبیدہؓ و حضرت خالدؓ بن ولیدؓ

فضائل ومحاسن

حضرت امین الامت کے فضائل ومحاسن اور سیرت واخلاق کے جو پاکیزہ اور روشن نمونے گذشتہ اوراق میں بکھرے ہوئے ہیں ضرورت ہے کہ ان کو جمع کرکے یہاں ایک خاص ترتیب سے پیش کیا جائے تاکہ ان سے آسانی کے ساتھ اسباق و بصائر حاصل کئے جا سکیں۔

آغاز اسلام میں جب اسلام کا نام لینا ہی ہر طرح کے آلام ومصائب کو دعوت دینا تھا حضرت ابو عبیدہؓ نے دعوتِ حق قبول کی۔ اس کے بعد جو مصیبتیں اور دشواریاں بھی پیش آئیں آپ نے ان کا خیر مقدم کیا جو قربانی پیشہ بزرگ دین کی خاطر سب سے پہلے اعزہ واقارب اور وطن عزیز کو خیرباد کہکر حبشہ کو ہجرت کر گئے۔ ان میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

ایمان و اسلام کی راہ میں جب کبھی کوئی آزمائش پیش آئی آپ اس میں پورے اترے۔ غزوۂ بدر میں امین الامت اسلامی صف میں تھے۔ اور آپ کے والد عبداللہ صف کفار میں تھے۔ یہ مرحلہ کتنا سخت تھا لیکن حضرت امین الامت کے جذبۂ ایمانی کے مقابلے میں اس کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ آپ نے ایک ہی وار میں باپ کا کام تمام کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کو آپ کا یہ اسوۂ ایمان اس قدر پسند آیا کہ اس نے اپنے کلام مقدس میں اسے جاوداں بنا دیا۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ	جو لوگ خدا اور روز آخرت پر ایمان لائے
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ	ان کو تم ایسا نہ پاؤ گے۔ کہ وہ خدا اور
حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ	رسول کے مخالفین سے محبت رکھتے ہوں
كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ	اگرچہ وہ اُن کے باپ بیٹے بھائی اور
اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ	اہل خاندان ہی کیوں نہ ہوں۔
اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ	یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں خدا نے
الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ	ایمان نقش کر دیا ہے اور ان کو اپنی رحمت
مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ	سے مدد دی ہے وہ ان کو ایسے باغوں
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا	میں داخل کرے گا جن میں نہریں جاری
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ	ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔
رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا	اللہ اُن سے راضی ہوگا اور وہ اللہ سے
عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ	راضی ہونگے۔ یہ لوگ اللہ کے گروہ ہیں اور
اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ	حق یہ ہے کہ اللہ ہی کا گروہ فلاح
الْمُفْلِحُوْنَ ■	پانے والا ہے۔

حضرت امین الامت کو حضور رسالت میں بھی خاص قدر و منزلت حاصل تھی، غزوہ ذات السلاسل میں حضرت عمرو بن العاص کی درخواست پر حضور نے امدادی فوج بھیجی تو اس کا سپہ سالار حضرت ابو عبیدہؓ کو مقرر فرمایا۔ حالانکہ اس فوج میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ جیسے بزرگ بھی موجود تھے۔

حضرت امین الامت کے فضائل میں متعدد حدیثیں وارد ہیں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

ان النبی صلے اللہ علیہ والہٖ	حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم
وسلم قال ابوبکر فی الجنۃ	نے فرمایا۔ ابوبکر جنتی ہیں۔ اور
وعمر فی الجنۃ وعثمان فی	عمر جنتی ہیں۔ عثمان جنتی ہیں۔ علی
الجنۃ وعلی فی الجنۃ وطلحۃ	جنتی ہیں۔ طلحہ جنتی ہیں۔
فی الجنۃ والزبیر فی الجنۃ و	زبیر جنتی ہیں۔ عبدالرحمن
عبدالرحمن بن عوف	بن عوف جنتی ہیں۔
فی الجنۃ وسعد بن ابی	سعد بن ابی وقاص جنتی ہیں۔
وقاص فی الجنۃ وسعید	سعید بن زید جنتی ہیں۔
ابن زید فی الجنۃ وابو	ابوعبیدہ بن الجراح جنتی ہیں
عبیدۃ بن الجراح فی الجنۃ	

(رواہ الترمذی وابن ماجہ)

عن ابی ھریرۃ قال قال	حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ	آپ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نعم الرجل ابوبکر	وسلم نے فرمایا ابوبکر بہترین آدمی ہیں
نعم الرجل عمر۔ نعم الرجل	عمر بہترین آدمی ہیں۔ ابوعبیدہ بن
ابوعبیدۃ بن الجراح	الجراح بہترین آدمی ہیں۔

(جامع الترمذی ابواب المناقب)

عن عبد الله بن شقيق قال قلت لعائشة اى اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم كان احب اليه قالت ابو بكرؓ۔ قلت ثم من۔ قالت ثم عمر، قلت ثم من۔ قالت ثم ابو عبيدة بن الجراح۔ قلت ثم من۔ فسكتت

حضرت عبد اللہ بن شقیق سے مروی ہے کہ انھوں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک صحابہ میں سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟ حضرت عائشہ نے فرمایا۔ ابو بکر! میں نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا عمر میں نے پوچھا پھر کون؟ کہا ابو عبیدہ بن الجراح! میں نے پوچھا پھر کون؟ اس پر وہ چپ ہو گئیں۔

(جامع ترمذی ابواب المناقب)

عن ابن ابی ملیکة قال سمعت عائشة وسئلت من کان رسول الله صلی الله علیه وسلم مستخلفا لو استخلفه قالت ابو بکر فقیل ثم من بعد ابی بکر قالت عمر قیل من بعد عمر قالت ابو عبیدة بن الجراح۔

حضرت ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں۔ میں نے حضرت عائشہؓ سے سنا لوگوں نے ان سے سوال کیا کہ اگر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو اپنا خلیفہ بناتے تو کسے بناتے؟ آپ نے فرمایا ابوبکر صدیق کو۔ لوگوں نے پھر پوچھا ابو بکر کے بعد حضور کسے خلافت عطا فرماتے؟ کہا عمر فاروق کو۔ لوگوں نے پھر پوچھا کہ عمر کے بعد حضور کسے خلیفہ بناتے؟ فرمایا۔ ابوعبیدہ بن الجراح کو

(رواہ مسلم)

عن انس رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال ارحم امتی بامتی ابو بکر

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت میں میری امت پر سب سے زیادہ مہربان ابوبکر ہیں

واشدھم فی امر اللہ عمر	اور حکم خدا کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخت عمر ہیں
واصدقھم حیاء عثمان و	اور حیا میں سب سے راست باز عثمان ہیں اور
افرضھم زید بن ثابت و	فرائض دمواریث کے سب سے زیادہ عالم
اقرءھم ابی بن کعب و اعلمھم	زید بن ثابت ہیں اور علم قرأت کے سب سے بڑے ماہر ابی
بالحلال والحرام معاذ بن جبل	ابن کعب ہیں اور حلال و حرام کے سب سے عالم معاذ بن جبل ہیں
ولکل امۃ امین وامین ھذہ	اور ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت
الامۃ ابو عبیدۃ بن الجراح	کے امین ابو عبیدہ بن الجراح ہیں ۔

مشکوٰۃ بروایت امام احمد اور ترمذی)

عن حذیفۃ قال جاء اھل	حضرت حذیفہ بن الیمان سے روایت ہے
نجران الی رسول اللہ صلی	کہ اہل نجران (یمن) حضرت رسول اللہ صلی اللہ
اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول	علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست
اللہ ابعث الینا رجلا مینا	کی کہ آپ کسی امین شخص کو ہمارے یہاں بھیجئے
قال لابعثن الیکم رجل	حضور نے فرمایا میں تمہارے یہاں ایک مرد امین کو
امین حق امین ۔ فاستشرف	بھیجوں گا جس کی امانت مسلم ہے حضور کا یہ ارشاد کر
لھا الناس ۔ قال فبعث ابا	لوگ دیکھنے لگے کہ یہ شرف دیتیا زکسے عطا ہوتا ہے حذیفہ
عبیدۃ بن الجراح	کہتے ہیں کہ حضور نے ابو عبیدہ بن الجراح کو نجران بھیجا ۔

(متفق علیہ)

صحابۂ کرام بھی حضرت امین الامت کی نہایت قدر و منزلت کرتے تھے
حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت کے مسئلہ

مہاجرین و انصار میں اختلاف ہوا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت کے لئے حضرت امین الامت کا نام پیش کیا، آپ نے انصار کو مخاطب کر کے فرمایا

یہ عمر بن الخطاب موجود ہیں ان کے متعلق حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان کی ذات سے خدا نے دین کو معزز کیا، اور یہ ابو عبیدہ بن الجراح موجود ہیں جن کو امین الامت کے نام سے ممتاز کیا گیا ہے ان دونوں میں سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کر لو۔

لیکن حضرت عمر کے ساتھ اس پیکر اخلاص و ایثار نے بھی اپنے استحقاق کو نظر انداز کر کے حضرت صدیق اکبر کے دست مبارک پر بیعت کر لی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں شام پر فوجیں بھیجیں تو اس کو متعدد حصوں پر تقسیم کر کے ہر حصے پر ایک سپہ سالار مقرر کیا اور ہدایت فرمائی کہ ضرورت کے مطابق ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں اور جس وقت تمام سپہ سالار ایک مقام پر جمع ہوں تو ابو عبیدہ سپہ سالار اعظم ہوں۔ قبیلہ طے کے چھ سو مجاہدین جہاد شام میں شریک ہونے کے لئے آئے ان کے سردار نعمان بن زیاد ساتھ تھے انھوں نے حضرت ابو بکرؓ سے درخواست کی کہ ہمیں کسی بزرگ امیر کے ماتحت شام بھیجئے، آپ نے فرمایا، "میں تمھیں ابو عبیدہ بن الجراح کی ماتحتی میں بھیجوں گا، جو میرے تمام امرائے لشکر میں افضل ہیں۔ وہ سفر و حضر ہر حال میں تمھارے بہترین رفیق ثابت ہوں گے۔

اسی طرح قبیلہ ہمدان کے سردار حمزہ بن مالک بھی اپنے قبیلے کے دو ہزار آدمیوں کے ساتھ آئے۔ حضرت ابو بکر صدیق نے انھیں شام روانہ کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ "وہاں جاکر جس سپہ سالار کی فوج میں چاہنا شامل ہوجانا، حمزہ بن مالک نے شام پہنچ کر مسلمانوں سے پوچھا، کہ حضور نبوی میں سب سے زیادہ قدر و منزلت کس سپہ سالار کو حاصل تھی؟ مسلمانوں نے حضرت امین الامت کا نام بتایا اور وہ آپ کی فوج میں شامل ہوگئے۔ آپ حمزہ بن مالک کے ساتھ نہایت اخلاق سے پیش آئے اور ان کے ساتھیوں کے لئے دعائے خیر فرمائی،

شام کے مختلف حصوں کے لیے جو لوگ سپہ سالار بنائے گئے تھے ان میں حضرت عمرو بن العاص بھی تھے، انھوں نے حضرت ابو بکر صدیق سے درخواست کی کہ وہ شام کے سپہ سالار اعظم بنادیئے جائیں، حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ "یہ منصب ابو عبیدہ بن الجراحؓ کے سپرد کیا گیا ہے" اس کے بعد حضرت عمروؓ بن العاصؓ، حضرت عمر فاروق رضؓ سے ملے اور ان سے اپنے فضائل و کمالات بیان کرکے خواہش ظاہر کی کہ وہ حضرت ابو بکر صدیق سے ان کے سپہ سالار اعظم بنائے جانے کی سفارش کردیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا

ابو عبیدہ تم سے افضل ہیں، اس لئے میں اس بات کی سفارش نہیں کرسکتا کہ تم کو ابو عبیدہ پر ترجیح و فوقیت دیجائے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں۔

می گفت امیرالمؤمنین عمر در روز موت خود — یعنی حضرت عمر نے اپنی وفات کے روز فرمایا

اگر ابوعبیدہ بن الجراح می بودے می تفویض
ایں کار بوے۔ یعنی امر خلافت را ایا
اختیار در رابدست مشاورت وے
تفویض می کردم۔

کہ اگر ابو عبیدہؓ موجود ہوتے
تو میں خلافت کا معاملہ یا اس کے
مشورے کا اختیار ان کے
سپرد کر دیتا۔

(باب مناقب عشرہ مبشرہ)

فنِ حرب میں حضرت خالد بن ولید کو خاص امتیاز حاصل تھا، وہ اپنی اسی استعداد و صلاحیت کی بنا پر حضور رسالت سے سیف اللہ کا لقب پا چکے تھے۔

حضرت ابوبکر نے ان کو عراق کی مہم پر مامور فرمایا تھا، بعد میں ضرورت کے پیش نظر ان کو شام کا سپہ سالار اعظم بنا کر بھیجنا چاہا تو حضرت ابوعبیدہؓ کے نام خط لکھا اس میں تحریر تھا۔

"میں نے آپ کی جگہ خالد کو اس لئے مامور نہیں کیا ہے کہ میرے نزدیک وہ آپ سے افضل ہیں، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ معاملات جنگ میں انھیں زیادہ درک و مہارت حاصل ہے"

حضرت خالد بن ولید حضرت امین الامت کے مرتبے سے واقف تھے چنانچہ انھوں نے عراق سے شام کے لئے روانہ ہوتے ہوئے آپ کو اس اعزاز و اکرام کے ساتھ خط لکھا۔

آپ جس مرتبے پر فائز ہیں اس پر برقرار رہیں گے، میں نہ آپکی نافرمانی کروں گا نہ مخالفت کروں گا۔ نہ آپ کے بغیر کسی معاملہ

کا فیصلہ کروں گا، آپ سید المسلمین ہیں، نہ میں آپ کی فضیلت
و بزرگی کا منکر ہو سکتا ہوں اور نہ آپ کی رائے سے بے نیاز"

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ خود بڑے پایہ کے صحابی تھے اور شام میں برابر حضرت ابو عبیدہ کے رفیقِ جہاد رہے، انھوں نے آپ کی وفات پر جو دلگداز اور پر اثر خطبہ دیا اس میں ارشاد فرمایا۔

مسلمانو! تم کو ایک ایسے شخص کی جدائی کا سانحہ پیش آیا ہے
جس کا بندگانِ خدا میں میں نے مثل نہیں دیکھا، بخدا اب
ان کا سا کوئی شخص تمہارا سردار نہ ہو گا"

اس کے بعد جب آپ نے اس سانحہ جانکاہ کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا تو اس میں تحریر فرمایا۔

آپ اس شخص کو صبر کیجئے جو خدا کا امین تھا، اور جسے ہم اور
آپ دونوں بہت عزیز رکھتے تھے"

حضرت امین الامت نے فیاضِ ازل سے ہمہ گیر استعداد و صلاحیت پائی تھی، اخلاص و عمل ایسا کہ خود رسولِ امین نے امین الامت کے لقب سے سرفراز فرمایا، اور عام استعداد و قابلیت اس پائے کی کہ صدیق اکبر رضؓ خلیفۂ اول نے آپ کو مستحقِ خلافت سمجھا۔ شجاعت و بہادری اور صلاحیتِ حربی ایسی کہ بڑے بڑے مردانِ کارزار اور ماہرینِ جنگ کی موجودگی میں سپہ سالاری عظمیٰ کے منصب سے سرفراز ہوئے۔ دینی دانش و بصیرت میں آپ کا جو مرتبہ تھا اس کا اندازہ اس گفتگو سے ہو سکتا ہے جو آپ نے رومی پیغام بر

جارج سے فرمائی جب وہ جنگِ یرموک کے دوران میں آپ کے پاس پہنچ سپہ سالار کا پیغام لے کر آیا تھا۔

جارج نے پوچھا "تمھارے رسول نے اپنے بعد بھی کسی پیغمبر کے آنے کی خبر دی ہے؟"

حضرت ابوعبیدہ نے جواب دیا "یہ خبر ہی نہیں دی ہے بلکہ اس کے برعکس یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ البتہ حضرت عیسیٰ نے ہمارے رسول کی آمد کی بشارت دی تھی۔"

جارج نے کہا "میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ نے ایک شتر سوار رسول کی بعثت کی خبر دی ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ وہ تمھارے ہی رسول ہیں، اچھا یہ بتاؤ کہ حضرت عیسیٰ کے بارے میں تمھارا کیا عقیدہ ہے؟"

حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا "ہمارے رسول نے ان کے متعلق وہی فرمایا ہے جو خود اللہ کا ارشاد ہے۔ یعنی

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ○	اللہ کے نزدیک عیسیٰ بھی آدم کے مثل ہیں۔ جن کو اللہ نے مٹی سے پیدا کیا اور فرمایا کہ ہو جا۔ بس وہ ہو گئے۔

اور یہ بھی فرمایا ہے۔

یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ	اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو، اور اللہ کے بارے میں جو کچھ کہو حق کہو، عیسیٰ ابن مریم محض خدا کے رسول ہیں

مَرْيَمَ رَسُولُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهُ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ط اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ط سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ م لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ط وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ۝ (س النسا ۲۲)

اور اس کا کلمہ جسے اس نے مریم کی طرف القا کیا۔ اور اس کی طرف سے ایک روح ہے پس اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور تین خدا کہو اس عقیدے سے باز آجاؤ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اللہ معبود واحد ہے وہ اس بات سے پاک ہے کہ کوئی اس کا بیٹا ہو آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے، اور اللہ کارسازی کے لئے کافی ہے مسیح کو خدا کا بندہ ہونے میں عار ہے اور نہ ملائکہ مقربین کو۔ اور جو کوئی اللہ کی بندگی میں عار سمجھے تو وہ وقت دور نہیں کہ اللہ ایسے تمام لوگوں کو اپنے پاس جمع کرے گا،

(سورہ ن، پارہ لایحب اللہ)

حضرت ابوعبیدہ نے اپنی انتہائی بصیرت مندی سے جارج کے جواب کے لئے قرآن کریم کی یہ آیتیں انتخاب کیں جن سے اس پر اسلام کی حقیقت منکشف ہو گئی۔ اور وہ مسلمان ہو گیا۔

حضرت امین الامت کو تقریر و خطابت میں بھی خاص درک حاصل تھا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت کے مسئلے نے انتہائی پیچیدگی اختیار کر لی تھی، پہلے تو انصار اپنے ہی کو مستحق خلافت

سمجھتے تھے اور انھوں نے اس منصب کے لئے حضرت سعد بن عبادہ کو منتخب بھی کر لیا تھا، حضرت ابو بکر بہت بڑے خطیب و مقرر تھے، اور اس موقع پر آپ نے نہایت زبردست تقریر فرمائی، لیکن اس سے مسئلہ سلجھنے کے بجائے اور الجھ گیا۔ حضرت حباب بن المنذر نے یہ تجویز پیش کی کہ انصار اور قریش دونوں میں سے ایک ایک خلیفہ مقرر ہوں، اور ساتھ ہی اپنے گروہ کو مخاطب کر کے کہا کہ

"مستحق خلافت تو صرف انصار ہیں۔ ہم رفع نزاع کے لئے اس صورت پر رضامند ہیں۔ لیکن اگر مہاجرین اس صورت کو بھی منظور نہ کریں تو ان کو بزور اسلحہ یہاں سے نکال دیا جائے۔"

اس پر حضرت عمر اور حضرت حباب بن المنذر میں سخت کلامی تک کی نوبت پہنچ گئی۔ اس نازک مرحلے پر حضرت ابو عبیدہ نے انصار کو مخاطب کر کے ایک تقریر کی جس میں فرمایا۔

یا معاشر الانصار انکم کنتم اول من نصر فلا تکونوا اول من غیر۔	"حضرات انصار! تم وہ ہو جنھوں نے سب سے پہلے اسلام کی مدد کی پھر تمھیں سب سے پہلے بانیٔ اختلاف و افتراق نہ ہو۔"

آپ کی اس تجی تلی نفسیاتی تقریر نے انصار کا نقطۂ نظر ہی تبدیل کر دیا۔ حضرت بشیر بن سعد انصاری نے کہا کہ

بے شک مستحق خلافت قریش ہی ہیں ہم نے دین کی نصرت کی لیکن اس سے ہماری غرض دنیا نہ تھی، ہمارے پیش نظر

اللہ کی رضا اور اس کے رسول کی اطاعت تھی "۔

حضرت حباب بن المنذر نے کہا "تم نے بڑی بزدلی ظاہر کی"۔ انھوں نے
جواب دیا" اس میں بزدلی کی کوئی بات نہیں، کیا تم نے حضرت رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں سنا، الائمۃ من قریش اس ارشا
رسول کے سامنے تمام انصار کی گردنیں جھک گئیں۔ اور حضرت ابو بکر
خلیفہ منتخب ہو گئے۔

صحابۂ کرام کی سب سے بڑی خوبی یہی اطاعتِ رسول تھی او
اسی میں اُن کی کامیابی اور فوز و فلاح کا راز مضمر تھا۔

جنگ یرموک میں جب مسلمان صف بستہ رومیوں سے معرکہ
ہونے کے لئے کھڑے تھے، آپ نے ان سے اس طرح خطاب فرمایا

اللہ کے بندو! اللہ سے اعانت طلب کرو، وہ تمہاری اعانت
فرمائے گا، اور تمھیں ثابت قدم بنادے گا،
مسلمانو! اللہ کا وعدہ حق ہے استقلال سے کام لو،
استقلال میں کفر سے نجات ہے، خدا کی خوشنودی ہے
ذلت آمیز شکست سے رستگاری ہے۔ خبردار جب تک
میں حملے کا حکم نہ دوں کوئی اپنی صف سے علیحدہ نہ ہو۔ ایک
قدم بھی دشمن کی طرف نہ بڑھے، جنگ میں سبقت نہ کرے
نیزے سیدھے اور سپر سامنے کر لو، بالکل ساکت و صامت
رہو۔ صرف دل میں اللہ کا ذکر کرتے رہو ——— "

سیرت و اخلاق

حضرت امین الامت سیرت و اخلاق کے جس بلند مقام پر فائز تھے اس کا صحیح اندازہ آپ کو اس وقت ہو سکتا ہے جب کتاب و سنت کا معیار اخلاق آپ کے سامنے ہو، ایک مقام پر صحابہ کرام کی نسبت ارشاد الٰہی ہے

أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۖ — وہ منکرین حق پر نہایت سخت اور آپس میں نہایت رحمدل ہیں۔

ایک مقام پر بندگان خاص کے اوصاف یوں فرمایا گیا ہے۔

وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا ۝ وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ۝ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ۝ وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا ۝ (الفرقان پ ۱۹)

خدا کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین پر تواضع سے چلتے ہیں۔ اور جب جاہل لوگ ان سے جہالت کے ساتھ خطاب کرتے ہیں تو وہ جواب میں سلامتی کی باتیں کرتے ہیں۔ اور وہ جو اپنے پروردگار کے حضور سجدے اور قیام میں راتیں گذارتے ہیں اور جو دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے عذاب جہنم کو دور رکھیو، کیونکہ اس کا عذاب پوری تباہی ہے اور وہ بُرا ٹھکانا اور بُرا مقام ہے اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف سے کام لیتے ہیں اور نہ تنگی سے، ان کا خرچ کرنا دونوں حالتوں کے درمیان اعتدال سے ہوتا ہے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لا تکونوا امعۃ تقولون ان احسن الناس احسنا وان ظلموا ظلمنا ولکن وطنوا انفسکم ان احسن الناس ان تحسنوا وان اساؤا فلا تظلموا۔

(ترمذی البر والصلہ)

لوگو! بد لحاظ نہ ہو، کہنے لگو۔ اگر لوگ اچھا سلوک کریں گے۔ تو ہم بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں گے اور اگر ظلم کریں گے تو ہم بھی ان پر ظلم کریں گے نہیں بلکہ اپنے نفسوں کو اس پر سدھاؤ کہ اگر لوگ اچھا سلوک کریں تو ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور اگر وہ برا سلوک کریں تو ان پر ظلم نہ کرو

حضور کا ایک اور ارشاد ہے،

افضل الفضائل ان تصل من قطعک وتعطی من منعک وتصفح عمن شتمک۔

(مسند احمد)

تمام فضیلتوں میں سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ جو شخص تجھ سے قطع تعلق کرے تو اس سے تعلق قائم کرے۔ اور جو تجھ سے داد و ستد بند کردے تو اس سے داد و ستد جاری رکھے اور جو تجھے برا کہے تو اسے معاف کردے

اللہ و رسول کے ان ارشادات کو پیش نظر رکھیے اور دیکھیے۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت معاذ بن جبل حضرت امین الامت کے اخلاق و فضائل کے متعلق کیا شہادت دیتے ہیں؟

حضرت ابو عبیدہ مجاہدین کو لے کر شام کے لیئے روانہ ہونے لگے۔ تو حضرت ابو بکر صدیق نے عرب کے مشہور شہسوار حضرت قیس بن مکشوح کو مخاطب کرکے فرمایا۔

میں تم کو ابو عبیدۃ الامین کی سرکردگی میں بھیج رہا ہوں جو اس قسم کے بزرگ ہیں کہ جو ان کے ساتھ زیادتی کرتا ہے۔ یہ اسے برداشت

کر لیتے ہیں جو ان کے ساتھ بُرائی کرتا ہے یہ اسکو معاف کر دیتے ہیں۔ اور جو ان سے علیحدگی اختیار کرتا ہے یہ اس سے ملتے ہیں۔ مسلمانوں پر نہایت مہربان ہیں اور کافروں پر بہت ہی سخت ہیں، اسی لئے تم لوگ کسی امر میں ان کی نافرمانی نہ کرنا نہ کسی معاملے میں ان کی مخالفت کرنا، وہ تمہیں جو حکم دیں گے تمہاری بھلائی کے لئے دیں گے ــــ"

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے حضرت امین الامت کی لاش مبارک کو سپردِ خاک کرنے کے بعد مزار سے مخاطب ہو کر خدا کی قسم کے ساتھ فرمایا۔

میری دانست میں آپ اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جو زمین پر خاکساری سے چلتے ہیں اور جب ان سے جہلا مخاطب ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ تم پر سلامتی ہو۔ اور جو اپنے پروردگار کے لئے نماز میں کھڑے ہو کر راتیں گذارتے اور سجدوں میں پڑے رہتے ہیں اور جو خرچ کرتے ہیں نہ مسرف ہوتے ہیں اور نہ بخیل۔ بلکہ ہر حال میں حدِ اعتدال پر قائم رہتے ہیں، خدا کی قسم آپ میری دانست میں خدا سے ڈرنے والے اور بندوں کے ساتھ خاکساری سے پیش آنے والے تھے اور ان لوگوں میں تھے جو یتیموں اور مسکینوں پر رحم کرتے اور جاہلوں اور مغروروں سے بیزار رہتے ہیں ــــ"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ کو "امین الامت" کے لقب سے

سرفراز فرمایا تھا، اگر ہمیں آپ کے اخلاق و کردار کے متعلق اس سے زیادہ کچھ نہ معلوم ہوتا تو ہمارے لئے یہی بس تھا۔ کیونکہ اس ایک جملے میں سارے اخلاقی فضائل و محامد جمع تھے، پھر حضور کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت معاذ بن جبل سے بڑی شہادت کس کی ہو سکتی ہے، ان شہادتوں کی روشنی میں دیکھئے تو معلوم ہو گا۔ کہ حضرت امین الامت کی سیرت کتابؐ سنت کی عملی تفسیر و تشریح تھی،

ان جامع اخلاقی اوصاف کی بعض تفصیلات بھی دیکھئے۔

عبرت پذیری

ایک دفعہ ایک شخص آپ کے گھر آیا، دیکھا تو آپ زار و قطار رو رہے ہیں۔ اس نے متعجب ہو کر پوچھا "خیریت تو ہے، آپ اس قدر رو کیوں رہے ہیں؟"

آپ نے فرمایا "ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے آئندہ فتوحات و ترقی کا ذکر کرتے ہوئے شام کا تذکرہ فرمایا۔ اور کہا۔

ابو عبیدہ! اگر اس وقت تک تمہاری عمر وفا کرے، تو تمہارے لئے صرف تین خادم کافی ہوں گے۔ ایک خاص تمہاری ذات کے لئے اور ایک تمہارے اہل و عیال کے لئے، اور ایک سفر میں ساتھ جانے کے لئے۔ اسی طرح سواری کے تین جانور کافی ہوں گے۔ ایک تمہارے لئے، ایک غلام کے لئے اور ایک اسباب و سامان کے لئے۔

لیکن اب دیکھتا ہوں تو میرا گھر غلاموں سے اور اصطبل گھوڑوں سے بھرا ہوا

ہے آہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھاؤں گا، حضور انور نے فرمایا تھا کہ وہ شخص میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوگا جو اسی حال میں ملے گا جس حال میں میں اُسے چھوڑ جاؤں گا۔"

غالباً اسی عبرت پذیری کا نتیجہ تھا کہ آپ نے عیش و تنعم سے یکسر کنارہ کشی اختیار کر لی۔

اطاعت رسول

حضرت عمرو بن العاص غزوہ ذات السلاسل کی مہم پر بھیجے گئے تھے، انھوں نے امداد طلب کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ کی قیادت میں دو سو مجاہدین بھیجے، حضرت عمرو بن العاص اور حضرت ابوعبیدہ یکجا ہو گئے تو بحث پیدا ہوئی کہ ان دونوں میں سے کون امیر ہو؟ حضرت عمرو بن العاص نے کہا کہ "اصل امیر میں ہوں آپ میری اعانت کے لئے آئے ہیں۔ اسلئے آپ میرے ماتحت ہیں مگر روانگی کے وقت حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ کو ہدایت فرمائی تھی کہ آپس میں اختلاف نہ کرنا، اس ہدایت کی تعمیل میں حضرت ابوعبیدہ نے حضرت عمرو بن العاص کی ماتحتی قبول کر لی۔ واپسی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ سنا تو فرمایا۔

رحم اللہ اباعبیدۃ — اللہ ابوعبیدہ پر اپنی رحمت نازل فرمائے

سنہ ۱۸ھ ملک شام میں طاعون کی وبا پھیلی، اور حضرت عمر فاروق اس غرض سے شام تشریف لے گئے کہ اسلامی فوج کو کسی محفوظ علاقے میں

منتقل کردیں لیکن حضرت ابو عبیدہ نے صرف اس بنا پر نقل مقام سے انکار کر دیا کہ "جہاں یہ وبا پھیلی ہو۔ وہاں سے بھاگنے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے، حضرت عمر مدینہ منورہ واپس چلے آئے، حضرت عمر کو حضرت ابو عبیدہ سے بڑی محبت تھی، اس لئے آپ نے چاہا کہ ان کو اپنے پاس بلالیں، چنانچہ آپ نے حضرت ابو عبیدہ کو خط لکھا کہ مجھے آپ سے کچھ کام ہے چند روز کے لئے میرے پاس چلے آیئے، آپ حضرت عمر کا مطلب سمجھ گئے، لکھا کہ جو تقدیر میں ہے وہ ہوگا، میں اپنی جان بچانے کے لئے مسلمانوں کو چھوڑ کر یہاں سے ہٹ نہیں سکتا۔ بالآخر آپ طاعون میں مبتلا ہو گئے۔ جب آپ کی حالت نازک ہوئی تو آپ نے مسلمانوں کو جمع کر کے ایک تقریر کی جس میں فرمایا۔

"یہ مرض خدا کی رحمت اور تمھارے نبی کی دعوت ہے پہلے بھی بہت سے نیک اور صالح لوگ اس مرض میں مر چکے ہیں، اور ابو عبیدہ بھی خدا سے اس سعادت میں حصہ یاب ہونے کا آرزو مند ہے"

چنانچہ آپ اسی مرض میں واصل بحق ہوئے۔

محبتِ رسول غزوہ احد میں جب مسلمانوں کی حالت حد درجہ اضطراب انگیز ہو گئی اور اسی حالت میں ایک غلط فہمی کی بنا پر غل ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ تو مسلمانوں پر اور بھی بدحواسی طاری ہو گئی۔ اور ایک کو دوسرے کی خبر

نہ رہی، اس نازک ترین حالت میں صرف چند صحابہ شمع رسالت کے گرد پروانہ وار دادِ عشق و محبت دے رہے تھے۔ ان میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح بھی تھے۔ اس غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک کی شہادت کا واقعہ تو بہت مشہور ہے، لیکن یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگی کہ ایک محب رسول نے بھی اپنے دو دانت اپنے مقدس محبوب پر قربان کر دیئے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک میں خود کی دو کڑیاں چبھ گئیں تھیں۔ ان کو نکالنے میں حضرت ابو عبیدہ کا آگے کا ایک دانت ٹوٹ گیا، لیکن آپ نے اس کی کوئی پروا نہ کی، اور دوسری کڑی کے نکالنے میں اپنا آگے کا دوسرا دانت بھی نذر کر دیا،

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنی اذان کے لئے ایک خاص امتیاز رکھتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ شام چلے گئے تھے بیت المقدس کی فتح کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام گئے، تو حضرت بلال کی اذان یاد آئی، حضور کی وفات کے بعد حضرت بلال نے اذان دینی چھوڑ دی تھی، لیکن حضرت عمر کی خواہش پر ایک وقت اذان دینا منظور کر لیا، جس وقت آپ نے اذان دینی شروع کی صحابہ کو حضور کا عہدِ مبارک یاد آگیا، لوگ زار و قطار رونے لگے، حضرت ابو عبیدہ اور حضرت معاذ سب سے زیادہ رو رہے تھے، حضرت عمرؓ نے ان کو صبر کی تلقین کی اور چپ کرایا۔

تلقین و موعظت

تلقین و موعظت صحابۂ کرام کی ایک امتیازی خصوصیت تھی حضرت امین الامت میں بھی یہ خصوصیت بدرجۂ اتم موجود تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ منصب خلافت پر فائز ہوئے تو حضرت امین الامت نے ایک خط لکھ کر حق ادا کیا۔ آپ نے تحریر فرمایا:

اے عمر! ہم نے تمھیں اس حال میں دیکھا تھا جب تمھارے پیش نظر صرف اپنی ذات کا معاملہ تھا، مگر اب تم امت محمدیہ کے پورے معاملات کے ذمہ دار بنا دیئے گئے ہو سیاہ وسفید کل تمھارے ہاتھ میں دے دیا گیا ہے، اب دشمن اور دوست، معزز اور حقیر، کمزور اور قوی، سب تمھارے سامنے بیٹھیں گے، تمھارے انصاف میں ہر شخص کا حق و حصہ ہوگا، اس لئے اے عمر! دیکھنا یہ ہے کہ اب تم کیسے ثابت ہوتے ہو اور کیا کرتے ہو؟۔

اے عمر! ہم تمھیں وہ دن یاد دلاتے ہیں جب دلوں کی جانچ کیجائے گی، پوشیدہ راز عریاں ہو جائیں گے اور چھپی ہوئی برائیاں ظاہر ہو جائیں گی۔ وہ بادشاہ قاہر جس کی سطوت کے سامنے سب عاجز و مغلوب ہیں۔ اس کے حضور سجدے میں پڑے اس کے فیصلے کا انتظار کر رہے ہونگے، اور اس کے عذاب سے لرزاں اور اس کی رحمت کے امیدوار رہونگے"

اے عمر! ہمیں بتایا گیا ہے کہ اس امت میں ایسے لوگ

بھی ہوں گے جو ظاہر کو پسند کریں گے باطن کے دشمن ہوں گے
ہم اس حالت سے پناہ مانگتے ہیں، اس لیئے اس خط کو اسی
نگاہ سے دیکھنا جس نگاہ سے ہم دیکھ رہے ہیں ——"

آپکو اس فریضہ سنہ کا اتنا خیال تھا کہ آپ دم آخر بھی اسے نہ بھولے مرض الموت نے زیادہ شدت اختیار کی تو آپ نے مسلمانوں کو جمع کر کے ان کے سامنے حسب ذیل خطبہ ارشاد فرمایا۔

لوگو! آپس میں اتحاد و اتفاق سے رہنا افسروں سے مخلصانہ تعلق رکھنا۔ انھیں فریب نہ دینا، دنیا کے دام میں نہ پھنسنا آدمی ہزار سال زندہ رہے، لیکن ایک روز اس کا بھی یہی حال ہوگا۔ جو آج میرا ہے خدا نے انسانوں کے لیئے موت لازم کر دی ہے، کوئی ہمیشہ زندہ نہیں رہ سکتا، انسانوں میں سب سے بہتر وہی ہے۔ جو اپنے خدا کا سب سے زیادہ اطاعت گزار ہو۔ اور آخرت کے لیئے سب سے زیادہ عمل صالح کرتا ہو——"

زہد و استغناء حضرت ابن الامت انتہائی زہد و استغناء کی زندگی گذارتے تھے۔ جہاد شام کے دوران میں مال غنیمت سے آپ کو جو حصہ ملتا تھا وہ خوشحالی اور شان و شوکت کی زندگی گذارنے کے لئے کم نہ تھا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شام تشریف لے گئے تو انھوں نے حضرت خالد بن ولید اور دوسرے مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ حریر و دیبا کی

قیمتی اور پرتکلف قبائیں پہنے ہوئے ہیں، لیکن حضرت امین الامت آپ ملے تو بدن پر ویسے ہی معمولی اور سادہ کپڑے تھے۔ جیسے آپ مدینہ منورہ میں پہنا کرتے تھے۔ شامی معاشرت کی تکلف پرستیوں نے آپ کی زندگی پر کوئی اثر نہیں ڈالا تھا، حضرت خالد بن ولید آپ کے ماتحت افسر تھے، پھر بھی ان کے پاس اتنا مال تھا کہ وہ بڑی بڑی رقمیں اپنے مدح خواں شعراء کو دیدیا کرتے تھے، ان کی انھیں فراخ دستیوں پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو معزول کر کے اپنے پاس بلالیا اور ان کے مال کا حساب کرایا تو زائد مال بیت المال میں جمع کرنے کے بعد بھی جو رقم حضرت خالد کو ملی وہ ساٹھ ہزار درہم تھے، لیکن ابوعبیدہ بن الجراح کا کیا حال تھا؟

ایک بار رومی سفیر اسلامی لشکر گاہ میں آیا تو اسے حضرت ابوعبیدہ تک پہنچنے میں سخت دشواری پیش آئی۔ اس نے اپنے سپہ سالار اعظم کو جس شان و شوکت سے دیکھا تھا وہ اسی کو یہاں بھی تلاش کر رہا تھا، لیکن اسے یہاں ہر چیز میں یک رنگی و یکسانی نظر آرہی تھی، بالآخر اس نے حیران ہو کر مسلمانوں سے پوچھا "تمہارے سردار کہاں ہیں؟"

حضرت ابوعبیدہ سامنے ہی زمین پر بیٹھے تھے، کندھے سے کمان لٹک رہی تھی، اور ہاتھ میں تیر تھا جسے آپ الٹ پلٹ رہے تھے، مسلمانوں نے کہا "یہ بیٹھے ہیں"

آپ کو اس معمولی حالت میں دیکھ کر اسے یقین نہ آیا۔ اس نے آپ سے پوچھا "کیا واقعی آپ ہی سپہ سالار اعظم ہیں؟"

حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا "ہاں"

سفیر نے سوال کیا "کیا آپ کا خیال ہے کہ اگر آپ قالین پر بیٹھیں تو خدا آپ سے ناخوش ہو جائے گا۔ اور آپ کو اپنے فضل و کرم سے محروم کر دے گا"؟

حضرت امین الامت نے جواب دیا "میرے پاس قالین اور مال و دولت کہاں ہے؟ اسلحۂ جنگ کے سوا میرے پاس کوئی اور چیز نہیں، کل مجھے ایک ضرورت پیش آئی تو میرے پاس ایک حبہ نہ تھا، مجبوراً مجھے اس بھائی (معاذ) سے قرض لینا پڑا" (فتوح الشام ازدی)

آپ کو جب کبھی مال ملتا تھا آپ راہِ خدا میں صرف کر ڈالتے تھے ایک بار حضرت عمر فاروقؓ نے آپ کی خدمت میں چار سو دینار اور چار ہزار درہم بطور انعام بھیجے، انھوں نے تمام رقم فوج میں تقسیم کر دی، اور اپنے لئے ایک حبہ بھی نہ چھوڑا۔ حضرت عمرؓ نے سُنا تو فرمایا "الحمد للہ کہ اسلام میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں"۔

اخلاص و ایثار حضرت امین الامت اپنی گوناگوں صلاحیتوں کے باعث ہمیشہ ممتاز مناصب پر سرفراز ہوتے رہے لیکن خود آپ کا قلب مبارک جاہ و منصب کی آرزو مندیوں سے پاک تھا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی جگہ حضرت خالد بن ولید کو شام کا سپہ سالار اعظم مقرر فرمایا تو عام طور پر مجاہدین کو افسوس ہوا لیکن حضرت امین الامت کو اس کے بارے میں حضرت ابوبکرؓ کا

کا خط ملا تو آپ نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ خلیفۂ رسول کے کاموں میں برکت عطا فرمائے اور

خالد بن ولیدؓ کو زندہ رکھے۔

حضرت امین الامت کے دل میں مسلمانوں کی قدر و محبت

مسلمانوں کی بے حد قدر و منزلت تھی۔ آپ نے ایک بار حضرت میسرہ بن مسروق کو مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ ایک مہم پر بھیجا تھا۔ اُن کی واپسی میں دیر ہوئی تو اُن کے پاس فوراً آدمی روانہ کیا اور خط لکھا "میرا قاصد جاتا ہے۔ خط پڑھتے ہی فوراً واپس چلے آؤ۔ ایک ایک مسلمان مشرکوں کے تمام مال و دولت سے مجھے زیادہ محبوب ہے"

میسرہ واپس آ رہے تھے، راستے میں انھیں حضرت ابو عبیدہ کا خط ملا، خط پڑھکر انھوں نے کہا "مسلمانوں کی طرف سے اللہ انھیں جزائے خیر دے وہ مسلمانوں پر کتنے شفیق و مہربان ہیں"

حضرت امین الامت اپنے اور مسلمانوں کے درمیان کسی قسم کا امتیاز و تفوق روا نہیں رکھتے تھے، چنانچہ جب ایک بار رومی سفیر اسلامی لشکر گاہ میں آیا اور اس نے دیکھا کہ حضرت امین الامت دوسرے مسلمانوں کے ساتھ فرشِ خاک پر بیٹھے ہوئے ہیں تو اس نے پوچھا "کیا آپ کا عقیدہ ہے کہ اگر آپ قالین یا اور کسی فرش پر بیٹھیں تو خدا آپ سے ناخوش ہو جائے" حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ میرے پاس قالین اور فرش کہاں لیکن

میرے پاس یہ سامان ہوتا جب بھی میں اسے روا نہ رکھتا کہ دوسرے مسلمان تو زمین پر بیٹھے ہوں اور میں فرش و قالین پر بیٹھوں۔"

ایک بار ایک مسلمان نے ایک دشمن سپاہی کو پناہ دی تو حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ نے اسے ماننے سے انکار کیا۔ لیکن حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا کہ "میں اسے رد نہیں کر سکتا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک مسلمان سب کی طرف سے پناہ دے سکتا ہے۔"

غیر مسلموں سے حسنِ سلوک

غیر مسلموں کے ساتھ حضرت امین الامت کے حسنِ سلوک کا یہ حال تھا، کہ ایک بار ضرورت پیش آئی کہ ساری اسلامی فوجیں ایک مقام پر جمع ہو کر دشمن کا مقابلہ کریں تو حمص کو جہاں حضرت ابو عبیدہ مقیم تھے چھوڑ دینا پڑا، یہاں کے عیسائیوں نے ذمی ہونا منظور کر کے جزیہ ادا کر دیا تھا، حضرت امین الامت حمص سے روانہ ہونے لگے تو خزانہ کے افسر حضرت حبیب بن مسلمہ کو حکم دیا، کہ اہلِ شہر سے جزیہ کی رقم وصول ہو چکی ہے وہ انھیں واپس کر دی جائے۔ جب ہم معاہدہ صلح کے مطابق ان کی حفاظت نہیں کر سکتے، تو ہمارا فرض ہے کہ ہم جزیہ کی رقم انھیں واپس کر دیں، رقم واپس کرتے ہوئے تم اہلِ شہر سے کہہ دینا کہ ہم معاہدہ صلح پر بدستور قائم ہیں۔ رقم اس بنا پر واپس کی جا رہی ہے کہ اسے ہم نے تمھاری حفاظت کے معاوضے کے طور پر وصول کیا تھا، اور فی الحال ہم اس فرض کی ادائیگی سے قاصر ہیں، اگر خدا نے ہمیں کامیاب کیا، تو ہم پھر واپس آئیں گے اور

معاہدے کی پابندی کریں گے"

حضرت امین الامت کے اس حسنِ سلوک سے اہلِ حمص بہت متاثر ہوئے، انھوں نے کہا "خدا رومیوں پر اپنا قہر و غضب نازل کرے اور تمھیں کامیاب واپس لائے، اگر تمھارے بجائے رومی ہوتے تو ایک پیسہ واپس نہ کرتے، بلکہ جاتے وقت جس قدر لوٹ سکتے اور لوٹ لیتے۔"

جرأت و دلیری

حضرت امین الامت عام حالات میں غیر مسلموں کے ساتھ جتنے نرم خو اور روادار تھے۔ حق کے معاملے میں اتنے ہی جری اور سخت بھی تھے، چنانچہ ایک بار رومیوں نے حضرت امین الامت کے پاس پیغام بھیجا کہ تم اس ملک کے باشندے نہیں ہو۔ تم ہمارے ملک سے نکل جاؤ۔ ورنہ ہم تمھیں نہ صرف یہاں سے بزور نکال دیں گے، بلکہ تمھارے ملک پر بھی حملہ کریں گے۔

حضرت امین الامت نے جواب دیا کہ ہم اس ملک سے ہرگز واپس نہ جائیں گے، اس لیے کہ ساری زمین خدا کی ہے اور سارے انسان خدا کے بندے ہیں خدا ہی تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے، وہ جسے چاہتا ہے ملک عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے، اس نے ہمارے ہاتھوں تمھیں ذلیل کر دیا اور ہمیں تمھارے ملک کا وارث بنا دیا۔ اب ہم اس ملک سے جانے والے نہیں، تمھیں ہمارے ملک تک جانے کی زحمت نہ اٹھانا پڑے گی۔ ہم خود یہاں موجود ہیں تم جب تک ہم سے لڑتے رہو گے انشاء اللہ

ہم تمہارا مقابلہ کرتے رہیں گے اور تمہیں ختم کر کے چھوڑیں گے "
یہ کہنے کی ضرورت نہیں، کہ انجام کار شام سے رومی اقتدار و حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

ذمیوں کے ساتھ رفق و رواداری

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ذمیوں کے حقوق کا خاص خیال رکھتے تھے اور ان کے ساتھ رفق و عنایت کیساتھ پیش آتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے ایک بار حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو لکھا:۔

وامنع المسلمین بظلمهم و الاضرار بهم واکل اموالهم ووف لهم بشرطهم الذی شرطت لهم فی جمیع ما آتیتهم (کتاب الخراج)	مسلمانوں کو ذمیوں پر ظلم کرنے اور ان کو ضرر پہنچانے اور ان کے مال کھانے سے روکو اور ان کے ساتھ جتنی شرطیں کی گئی ہیں۔ اور ان کو جتنے حقوق دیئے گئے ہیں۔ ان سب کو پورا کرو۔

لیکن حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ذمیوں کے ساتھ اس سے زیادہ رفق و رواداری سے پیش آتے تھے چنانچہ آپ نے شام کے عیسائیوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا اس میں یہ الفاظ بھی تھے :

واشترط علیهم حین دخلها علی ان نترك کنائسهم و بیعهم علی ان لا یحدثوا بناء بیعة ولا کنیسة وعلی ان علیهم ارشاد	جب حضرت ابو عبیدہ شام میں داخل ہوئے تو ذمیوں سے اس شرط پر معاہدہ کیا کہ ان کے گرجے اور عبادت خانے اپنی حالت پر چھوڑ دیئے جائیں گے، بشرطیکہ

الضال وبناء القناطر على الانهار من اموالهم وان يضيفوا من مر بهم من المسلمين ثلثة ايام وعلى ان لا يشتموا مسلما ولا يضربوه ولا يرفعوا في نادي اهل الاسلام صليبا ولا يخرجوا خنزيرا من منازلهم الى افنية المسلمين وان يوقدوا النيران للغزاة في سبيل الله ولا يدلوا للمسلمين على عورة ولا يضربوا نواقيسهم قبل اذان المسلمين ولا في اوقات اذانهم ولا يخرجوا الرايات في ايام عيدهم ولا يلبسوا السلاح يوم عيدهم ولا يتخذوه في بيوتهم۔

وہ نئے گرجے تعمیر نہ کریں[1] جو مسلمان راستہ بھول جائیں ان کو راستہ بتائیں اپنے مال سے نہروں پر پل باندھیں جو مسلمان ان کی بستی سے گذریں تین روز تک انکی مہمانی کریں۔ کسی مسلمان کو گالی نہ دیں، نہ ان کو ماریں، نہ مسلمانوں کی مجلس میں صلیب نکالیں، نہ انکو احاطہ سے سور لے جائیں، خدا کی راہ میں جنگ کرنے والے مسلمانوں کے لئے راستوں میں آگ لگائیں، اور مسلمانوں کے خلاف خفیہ طور پر خبر رسانی نہ کریں، اذان سے قبل اور اذان کے وقتوں میں ناقوس نہ بجائیں۔ اپنی عیدوں کے دن جھنڈے نہ نکالیں اور نہ ان تہواروں کے دن ہتھیار لگائیں۔ نہ ان کو گھروں میں رکھیں

لیکن ذمیوں نے حضرت ابو عبیدہ سے درخواست کی کہ سال میں ایک بار

[1] اس کا مطلب صرف یہ تھا کہ مسلمانوں کی آبادی میں نئے گرجے نہ بنائے جائیں۔ خود عیسائیوں کو اپنی آبادی میں گرجا بنانے کی ممانعت نہ تھی۔ ۱۲ (اسوۂ صحابہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۵)

جھنڈوں کے بغیر صلیب نکالنے کی اجازت دی جائے تو آپ نے ان کی یہ درخواست منظور فرمالی۔

اس معاہدہ کے بعد مسلمانوں اور رمیوں سے جنگ ہوئی اور اطراف وجوانب کے عیسائیوں نے مسلمانوں سے صلح کرلی ان کے یہاں رومی پناہ گزین تھے، عیسائیوں نے اُن کے بارے میں حضرت ابوعبیدہؓ سے درخواست کی کہ ان کو امن دیا جائے، اور وہ اپنے اہل وعیال اور مال واسباب کے ساتھ واپس چلے جائیں۔ اُن سے کسی طرح کا تعارض نہ کیا جائے۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے عیسائیوں کی یہ درخواست منظور فرمالی۔ حضرت ابوعبیدہ کی اسی نرمی اور رواداری کا نتیجہ تھا کہ جب رومیوں نے مسلمانوں سے فیصلہ کن جنگ کی تیاریاں شروع کیں تو اس کی اطلاع خود عیسائیوں نے مسلمانوں کو دی۔ اور جب اس جنگ میں مسلمانوں کی فتح ہوگئی تو جن عیسائیوں سے جزیہ کی رقم واپس کردی گئی تھی۔ انھوں نے دوبارہ اپنی جزیہ کی رقم لاکر حضرت ابوعبیدہ کی خدمت میں حاضر کردی اور اپنے کو ان کی حفاظت میں دیدیا۔ (کتاب الخراج ص۸۰)

حضرت ابوعبیدہ کی وفات

الاردن میں ایک مقام عمواس ہے، حضرت ابوعبیدہ مسلمانوں کے ساتھ وہیں مقیم تھے، کہ مسلمان طاعون میں مبتلا ہوگئے، حضرت

عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی تو آپ حالات کا معائینہ فرمانے کے لئے شام تشریف لے گئے۔ مقام سرغ میں حضرت ابو عبیدہؓ اور دوسرے افسران اسلام نے آپ کا استقبال کیا۔ اس علاقے میں وبا کی شدت تھی حضرت عمرؓ نے اپنے رفقائے سفر مہاجرین و انصار سے اپنے آگے بڑھنے کے متعلق مشورہ طلب کیا۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا۔

"آپ خدا کی راہ میں نکلے ہیں اس لئے آپ کا رکنا درست نہیں، کچھ لوگ کہتے تھے کہ وبا موت کے مثل ہوتی ہے، اس لئے آپ آگے نہ بڑھیں" لیکن کوئی متفقہ رائے نہیں تھی، اس لئے آپ نے مہاجرین فتح سے جن میں قریش کے سن رسیدہ اور تجربہ کار حضرات تھے مشورہ طلب کیا۔ انھوں نے بالاتفاق کہا کہ "فی الحال مسلمانوں کو یہاں سے منتقل ہو جانا چاہیئے"۔ اس بنا پر حضرت عمر نے واپسی کی منادی کرادی

حضرت ابو عبیدہ کے نزدیک یہ بات جائز نہ تھی، انھوں نے یہ منادی سنی تو حضرت عمر کے پاس آئے اور ناگواری کے لہجے میں سوال کیا۔

افرادا من قدر اللہ — اے عمر! تقدیر الٰہی سے بھاگتے ہو؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابو عبیدہ کا بہت پاس و لحاظ کرتے تھے انھوں نے فرمایا

"کاش! آپ کے بجائے کوئی اور مجھ سے یہ سوال کرتا"

پھر جواب دیا۔

نعم نفر من قدر الله الی قدر
الله ارأیت لو کان لك ابل
فهبطت وادیا له عدوتان
احدهما مخصبة والاخری
جدبة الیس ان رعیت
الخصبة رعیتها بقدر الله
وان رعیت الجدبة رعیتها
بقدر الله -

ہاں تقدیر الٰہی سے تقدیر الٰہی کی طرف بھاگتا
ہوں کیا تم نہیں سوچتے کہ اگر تمہارے
پاس اونٹ ہو اور اس کو لے کر تم کسی
ایسی وادی میں اترو - جس کا ایک
سرا تو سرسبز ہو اور دوسرا خشک میدان
تو اگر تم سرسبز حصے چراؤ تو کیا یہ تقدیر الٰہی سے
نہ ہوگا اور اسی طرح اگر خشک حصے میں چراؤ تو
کیا یہ بھی تقدیر الٰہی سے ہی نہ ہوگا ؟

امیر المومنین اور امین الامت میں یہ مجتہدانہ گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف آئے اور انھوں نے دونوں بزرگوں کی بحث سُنکر یہ حدیث شریف پڑھی -

ان النبی صلی الله علیه وسلم
قال اذا سمعتم بهذا الوباء
ببلد فلا تقدموا علیه و
اذا وقع ببلد وانتم به فلا
تخرجوا فرارا منه

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ جب تم سنو کہ کسی شہر میں
یہ وبا پھیلی ہوئی ہے تو اس شہر میں نہ
جاؤ اور اگر اس شہر میں وبا پھیلے جس میں تم
موجود ہو تو اس سے نکلکر نہ بھاگو،

اس حدیث کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مدینہ طیبہ کو کوچ کیا - اور حضرت ابو عبیدہ لشکر گاہ میں واپس چلے گئے -

امیر المومنین اور امین الامت میں خط و کتابت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو عبیدہ سے نہایت محبت تھی اور وہ ان کی بے حد قدر و منزلت کرتے تھے۔ اس لئے حضرت ابو عبیدہ کی طرف سے ان کو سخت تردد تھا۔ چنانچہ مدینہ منورہ پہنچتے ہی حضرت ابو عبیدہ کے نام حسب ذیل خط لکھا

سلام علیک، اما بعد فقد	سلام علیک کے بعد معلوم ہو کہ مجھے آپ
عرضت لی حاجة ارید ان	سے کچھ ضرورت ہے اسلئے میں آپ سے بالمشافہ باتیں
اشافھك فیھا۔	کرنی چاہتا ہوں

حضرت ابو عبیدہ امیر المومنین کی غرض سمجھ گئے اور ان کو صاف لکھ دیا

یا امیر المومنین قد عرفت حاجتك	امیر المومنین! مجھے آپ کی جو ضرورت ہے میں اسے
الی وانی فی جند من المسلمین لا	سمجھ گیا میں مسلمانوں کی فوج میں ہوں اور میرا
اجد بنفسی رغبت فلست	دل ان سے علیحدہ ہونے کو نہیں چاہتا اس لئے
ارید فراقھم	میں ان سے جدا نہیں ہو سکتا۔

حضرت عمر یہ جواب پڑھکر بے اختیار رو پڑے یہاں تک کہ صحابہ کو خیال ہوا کہ حضرت ابو عبیدہ کا انتقال ہو گیا۔ انھوں نے پوچھا "امیر المومنین! کیا ابو عبیدہ کی وفات ہو گئی؟"

حضرت عمر نے فرمایا "نہیں"

اس کے بعد آپ نے حضرت ابو عبیدہ کو دوسرا خط لکھا کہ اس وقت جس مقام میں فوج ہے۔ وہ مرطوب اور نیچی ہے، اس لئے کسی اونچی

جگہ پر منتقل ہو جائے" حضرت ابو عبیدہ نے اس حکم پر عمل کیا۔ یہاں آنے کے بعد آپ طاعون میں مبتلا ہو گئے۔

ایک بار حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔

مسلمان شام میں ہجرت اختیار کریں گے شام اسلام کے علم کے نیچے آجائیگا۔ پھر ایک بیماری پیدا ہوگی، پھوڑے کی طرح جسم کو زخمی کرے گی جو اس میں مرے گا۔ شہید ہو گا۔ اور اس کے اعمال پاک ہو جائیں گے" لے

جب مرض نے شدت اختیار کی تو آپ نے حضرت معاذ بن جبل کو بلا کر انھیں اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ اور لوگوں کو جمع کر کے اسی حدیث کی بنا پر یہ خطبہ دیا

لوگو! یہ وبا تمھارے پروردگار کی رحمت تمھارے نبی کی دعوت اور تم سے قبل کے نیکوں کی موت ہے اور اب ابو عبیدہ بھی اپنے خدا سے اس سعادت میں حصہ پانے کا متمنی ہے"۔ لے۲

میں تمھیں وصیت کرتا ہوں اگر اس پر عمل کرو گے تو زندگی میں اور مرنے کے بعد ہر حال میں فلاح یاب ہو گے۔ وصیت یہ ہے کہ نماز قائم رکھنا، زکوٰۃ دیتے رہنا۔ روزے رکھنا، حج و عمرہ کرنا۔ آپس میں اتحاد و اتفاق سے رہنا۔ اپنے افسروں سے

لے سیر الانصار حالات حضرت معاذ بن جبل رض بحوالہ مسند امام حنبل ۱۲

لے۲ سیر المہاجرین حالات حضرت ابو عبیدہ رض بحوالہ مسند امام حنبل۔ ۱۲

مخلصانہ تعلق رکھنا، انھیں فریب نہ دینا۔ دنیا کے دام میں نہ پھنسنا۔ آدمی ہزار سال زندہ رہے، لیکن ایک روز اسکا بھی یہی ہوگا۔ جو آج میرا ہے، خدا نے انسان کے لئے موت لازم کردی ہے، کوئی ہمیشہ زندہ نہیں رہ سکتا لوگوں میں سب سے بہتر وہی ہے جو اپنے خدا کا سب سے زیادہ اطاعت گذار ہو۔ اور آخرت کے لئے سب سے زیادہ عمل صالح کرتا ہو،

اتنے میں نماز کا وقت آگیا، ادھر نماز ختم ہوئی ادھر امین امت کی روح مبارک ملاءِ اعلیٰ کی طرف پرواز کرگئی اور خدا کا محبوب بندہ خدا کے جوار رحمت میں پہنچ گیا۔ إنا لله وانا اليه راجعون ۞

یہ ہجرت کا اٹھارھواں اور حضرت ابو عبیدؓ کی عمر کا اٹھاونواں سال تھا۔

امین الامت کی وفات پر حضرت معاذؓ کا خطبہ

حضرت ابو عبیدہ اور حضرت معاذ بن جبل میں بہت محبت تھی۔ اس لئے حضرت معاذ کو حضرت ابو عبیدہ کی وفات کا بہت صدمہ ہوا۔ آپ نے امینِ امت کی وفات پر مسلمانوں کے سامنے یہ خطبہ دیا۔

لوگو! گناہوں سے توبہ کرو، جو بندہ توبہ کے ساتھ خدا کے حضور میں حاضر ہوتا ہے، خدا اس کو بخش دیتا ہے، قرضدار کو اپنا قرض ادا کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ قرض دار قرض کے سبب ماخوذ ہوگا تم میں سے جو مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی سے رنجش

رکھتا ہو وہ اس سے صلح کرکے مصافحہ کرلے، کیونکہ کسی مسلمان
کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ سلام
وکلام بند رکھے، یہ خدا کے نزدیک بڑا گناہ ہے۔

مسلمانو! تم پر ایک ایسے شخص کی جدائی کی مصیبت پڑی ہے
جس کے مثل میں نے خدا کے بندوں میں کسی کو نہیں دیکھا وہ
سب سے زیادہ درگذر کرنے والے تھے، سب سے زیادہ غل و
غش سے پاک تھے، مسلمانوں کے سب سے زیادہ خیر خواہ
تھے اور ان پر سب سے زیادہ شفقت و مہربانی رکھتے تھے۔ اس
لئے ان کے واسطے رحمت کی دعائیں کرو۔ ان کے جنازے کی
نماز پڑھو، بخدا اب ان کا سا کوئی شخص تمہارا سردار نہ ہوگا۔

آپ کا جنازہ تیار کیا گیا لوگ جمع ہوئے، حضرت معاذ بن جبل نے نماز پڑھائی
حضرت عمرو بن العاص اور ضحاک بن قیس قبر میں اترے اور نعش مبارک کو دفن کردیگئی[1]

حضرت ابو عبیدہ سے حضرت معاذ کا خطاب

جنازہ مبارک سپرد خاک کرنیکے بعد حضرت معاذ نے جوشِ احترام و محبت میں حضرت ابو عبیدہ سے اس طرح خطاب کیا

ابو عبیدہ! آپ پر خدا کی رحمت ہو، اپنی معلومات کے مطابق
آج آپ کی تعریف کروں گا، بخدا کوئی بات غلط نہ کہوں گا،
کیونکہ میں خدا کے غضب سے ڈرتا ہوں، میری دانست میں

[1] فتوح الشام ازدی ۱۲

آپ اللہ کو بکثرت یاد کرتے تھے۔ ان لوگوں میں سے تھے جو زمین پر خاکساری سے چلتے ہیں اور جب ان سے جہلاء مخاطب ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ تم پر سلامتی ہو۔ آپ ان لوگوں میں سے تھے جو اپنے پروردگار کے لئے نماز میں کھڑے ہو کر راتیں گذارتے اور مسجدوں میں پڑے رہتے ہیں، اور ان میں سے تھے جو خرچ کرنے میں نہ مسرف ہوتے ہیں اور نہ بخیل بلکہ ہر حال میں حد اعتدال پر قائم رہتے ہیں۔ خدا کی قسم! آپ میری دانست میں خدا سے ڈرنے والے اور بندوں کے ساتھ خاکساری سے پیش آنے والے تھے، اور ان لوگوں میں تھے جو یتیموں اور مسکینوں پر رحم کرتے اور جاہلوں اور مغروروں سے بیزار رہتے ہیں"

مدفن ابن اثیر نے لکھا ہے کہ حضرت ابوعبیدہ کا مدفن غور بیسان میں ہے حضرت معاذ بن جبل بھی حضرت ابوعبیدہ کے ساتھ تھے اور آپ کے بعد ہی وہ بھی مبتلائے مرض ہوئے، ان کی وفات کے متعلق "سیر الانصار" میں ہے۔

"بیت المقدس اور دمشق کے درمیان غور نامی ایک صوبہ تھا جسمیں منجملہ اور شہروں کے بیسان بھی ایک مشہور و معروف شہر تھا۔ جو نہر اردن کے قریب تھا، اسی بیسان میں حضرت معاذ نے وفات پائی۔ ابن اثیر کے بیان کے مطابق حضرت ابوعبیدہ بھی اسی دیار پاک میں آسودۂ خاک ہیں، [۱]

---

[۱] ابن اثیر جلد ۲ - ۱۲

خلیفۂ اسلام پر امین امت کی وفات کا اثر

حضرت معاذ ابن جبل نے حسب ذیل خط لکھکر حضرت عمر کو حضرت ابوعبیدہ کی وفات کی اطلاع دی۔

"سلام علیک۔ خدائے واحد و یکتا کی ستائش کے بعد عرض ہے کہ آپ اس شخص پر صبر کیجئے۔ جو اللہ کا امین تھا اور جس کے دل میں اللہ کی بہت زیادہ عظمت تھی جس کو ہم اور آپ دونوں بہت عزیز رکھتے تھے، یعنی ابوعبیدہ بن الجراح۔ اللہ ان کے مقدم و مؤخر سارے گناہ بخشدے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ ہم اللہ سے ثواب کے طالب ہیں۔ اسی پر توکل کرتے ہیں۔ میں ایسی حالت میں آپ کو خط لکھ رہا ہوں کہ وبا کا زور ہے ہر طرف موت کا بازار گرم ہے جس کی موت ہے وہ مر کر رہے گا۔ اس کی موت غلطی سے دوسرے پر وارد نہیں ہو سکتی، جو آج نہ مرے گا وہ کل مرے گا۔ اللہ ہماری حالت کو جو اس دنیا میں ہے اس سے اور بہتر بنا دے، اللہ ہمیں زندہ رکھے یا موت دے لیکن آپ کو خاص و عام تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ اپنی رحمت و مغفرت اور رضوان جنت سے بہرہ ور کرے۔ والسلام علیک و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔"

یہ خط پڑھکر حضرت عمر بہت روئے۔ آپ کو حضرت ابوعبیدہ کی موت کا جتنا صدمہ ہوا اتنا کسی مسلمان کی موت کا صدمہ نہیں ہوا تھا

آپ نے مسلمانوں کو جمع کر کے یہ دلگداز اور جانکاہ خبر سنائی ۔[1]

حلیہ

حضرت ابوعبیدہ کا قد لمبا ۔ بدن دبلا پتلا تھا ۔ چہرہ پر بھی گوشت کم تھا ۔ ڈاڑھی گھنی نہ تھی ۔ غزوۂ اُحد میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ کے رخسارِ مبارک میں مغفر کی دو کڑیاں چبھ گئی تھیں ۔ ان کے نکالنے میں آپ کے آگے کے دو دانت ٹوٹ گئے تھے ۔ گویا حب رسول کی یہ کھلی ہوئی سند تھی ۔[2]

اولاد

یزید اور عمیر آپ کے دو صاحبزادے تھے جو آپ کی حیات ہی میں انتقال کر گئے تھے ، ان کی ماں کا نام ہند بنت جابر تھا ۔

ختم شد

---

[1] فتوح الشام ازدی ۔ ۱۲

[2] تاریخ الخمیس جلد دوم ۔ ۱۲

فاتحِ شام

سوانح حضرت ابو عبیدہ رضؓ

